

تحریک آزادی ہند

اور

مسلمان

حصہ دوم

ہو مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش جمعہ سوئم اور انما اول چہ شتمل ہے

سید ابوالاعلیٰ مودودی

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳۲ اے، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

طابع: _____ لاٹ شدہ داد خاں، بیجگ ڈھکڑ

ناشر: _____ اسٹاک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۳۷ اسی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

مطبع: _____ زاہد بشیر پرنٹرز لاہور

اشاعت:

۹۵۰۰ ۹۵۲ مئی ۱۹۷۳ء تا اکتوبر ۱۹۸۹ء

۵۰۰ ۱۰ جنوری ۱۹۹۶ء

(قیمت ۹/- ہے)

فہرست مضامین

۹	مقدمہ پہ اقل و قریبی (۱۹۳۱ء)
۱۷	تدارک مقصد (جولائی ۱۹۳۹ء)
۲۹	تحریک اسلامی کا کنٹرول (دسمبر ۱۹۳۹ء)
۳۹	نسلی مسئلوں کے لیے دورِ پس (مئی ۱۹۳۹ء)
۴۲	اقبیت و اکثریت (دسمبر ۱۹۳۹ء)
۴۹	شکایت و کسب (دسمبر ۱۹۳۹ء)
۵۱	راہِ پوششِ بستر (جنوری ۱۹۴۰ء)
۹۳	اسلام کی دولت و مسلمان کا نصب العین (مئی دسمبر ۱۹۴۰ء)
۱۰۹	اسلامی مسئلوں کے لیے ایک ہی راہِ عمل (جولائی ۱۹۴۰ء)
۱۲۱	اسلام کی راہِ دستِ دراز سے اخراجات کی راہ (نومبر ۱۹۴۰ء)
۱۴۱	اسلامی حکومت کی طرح قائم ہونے کے لیے (اکتوبر ۱۹۴۰ء)
۲۰۱	ایک صانعِ جاہلیت کی غریبیت (اپریل ۱۹۴۱ء)

انصاف

۲۱۷	عظیم پاکستان کی عید کے قریب دہلی سے تشید و تعلق (ستمبر اکتوبر ۱۹۴۴ء)
	مسلم لیگ سے اختلافات کی ذمیت (ستمبر اکتوبر ۱۹۴۴ء)

- ۲۲۵ وقت کے پاس مسائل میں جماعت اسلامی کلاسک (تبرہ و کتاب) (۱۹۵۵ء)
- ۲۲۶ نظام کفری قانون ساز ہاں میں مسلمانوں کی شرکت کا مسئلہ (فرم ۶۵ - دسمبر ۱۹۵۵ء)
- ۲۲۷ ہاں قانون مذکورہ کثرت شرعی نقطہ نظر سے (فرم ۶۵ - دسمبر ۱۹۵۵ء)
- ۲۲۸ پڑا ہوا بقیہ کلاسک (فرم ۶۵ - دسمبر ۱۹۵۵ء)
- ۲۳۱ ۱۹۳۷ء کے انتخابات اور جماعت اسلامی (فروری ۱۹۶۶ء)
- ۲۳۱ تقسیم قبل ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں نے (اپریل ۱۹۴۷ء)
- ۲۸۴ صورتہ روح کے دیگر اثرات میں جماعت اسلامی کلاسک (فروری ۱۹۶۶ء)
- ۲۸۹ تقسیم ہند کے حالات پر تبصرہ (فروری ۱۹۶۶ء)
- ۳۰۱ تقسیم کے وقت مسلمانوں کی حالت کا جائزہ (فروری ۱۹۶۶ء)
- ۳۱۳ تقسیم کے بعد ہونے والے اہم مسائل (اگست ۱۹۵۸ء)
- ۳۲۶ کیا پاکستان کو ایک مذہبی ریاست بنانا چاہیئے (جuni ۱۹۵۸ء)
- ۳۳۵ پاکستان میں اسلامی قانون کیوں نہیں نافذ ہو سکتا؟ (فروری ۱۹۶۸ء)
- ۳۶۵ پاکستان میں اسلامی قانون کس طرح نافذ ہو سکتا ہے؟ (فروری ۱۹۶۸ء)
- ۳۸۳ مطالبہ نظام اسلامی (اپریل ۱۹۵۸ء)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ویاچہ

میری اس کتاب کا حصہ نقل اس سے پہلے شائع ہو چکا ہے جو اصل میں اجزاء پر مشتمل تھا۔

۱۔ میرے دو مضامین جو ۱۹۲۷ء میں مسلمان اور برہمنوں کی ایک مشترکہ شمع نام کے رسالہ میں شائع ہوئے تھے اور جو ایک دست نگاہ کی نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے تھے۔

۲۔ دو مضامین جو ۱۹۲۷ء میں مسلمان اور برہمنوں کی ایک مشترکہ شمع نام کے رسالہ میں شائع کیے تھے اور جو ایک دست نگاہ کی نام سے شائع ہوئے تھے۔

۳۔ میری کتاب "مسئلہ قریب" کے بعض حصے جو ۱۹۳۱ء میں لکھے گئے تھے۔ یہ ایک موضوع پر مبنی کتاب کی صورت میں شائع ہوئی تھی اور اس کے نام پر مبنی ایک قریب قریب کی صورت میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے نام پر مبنی ایک قریب قریب کی صورت میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے نام پر مبنی ایک قریب قریب کی صورت میں شائع ہوئی تھی۔

اب اس کتاب کی دوسری صورت شائع کیا جا رہا ہے جو اجزاء پر مشتمل ہے:

۱۔ میرے دو مضامین جو ۱۹۲۷ء میں مسلمان اور برہمنوں کی ایک مشترکہ شمع نام کے رسالہ میں شائع ہوئے تھے اور جو ایک دست نگاہ کی نام سے کتابی صورت میں شائع ہوئے تھے۔

یہی کشش حضور کے نام سے اُس زمانے میں شائع ہو چکے تھے جن میں سے ہر
صفحہ کی تدبیر اشاعت صریح لکھی گئی ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کیا بات
کی ضرورت تھی یا نہیں تھی۔

۴۔ یہ معنی ہیں جو یہی کشش حضور کے نام کی اشاعت کے بعد اسی موضوع سے تعلق رکھنے
والے مسائل پر ۱۹۲۲ء سے ۱۹۲۵ء تک لکھے گئے۔ یہ سب معنی ہیں اگرچہ وہ سب
ترجمان القرآن میں اپنے اپنے وقت پر شائع ہوئے ہیں۔ یہ سب معنی ہیں کہ انہیں یہ کہا
قرب نہیں کیا گیا تھا کہ پہلی ترجمان کو قرب کہہ کر اس کتاب میں لکھی گئی تھی کہ اشاعت کیا
گیا ہے۔ اس میں سے بھی ہر صفحہ کی تدبیر اشاعت صریح لکھی گئی ہے تاکہ ہر
بات کو اس کے تدبیر لکھی میں منظر میں دیکھا جاسکے۔

جو کچھ معنی ہیں ————— خصوصاً اس کتاب کے جو دو اہل کے معنی ہیں —————
ہوں گے میرے غلط سناؤ اور یہ دیکھنا ہے کہ جسے خوب خوب استعمل ہوئے ہیں
افغان کی جہازوں کو سیاق و سباق سے مل کر کے ایک ایک سنی پہاڑ ہے جتنے کہ
ہیں اس سے نہیں ہے قریب و نظرائی کے وقت ان کی عبادت میں کوئی تغیر نہیں کیا
ہے۔ اگر کسی چیز کی تشریح کرنے یا کسی چیز کا تدارک کرنے کا وقت کسی کی ہے اور
اسے تدارک کی صورت میں صریح کیا ہے اور قریب و جہد و جہاد کی صورت میں فرق کرنے کے
سے تو میں میں قریب یا جہد کے خلاف کو دیکھیں یہ تاکہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو اور
کوئی یہ بھی دیکھ سکے کہ اس میں کے اعتراضات سے بچنے کے لیے عہدوں میں تبدیلی
کر دیا گیا ہے۔

۵۔ یہ ایک تدبیر ہے کہ اس میں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ۱۹۲۲ء سے
تقریباً ہند کے وقت تک ہندوستان کے مسلمانوں سے کیا کہا رہا ہے اور تقسیم
کے بعد پاکستان کے مسلمانوں کو انہیں نے اسلام کے اصل نصب العین کی طرف توجہ دینے
کے لیے ۱۹۲۵ء میں کس طرح اپنی کوششوں کا کارڈ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے اندر میں
پیش آنے والے حالات کو نگاہ میں رکھ کر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ وہ کچھ نہیں ہے اس

وقت لکھا تھا وہ من حقایق نہیں۔ سرچشمی کے پیش کردہ اقتباسات جو زیادہ تر سہیاقہ و
 سہاقہ سے ملک نکال کر امتداری سہیاقہ کو بھی نظر انداز کر کے پیش کیے گئے ہیں، کسی
 شخص کو صحیح اور منصفانہ انداز کے قائم کرنے میں مدد نہیں دے سکتے۔ میری اصل جلد میں
 پسلی تیار کی ترتیب لکھا تھا جسے کم بدست اس کتاب میں بخاری کے مدد سے موجد
 میں۔ انہیں پڑھیں اور بدست قائم کرنا چاہیں کریں۔

انوار علی

لاہور
 یکم نومبر ۱۹۶۲ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ طبع اول

اس کتاب اور مجلہ سب سے پہلی شکل کے عنوان سے میرے غرضیں کچھ ہوتے
 اس سے پہلے شائع ہونے والے میں سب سے پہلی شکل کے عنوان سے میرے غرضیں کچھ ہوتے
 پہلے دونوں مجلوں سے اس تیسرے مجلہ کا نام ملتا تھا کہ یہ ہے کہ ایک شخص پہلی نظر
 میں اس میں کچھ لکھیں گے جس کے بعد سے یہ ایک ہی پندرہویں جلد ہی
 ہے اور خدا کی رحمت سے یہ سب لکھیں گے اور ان کی تائید کرنے لگے ہوں۔ لیکن بعد میں ان تینوں
 مجلوں میں ایک خوب نصیب ان کی طرف تفریق کی وقت ہے جس کی تفریق یہاں کر دینا
 چاہتا ہوں تاکہ ان میں کوئی قسم کا خلل نہ پیش نہ آئے۔

یہ بات تھوڑے وقت کے بعد متاثر ہے ہر شخص کی جہوں سے کہ ایک ہی تفریق
 کندال و انقطاع کے بعد دوبارہ تفریق کرنے کا کام کسی نئی تفریق کی ابتدا کرنے کی
 نسبت دیا ہے و خود اس میں پیچیدہ ہے کہ نئی تفریق میں کہنے والے کا
 دستور و فکر صاف ہوتا ہے۔ اسے صرف ان لوگوں سے سہجہ پیش کرتا ہے جو

لے اہل ہندوؤں کے لئے تفریق کر دینی ہندو مسلمان و مسلمان کے کام سے شائع ہوتے
 ہیں۔ اس کے علاوہ مشرقی و مغربی کتاب کی صورت میں بھی لکھی جاتی ہے (مجموعہ)

اُس ترکیب سے بیان ہوتے ہیں۔ اُس کو محض اپنے اصول و مقاصد کی تبلیغ کرنی ہوتی ہے۔ چرہ و رنگ اُس کی دعوت کو دکھا دیتے ہیں یا قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن جو کسی پرانی ترکیب کو نفاذ و انفاذ کے بعد دوبارہ زندہ کرنا چاہے اُس کے لیے موصوفہ ہی ایک کام نہیں جتنا کہ یہ لگانوں کے سامنے اپنی دعوت پیش کرے۔ بلکہ اسے لگانوں پر ہی نظر کرنی پڑتی ہے۔ وہاں لگان کا کسی طرح انعکاس انداز نہیں کر سکتا جو پہلے سے اُس ترکیب کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ حال یہ لگانوں کی نسبت اس قریب تر ہے۔ اُس کو سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ انفاذ کا عمل ان کے اندر کہاں تک ہو چکا ہے اور اصل ترکیب کا اثر اس حد تک اُس میں ہوتا ہے۔ پھر اُسے یہ فکر کرنی پڑتی ہے کہ میں حد تک ہی وہ نفاذ عمل کرتے ہیں اس سے آگے نہ جاسکے پائیں، اور جو کچھ اثر اُس کے اندر ہوتا ہے وہ محفوظ رہے۔ اُن کی حیثیت اُس ترکیب کے حق میں بالکل اُس سردای کی سی ہوتی ہے جو کسی شخص کے پاس بچا کھچا ہوا ہو گیا ہو۔ وہ ظاہر ہے کہ ایک عقل مند آدمی کسی طرح یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ جو کچھ اس کا ہے وہ بھی ہاتھ سے ہٹا دے۔ لہذا اس کے لیے نگاہیں ہر جگہ اُس ترکیب کے ساتھ لگانوں کی وابستگی جیسی لگے گی درست ہے اُس کو کم از کم اُسی حد پر بتدارکت لکھنے کی کوشش کرے جسے اس کو مزید اصول سے روکے۔ تنقید کی اس تدبیر میں اس حد تک کامیاب ہو جائے کہ بعد اس کے یہ لازم ہو جائے کہ وہ انہیں موجودہ حالت پر نہ غور کرنے دے بلکہ اصل ترکیب کی طرف ان کی کھینچنے کی کوشش کرے اور کسی دوسری چیز کو ان کا نصب العین نہ رہے۔ اُس کی کوششوں کا مرکز و محور نہ بنے دے۔ اتنے اصولوں سے گن کر چھ لکھیں اس کے لیے دعوت عام کا موقع آتا ہے اور وہ اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں سے ایک نئی ترکیب پیش کو نفاذ کا کام شروع ہوتا ہے۔

جو نگاہیں سے پیش نظر ترکیب پر لگان کا ایجاد ہے اس لیے جیسے بھی اُس تدبیر کے ساتھ اپنے مقصد کی طرف پیش قدمی کرنی پڑی ہے جس کی طرف اُس پر

اشادہ کیا گیا ہے۔ "ترجما القرآن" کی زندگی کے ابتدائی چار سال اس کوشش میں صرف ہوئے کہ مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں گراوی کی جو جو شکلیں پیدا ہو گئی ہیں ان پر گرفت کی جائے اور اسلام سے جو مفادات ان میں پیدا ہو رہے تھے رکھا جائے۔ ابھی یہ کوشش جاری تھی کہ ۱۹۰۲ء میں بلالیک یہ خطرو سامنے آگیا کہ ہندوستان کے مسلمان کہیں اس وطنی قومیت کی تحریک کے شکار نہ ہو جائیں جو انڈیا میں اور فرقان کی طرح ملک پر چھائی چلی جا رہی تھی۔ یہ ظاہر بات ہے کہ ہم ہر چہ نظامِ حکومت کے غور نہ کئے ہی مخالفت ہوں، اور ہمارے دل میں اس کے بچنے سے نکلنے کی خواہش پیدا ہے، مگر کسی صورت سے بھی بڑھی ہوئی کہیں دہم، مگر ہم کسی طرح بھی یہ گورا نہیں کر سکتے کہ وہ اس میں وقت تک غوث ہے یا بہت اسلام کے حلقہ اثر میں ہیں بلکہ کو ہندوستانی قوم پرستی کی تحریک اپنی بدنامی (Bad Contact) کی تدبیروں سے اور اپنی دروغا اسکیم اور دودیا مندا اسکیم کے ذریعہ سے اور اپنے سیاسی و سماجی حقوق کے لیے سے اپنے ہندو جذبہ کرے، اور ان کے نظریات اور ان کی زندگی کو اتنا متفقہ کرے کہ ایک دہشتوں کے بعد ہندوستان کی آبادی میں اسلام اتنا ہی جبری ہو کر رہ جائے جتنا جاپان یا امریکہ میں تھے۔ اس خطرہ کو جس چیز نے اور زیادہ پریشان کر دیا وہ یہ تھی کہ بعض انگریزی اقتدار سے آزاد ہونے کے لاپاک میں مسلمانوں کے مذہبی رہنماؤں کا ایک سب سے زیادہ با اثر طبقہ وطنی قوم پرستی کی تحریک کا معاون بن گیا اور اس نے اگر بڑھتی کے اندھے جوش میں اس چیز کی طرف سے

ملے میری کتاب "نتیجہات" اسی کوشش کا نتیجہ ہے۔ (تقریر)

تہ فرادہ ہے، مگر بری حکومت جس وقت پہنچے وزیر ہند پاکستان پر متعلق تھی۔ (تقریر)

تہ اس کا پس منظر کھنے کے لیے میری کتاب "تحریک" اور دیکھنا ضروری ہے۔

علامہ فرقان۔ (تقریر)

بالکل اچھے بند کر لیں کہ اس ترکیب کا زور پر ہندوستان میں اسلام کے مستقبل پر کس طرح اثر انداز ہوگا۔ لہذا اس خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے میں نے مسلمانانہ موجودہ سیاسی کشمکش کے عزائم سے معافی کا ایک سلسلہ ۲۰ کے آخر میں اور پھر دسمبر ۲۰۰ کے آغاز میں شائع کیا۔ ان لمحوں میں میرے مٹی نظر جو وہ ہیں جن کو مسلمانوں کو اذکار اپنی سبائیت کے موجودہ رستہ سے ہٹانے چاہئے اور اپنے تشخص کو گم نہ کر دیں۔ اس لیے میں نے ان کے اندامی قرینت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کی، ان کو اس چھوٹی اور جتنی نظام حکومت کے تحت ہے آگاہ کیا جو موجودہ قرینت کے مفروضہ پر ہندوستان میں قائم کیا جا رہا تھا، ان آئین تحفظات اور بنیادی حقوق کی حقیقت، داخل کی جس پر اتحاد کو کہ مسلمان اس ایک جہودی دستور کے جال میں پھنسنے کے لیے آمادہ ہو رہے تھے اور ان کے سلسلے میں بدولت و سلام کا نصب العین بنی کیا تاکہ کسی نصب العین کے موجود نہ ہونے سے عیاں نہ ہو کہ اصل کی ہر پرانگیابی کے اندر پیدا ہو گئی ہے وہ بھی نادر ہمارا کہ ان کو نظر جانے کے لیے ایک جیسا طبع نظر میں مل جاتے جو نہ تو اصل اسلامی سمت سے ہٹا ہوا ہمارا مذاق ازاد و بند ہو کہ اس کی زندگی کو دیکھ کر ان کی ہمتیں پست ہو جاتیں۔

اس وقت جو کچھ تحفظ کا کام مقدم تھا اس لیے میں نے آزادی، اکریت، قری، تہذیب، حکومت خود اختیاری، اکریت، اکثریت، وغیرہ کے متعلق واضح الوقت تصورات کے غور سے پہلے سے تصورات متروک کیا، اور ان الفاظ کے جو مضمرات و ہند میں باسج تھے ان کو جو کاتری قرار دیا کہ اس زبان میں اٹھ کر میں کو رنگ

لے رہا ہے، حالانکہ وہ اس وقت کا لگتا ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا۔ (جواب)

میں ہندوستان کو ہمارا اسلام دہی کے تدریج سے شہر ایک جیسا کہ بنی جاتے ہیں ان کا اسلامی تشخص برقرار رکھ سکے۔ (جواب)

بھرنے تھے۔ اسی طرح میں نے مطلوبہ عمل سے بھٹ کر نکلنے کے بجائے حالتِ راضی نگاہی بھٹ کر حدودِ گناہوں میں سب بھگا دوں چیزوں کو ایک وقت میں کھانے سے وارنہ پر گناہ نہ ہو جائیں اس ایک ہی چھوٹکے میں قصور یہ کتاب پہنچنے کی لگشش کہیں قصورِ قریب کے ہی ہاتھ سے جاننے کی وجہ نہ رہی جانتے۔

یہ کام میں غرض کے لیے کیا گیا تھا اللہ کے فضل و کرم سے وہ پچھلے دہائی سال میں حاصل ہو چکی ہے اور اب اس بار کوئی غلطو بات نہیں ہے کہ حدودِ خان کے مسلمان کسی وطنِ قریب میں پھنسا کر لوگوں کے اپنے آپ کو کسی ایسے جمہوری نظام میں نشی کر لیں گے جو اس قدر قریب کے مغرور حد پر تیسرے کی گئی ہو۔ یہ جو کہ ہر کسی انسانی لگشش سے نہیں بلکہ معنی اللہ کے فضل سے ہوا۔ اسی کی ہیرانی سے حدودِ اسباب ایسے پیدا ہوئے جن کی حدودِ مسلمان اس خطے سے پہنچنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس سلسلے میں جن لوگوں کو اس نے قبول کیا بہت خدمت کی تو فتنہ بخششوں کے لیے فخر کا تمام نہیں بلکہ شک کا تمام ہے۔

اس مرحلہ کے لیے ہر جاننے کے برابر میرے سامنے دوسرا سوال یہ تھا کہ کیا مسلمانوں کو اس تجربہ پر مطمئن ہو سکتے ہیں جو حاصل ہو چکا ہے یا ان میں مزید بے چینی پیدا کر کے انہیں اسلام کے اصلی نصب العین کی طرف دھکیلنے کی لگشش کی جلتے؟ کیا مسلمانوں کو سیاست و اجتماع کے انہی غلط تصورات میں جکڑ دینے دیا جائے جو مغربی جاہلیت سے انہوں نے سیکھے ہیں یا ان کے سامنے اسلام کے اجتماعی و سیاسی تصورات کو مروجہ علمی حیثیت ہی سے نہیں بلکہ ایک عملی معیار نظر کی حیثیت سے بھی پیش کر دیا جائے؟ کیا مسلمانوں کو معنی اپنی انفرادیت کے نبھانے ہی میں لگا دینے دیا جائے یا انہیں بے جایا جائے کہ تہادری انفرادیت تصورِ اللہ نہیں بلکہ ایک عظیم تر مقصد کے لیے مطلوب ہے؟ یہ سوال سامنے آتے ہی میرے ضمیر نے قطعی فیصلہ صادر کیا کہ پہلی حقِ غلط ہے اور دوسری حق ہی صحیح ہے۔

پہاڑی لڑکوں دوسرا سبب پیش نہ آتا تب بھی پہلے وہ کام کرنا ہی تھا جو میں نے کیا۔ لیکن یہ قسمتی ہے اس کے ساتھ دوسرا وعدہ ایسے پیدا ہو گئے۔ جہوں نے جوہر کو دیکر پہلے جوہر کی اشاعت کے قرضہ بعد ہی ان معاموں کا مسئلہ شروع کر دیا جن کا مجموعہ اس وقت ہندو نظریہ کیا جا رہا ہے۔

پہلی رو یہ تھی کہ اس نئی تحریک کے دفتر میں عام مسلمانوں کی قیادت و رہنمائی ایک ایسے گروہ کے ہاتھ میں چلی گئی جو دین کے علم سے بے بہرہ و بے فہم تھے۔ قوم پرست ہندوؤں کے تحت اپنی قوم کے دُشمنی مفاد کے لیے کام کر رہے ہیں۔ کام رکھنے والا مختصر اس گروہ میں اتنا بھی نہیں جتنا اُنٹوں میں ناک ہوتا ہے۔ اہل اُس تحریک میں کوئی کوئی رہنمائی میں نہیں ہے۔ یہ براہ راست نتیجہ ہے علماء کرام کی اس غلط سیاسی روش کا جس پر وہ ابھی تک امر دیکھ چکے جانتے ہیں۔ اہل دین میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی عام مسلمانوں کا اعتماد اُٹھانے میں سے ہٹ کر اس شدت کے ساتھ غیر دیندار اہل نادان قوم دین رہنماؤں پر نہیں جاتا تھا۔ میرے نزدیک صورت حال اسلام کے لیے وطنی قومیت کی تحریک سے کچھ کم خطرناک نہیں ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمانوں نے دین سے بے بہرہ لوگوں کی قیادت میں ایک بے دین قوم کی حیثیت سے اپنا جیلوہ وجود برقرار رکھا بھی دیکھا کہ ترک اہل اہل میں برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اس طرح زندہ رہنے میں اور کسی غیر مسلم قومیت کے اندر داخل ہو جانے میں، اگر فرق ہی کیا ہے، اسی سے نے اگر اپنی جوہریت ہی کو دیکھ کر تو پھر چھری کر اس سے کیا دیکھی کہ وہ کم بہت چمک صورت میں باقی ہے یا منتشر ہو کر خاک میں مل چکی ہو جائے گی۔

لے یہ اُس وقت کی کیفیت تھی جب یہ مضمون لکھا گیا تھا۔ (جدید)

تو یہ بات جب لکھی گئی تھی تو لوگوں کو بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لیکن اب ۱۹۴۷ء کے پاکستان میں جو حالت ہے وہ سب دیکھ رہے ہیں۔ (جدید)

دوسری وجہ یہ تھی کہ میں نے اس تحریک کے اقتصادیات دینی کے بجائے دینی
 قومی کو بہت زیادہ کارفرما کیا۔ اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں اسلام اور مسلم
 قوم پرستی ایک مدت سے غلط فہم ہیں، لیکن قریبی قریب میں اس تصور کو اسلامی جو
 آنا کم اور قوم پرستہ و غیر انسانی اور بڑھاپہ ہے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اس میں
 بڑی قوم پرستی ہی قوم پرستی ضرور چلتے۔ صوبہ چھہ کہ ایک بڑے ممتاز پیشہ ور
 کو ایک مرتبہ اس امر کی شکایت کرتے ہوئے لٹا گیا کہ مجھے اور حکومت کے دہشت
 مسلمان اینگلو انڈین فاعشات کے پاس جاتے ہیں مگر ان کے مسلمانوں میں انھیں ان کی
 سرپرستی کی زیادہ مستحق ہیں اس عقیدے کی پہنچ جانے کے بعد اس مسلم قوم پرستی
 کے ساتھ مزید وفاداری برقرار رکھنے کے نزدیک گناہ عظیم ہے۔ یہ ظاہر بات ہے
 کہ مستحکم جماعتی زندگی پیدا کرنے کے لیے افراد میں بہر حال کوئی ایک مشترک
 وفاداری پیدا کرنا کافی ہے، خواہ وہ خدا کی وفاداری ہو یا قوم کی یا وطن کی۔
 اس لحاظ سے جن لوگوں کو بعض جماعتی استحکام مطلوب ہے ان کے لیے تو یہ
 امر کسی تشویش کا باعث نہیں ہو سکتا کہ مسلمانوں میں خدا کے بجائے قوم کی مشترک
 وفاداری سے یہ مقصد حاصل ہو، لیکن ہم خدا پر ایمان رکھنے والوں کو ان کو کس
 زمین میں بناء اور کس آسمان کے نیچے سر چھپانے کی جگہ ملے گی اگر ہم بھی خدا کے
 ہی بندوں کو خدا کے بجائے کسی اور کی مشترک وفاداری پر مجتمع ہوتے دیکھتے
 رہیں اور کچھ غور کریں۔

یہ ہیں وہ حرکات جن کے تحت اس جبر کے مضامین لکھے گئے ہیں جنہیں
 نے ان مضامین میں مسلمانوں کی مختلف جماعتوں پر خدا کی کہیں ان کے پیشہ ور
 پر جماعتی عداوت تنقید کی ہے، مگر خدا شاہد ہے کہ کسی شخصیت یا کسی پارٹی سے
 ہم کو کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے۔ یہی صورت حق کا دوست اور باطل کا دشمن
 ہیں۔ جس چیز کو میں نے حق سمجھا ہے اس کے حق ہونے کی دلیل بیان کر دی ہے
 اور جسے باطل سمجھا ہے اس کے باطلان پر بھی دعائیہ بیان کر دیتے ہیں۔ اگر کوئی

شخص جو جسے اختلاف رکھتا ہو اور وہ دلیل سے میری رائے کی غلطی واضح کر دے
 تو میں اپنی رائے واپس لے سکتا ہوں۔ بس یہ وہ حضرات جو صرف یہ دیکھ کر
 کہ کچھ ان کی پارٹی یا ان کی محبوب شخصیتوں کے خلاف کہا گیا ہے غضبناک ہو جاتے
 ہیں اور پھر اس سے بہت نہیں کرتے کہ جو کچھ کہا گیا ہے وہ حق ہے یا باطل۔
 تو ایسے لوگوں کے غینہ و غضب کی بجائے کوئی پروا نہیں۔ میں خدا ان کی گامیوں کا
 جواب دوں گا اور خدا اپنے طریقہ ہی سے ہٹوں گا۔

قہر

ابراہیم

مترجم ۱۳۹۰ھ ذی قعدہ ۱۹۴۱ء

تعارف مقصد

قوانینِ فطرت سب کے سب جدا کشتہ بندی، نا لگنے والے لگے ہیں، ہر کچھ سے ناگوار ہیں، پہلے میں تانوں کی طرح تھی، اب اس کی طرح کیا ہی ہے اور اس کی کابینہ کی انتہا تک پہنچے گی۔ زمانہ کے تغیرات کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ دشمن اور دوست کے لیے جو قانون دنیا کے ایک حصہ میں ہے، دوسرے حصہ میں بھی ہے۔ ایسا بھی نہیں ہوتا اور نہیں ہو سکتا کہ مشرق میں حرارت کی، اریستہ کی کیفیت، کھاد اور ہوا اور مغرب میں کچھ اور مثال میں بد کشتی، ایک دھند سے چلے اور مغرب میں دوسری دھند سے۔ اشیاء کے پھٹے اور بگڑنے، بڑھنے اور گھٹنے، پیدا ہونے اور فنا ہوجانے کے لیے جو قوانین مقرر ہیں ان کا اطلاق سب پر یکساں ہوتا ہے۔ حق میں کوئی نورو عایت کوئی ناگ پیٹ، کوئی جانب داری نہیں ہائی جاتی۔ فطرت کا کسی کے ساتھ کوئی ایسا رشتہ نہیں جو دوسرے کے ساتھ نہ ہو۔ وہ کسی کی دوست اور کسی کی دشمن نہیں۔ کسی پر ہر ماں اور کسی پر ہر ماں نہیں۔ جو آگ میں ہاتھ ڈالے گا، ہل جائیگا جو زہر کھائے گا، مر جائیگا۔ جو غذا کھائے گا، قوت اور نشوونما پائے گا۔ فطرت کے حدود و فرائض ان میں یہ ملکی نہیں کہ دیا سوائی کی دگڑے سے ایک کے لیے تو آگ کا شعلہ پیدا ہو اور دوسرے کے لیے پانی کی دھار۔

انسان جس فطرت پر پیدا کیا گیا ہے وہ بھی اسی فطرت کا ایک ڈرغ ہے جو دنیا
 کائنات پر جاری ہے، لہذا انسانی فطرت کے قوانین بھی فطرت کائنات کی تسبیح
 و ثناء، عالمگیر اور بے لگ ہیں۔ زمانہ کے تغیرات سے متاثر ہیں خود کتنا ہی تغیر
 ہو جائے، حقائق میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ علم اور دہم میں جو فرق آج سے صد ہزار
 برس پہلے تھا وہی آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ علم اور دہل کی جو حقیقت
 دو ہزار برس قبل رکھی تھی وہی دو ہزار برس بعد کیسے بھی ہے۔ جو چیز حق ہے وہ
 جیسے میں بھی ویسی ہی حق ہے جیسی امریکہ میں ہے۔ اور جو چیز باطل ہے وہ کالے
 کے لیے بھی اسی طرح باطل ہے جس طرح گورے کے لیے ہے۔ انسان کی
 مساوات و شقاوت اور ظلم و غسری کے لیے فطرت کا قانون قطعاً بے لگ ہے۔
 جس میں کسی شخص، کسی قوم، کسی نسل کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ نہیں جو دوسرے کے
 ساتھ نہ ہو۔ اسباب مساوات اور اسباب شقاوت سب کے لیے یکساں ہیں۔
 جو شقاوت کے اسباب فراہم کرے گا وہ بھی اس بنیاد پر مساوت سے ہمکنار نہیں ہو
 سکا کہ اس کا تعلق کسی خاص ملک یا نسل یا قوم سے ہے، اور اسی طرح جو مساوات
 کے اسباب فراہم کرے گا وہ بھی اس بنیاد پر سب کے ثمرات سے محروم نہ
 رہا کرتا۔ لہذا وہ ظلم و نسل سے تعلق رکھتا ہے یا ظلم و نام سے محروم ہے۔

فطرت انسانی کے اس ذاتی، عالمگیر اور بے لگ قانون ہی کا وہ سرانجام اسلام
 ہے۔ اس کو انسان پر مشتمل کر نفع و لا وہی نامہ کائنات ہے جس نے انسان
 کی اور سارے جہان کی فطرت بنائی ہے۔ یہ کسی قوم پرست کا شعلہ نہیں ہے جو
 صدی دنیا کو اپنی قوم کے مفاد و مصالح کی نظر سے دیکھتا ہو۔ یہ کسی طبقاتی پیشہ کی
 فکر بھی نہیں ہے جو سارے مساوات پر ایک طبقہ کے نقطہ نظر سے نگاہ لیلتا ہو۔
 فی الجملہ یہ کسی انسان کے اجتہاد کا نتیجہ نہیں ہے کہ کسی خاص عہد کا، کسی خاص ماحول
 کا اور کسی خاص شخص یا گروہ کی دلچسپیوں کا نتیجہ ہو۔ یہ تو وہ حقیقت رب العالمین
 کی چرایت سے عطا فرماتا ہے، اور رب العالمین وہ ہے جس کی نگاہ میں سب انسان

یکساں ہیں۔ وہ انسان کو انسان کی حیثیت سے دیکھتا ہے۔ دگر ہندی اور جبریں اور
 اٹالین کی حیثیت سے، یا مسعود اور کسان اور کسراہیہ و لد کی حیثیت سے۔ اس کو
 انخاص اور اقوام سے دلچسپی نہیں بلکہ محض انسان سے ہے۔ اس لیے وہ دیانت،
 اخلاق اور دینیت کا منہ کے جتنے اصول بتاتا ہے وہ سب کے سب ہر قسم کی مڑبڑ
 سے پاک ہیں۔ ان میں بحیثیت برہمن تمام انسانوں کی فلاح و سیرود اور زندگی کے ہر
 مرحلے میں ان کی کامیابی پر نظر رکھی گئی ہے۔ وہ نظریات کے نام دوسرے قوانین کی
 طرح مانگیر ہیں۔ ان کا کسی شخص یا قوم کے ساتھ کوئی خصوصی رشتہ نہیں ہے۔ کوئی دگر
 شخص یا قوم کے ساتھ ہر سکا ہر۔ جو کوئی بھی ان اصولوں کو قبول کر کے ان کے مطابق
 عمل کرے گا، فلاح پائے گا، خواہ وہی ہر یا جیش، اگرے نسل سے تعلق رکھتا ہو یا وہی
 نسل سے۔ اور کچھ میں درجہ ہر یا جیش میں۔ اور جو ان اصولوں سے انحراف کرے گا
 نقصان اٹھائے گا، خواہ وہ کسی پنجیر یا جیش ہی کیوں نہ ہو۔

اسلام کے انہی مانگیر اصول پر انسانی حیات کی تیر زون ہر اس شخص کا فرض ہے
 جو اسلام کی صداقت پر ایمان رکھتے۔ اور چنانچہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں اس لیے ہر
 ہندی تمام گوششوں کا مقصد اسی ہے۔

مگر جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا مقصد سب سے پہلے اپنے دلی کو اندہ پاکستہ تمام
 دنیا کو راہ اسلام، بنانا ہے تو اس سے ایک ناواقف آدمی اس غلط فہمی میں پڑ جائے
 ہے کہ جس طرح ہر و شیعہ قوم پرست زمین میں اپنی قوم کا غلبہ اور تسلط چاہتا ہے، اسی
 طرح ہر لوگ اپنی قوم کو غالب اور حکمرانی دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ مسلمانوں کا قوم
 میں پیدا ہونے میں اس لیے مسلمانوں کی حکومت ان کا نصب العین بن گیا ہے۔
 ہی ہندوؤں میں پیدا ہونے کو جوتے تو مسیحی اور سائوز کر جتے۔ جبریں میں پیدا
 ہوتے جوتے تو ہندو اور گنگا کے تپ میں خورد ہوتے۔ کسی ملامی کی آڑ میں

ہست میں ہم اپنے تو سرحدی کی صورت اختیار کرتے۔

یہ لفظ بھی صرف اسی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ در اسلام کو زور نہیں ہے کہ ہم سنی سماج بنائے گا ہے، مادہ نگاروں میں حقیقتاً بڑا فرق ہے۔ جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ جو جسے دائرۃ اسلام میں داخل ہیں اور معاشرت کے اعتبار سے مسلمانوں میں شمار کیے جاتے ہیں، اور اگر غیر اسلامی طریقوں پر حکومت کریں، تو ان کی حکومت مسلمانوں کی حکومت تو ضرور کہہ دے گی کہ اتفاق سے اس کے حکمران کراچی ہیں، مگر یہی حکومت اسلامی حکومت ہرگز نہیں کہہ دے اس پر صحیح معنوں میں دائرۃ اسلام کا اطلاق ہر کے کا۔ مثلاً گولا، ہمارا نصب نہیں ہیں مسلمان حکومت کا قیام ہرگز نہیں ہے۔ اگر اس حیثیت سے ہم اپنی قوم کی بڑائی چاہیں، اور اگر ہمارا مقصد یہ ہو کہ بعض زمینی طاقت سے مندر حکومت پر قبضہ کر کے زمین کی دولت اور فرائض روائی کے نکتہ کو اپنی قوم کے لیے مخصوص کر لیں تو خود اسلام ہی سب سے پہلے آگے بڑھ کر ہم کو عالم اور مندر پر آگے کر لے گا۔ صحت یہ ہے کہ۔

وَلَمْ يَكُنِ اللَّهُ الْإِسْلَامَ كَمَا يَكُونُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى
عَلَيْهِمْ السَّلَامُ (الاحقاص - ۱۰۴)

آخرت میں عزت کا مقام ہم نے عزت نہیں مانگیں گے یہی رکھنا ہے

جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے اور خدا کا ارادہ رکھتے ہیں۔

در اصل جو چیز ہمارے پیش نظر ہے وہ مسلمانوں کی حکومت نہیں بلکہ اسلام کی حکومت ہے۔ اسی اسلام کی حکومت ہر جگہ ہے دیانت، اخلاق اور عفت کا خزانہ۔ کے عالمگیر اصولوں کا یہ اسلام ہماری یا کسی کے پاس ہوا کی بیروٹ نہیں ہے۔ اس کا کسی سے کوئی خاص رشتہ نہیں۔ جو ان اصولوں پر ایمان لائے ان پر عمل کرے وہی اسلام کا حصہ ہے۔ نہ اگر نسل کے اعتبار سے چھوڑا جائے گی ہر تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سند خلافت پر بیٹھ سکتا ہے، نہ اگر نسل جتنی غلام بھی ہو تو عرب و عجم کے شرعاً اور عادات کا امام ہی سکتا ہے۔ مثلاً سے تیر و سورس سے جن کے خاندان میں

موجب فلاح سمجھا ہر اس کو عاشقی کے ساتھ اپنے دل میں رہا ہے مگر میں مجھے میثاق ہے
اور جی ملحقوں کو یہ ایسا آزادی کے ساتھ نقصان دہاں سمجھا ہر انہیں اپنے بنا کے وطن
کی زندگی پر مستعد ہونے دے۔

جی لوگوں نے مغرب کے جمہوری نظام کا مطالعہ کیا اور اسے اپنے نزدیک برحق
پایا اور آج کوشش کر رہے ہیں کہ ہندوستان کے نظام تمدن کو مغربی ڈیموکریسی کے نونہ
پر لٹھالیں۔ جی لوگوں نے سوشلزم کا مطالعہ کیا اور اسے برحق پایا اور آج کوشش کر
رہے ہیں کہ ہندوستان کی اجتماعی تعمیر نو (Social Reconstruction) یا کسی
اشتراکیت کے طریقے پر بروئے کار کریں ہے یا کیا اس کے لیے کوئی گنجائش اس کے سامنے
کی جا سکتی ہے کہ ان کے ایمان و اعتقاد کا مستحق ہے یا کیا ان کے اس اقدام کو کوئی
فصل غلط غلط وطن یا غلط غلط نہایت کہہ سکتا ہے یا کیا ان کے حق میں یہ
دست ہائی ہوگی کہ وہ میں ملک کو اپنے بنائے جس کے لیے مساحت و فلاح کا
ادید سمجھتے ہیں اس کو رائج کرنے کی جدوجہد کریں اور کسی ایسے نظام زندگی کی طرانی کو
گوارا کریں جو ان کے نزدیک باشندگان ملک کو بہترین اور برحق کی طرف سے جاننے والا
ہر ہنگام و فتنہ ملک کی آزادی اور عزائم عالم کے درمیان اہل وطن کی عزت و شرف
کا امکان کسی شخص استبدادی حکومت کے قیام یا سرحد و علاقہ نظام کے بقا میں ہو اور
کیا کسی نئے جمہوریت پسند یا کسی دست باز اشتراکی سے آزادی اور وطن کی عزت کے
نام پر اپنی کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے اپنے مسکوں کو چھوڑ کر اس طریقے کو قبول کر
لیں؟ اور کیا ان دونوں کو اس قسم کی اپیلی نہیں کرنا چاہیئے؟

بالکل یہی پریشانی چھوٹی جی ہے۔ ہم کو جو چیز درگاہ ہم کی صداقت کرنے
پر آمادہ کرتی ہے وہ بیحد ہی ہے جو دوسرے لوگوں کو ہمیں یہ "اذا اشتراکیت"
کے نعرے بلند کرنے پر آمادہ کر رہی ہے۔ ہم خبر ہوں اسلام کا تنقیدی اور تحقیقی
مطالعہ کر کے ہم نے اس کی اقتصادی داس داس کے نظر سر پر حیات داس کے
احوال و اخلاق داس کے نظام تمدن داس کے قوانین معاشرت و معیشت داس کے

انچوسے بہت دور حکومت، فرض اس کی ایک ایک چیز کو جانچا اور ہر کدہ ہم نے نیا
کے دوسرے اجتماعی نظریات اور ترقی ٹیکنوں کو کشاں کر دیکھا اور اسلام سے اس کا
تعلق کیا۔ اس تمام مطالعے اور تحقیق و تہقیر سے ہیں اس پر پوری طرح مطمئن کر دیا کہ
انہوں کے لیے حقیقی فروع و مساوات اگر کسی مسئلہ میں ہے تو نہ صرف اسلام ہے۔
اگر مقتدر ہیں ہر مسئلہ خاص ہے۔ کسی دوسرے مسئلہ کی مطلق بنیاد حاصل اور
مستحکم نہیں۔ کسی دوسرے مسئلہ میں انہوں کی شخصیت کا اقتدار (Development)
(Personality) کا پتہ آتا ہے نہیں کسی دوسرے مسئلہ میں اجتماعی (Social Instincts)
اور میں انسانی تعلقات کا یہی ترازو (Measure) نہیں۔ کسی دوسرے مسئلہ میں
فطرت انہوں کے تمام پہلوؤں کی متناسب رہیت نہیں۔ اسلام کے سوا کوئی مسئلہ دنیا میں
وہاں موجود نہیں جو انسان کو حقیقی آزادی سے ہم گذر کر ہمارے اُسے عزت کے بلند ترین سطح
کی طرف لے جاتا ہو، اور ایک ایسا اجتماعی اصول پیدا کرتا ہو جس میں ہر شخص اپنی توجہ و
استعداد (Potentiality) کے مطابق مطلق، اور مطلق اور مطلق ترقی کے تہائی مدارج
تک پہنچ سکے اور ساتھ ہی اپنے دوسرے انسان کے جنس کے لیے بھی ایسی ہی
ترقی میں مددگار ہو۔

یہ ایسا اور یقینی حاصل ہو جانے کے بعد ہمارے لیے درست ہادی لا انتظام
کیا ہے؟ کیا بالکل وہی نہیں جو ہمارے جمہوریت پسند یا اشتراکیت پسند جانتے
جنس کے لیے ہے؟ میں مسئلہ اجتماعی کرم چوری دیانت کے ساتھ انسانیت کے
لیے رحمت سمجھتا ہوں، کیا ہم پر یہ فرض ملتا نہیں ہو جاتا کہ اپنے ملک اور اپنے انسانیت
نوع کی اجتماعی زندگی کو اسی مسئلہ کے مطابق عقلم کرنے کی جہت چھوڑ کریں؟ جو چیز
جمہوریت پسندوں اور اشتراکیت پسندوں کے لیے حق ہے وہ ہمارے لیے
کیوں غریب ہے؟

- اسلام کے حلق چوری یہاں سے نہیں ہے کہ ہم مسلمان گھری
پیدا ہوتے ہیں، اور اسلام کے حق میں ایک طرح کو یہ باتیں بیان دیکھتے ہیں۔ اپنے

دوسرے عقائد کے متعلق تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ان کا کیا حال ہے، مگر اپنی فطرت کی
 متکب میں کہہ سکتا ہوں کہ اسلام کو جس وحدت میں میں نے اپنے گمراہ پیشوا کی مسلم
 سوامتھی میں پایا، میرے لیے اس میں کوئی کشش نہ تھی۔ تنقید و تحقیق کی صوابیت
 پیدا ہونے کے بعد پہلا کام جو میں نے کیا وہ بھی تھا کہ اس بے روح مذہبیت کا
 عقائد اپنی لگن سے آثار چھیننا جو مجھے یروش میں ملی تھی۔ اگر اسلام موت کا سب
 لمب سب کا نام ہوتا تو اس وقت مسلمانوں میں پایا جاتا ہے تو شاید میں بھی ان کی تعداد
 اندر لے بیوں میں جا چکا ہوتا، مگر نگر میرے اندر نازی غصہ کی طوت کوئی میلان نہیں
 ہے کہ معنی حیات کی کسی کی خاطر اہل دار پرستی کے چکر میں پڑا ہوں۔ لیکن میں چیز
 نے مجھے اتحاد کی راہ پر جانے یا کسی دوسرے اجتماعی مسلک کو قبول کرنے سے
 روکا اور اس پر زبستان بنایا وہ قرآن اور سیرت محمدی کا مطالعہ تھا۔ اس نے مجھے
 انسانیت کی اصل حدود و قیمت سے آگاہ کیا۔ اس نے آزادی کے اس تصور سے
 مجھے آدھشتاس کیا جس کی بلندی ملک دنیا کے کسی بڑے سے بڑے ہر لہ انقلاب
 کا تصور ہی نہیں پہنچ سکتا۔ اس نے انفرادی حق سیرت اور اجتماعی عدل کا ایک ایسا
 نقشہ میرے سامنے پیش کیا جس سے بہتر کوئی نقشہ میں نے نہیں دیکھا۔ اس کے
 تجویز کردہ لائحہ زندگی ~~میں مجھے دیکھا ہی نہ تھا~~ میں مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔
 تو ان کی ~~نظر آئی~~ نظر آئی جیسے ایک عالم کی بندش سے لے کر
 اجرام فلکی کے قانونی جذب و کشش تک ساری کائنات کے نظم میں پایا جاتا ہے۔ اور
 اسی چیز نے مجھے قائل کر دیا کہ یہ نظام ہادی بھی اسی حکیم کا بنایا ہوا ہے جس نے اس
 جہانِ رحمن و ماکر عدل اور حق کے ساتھ بنایا ہے۔

پس وہ حقیقت میں ایک تو مسلم ہوں خوب پہنچ کر کہہ چکا کہ اس مسلک پر
 ایمان والا ہوں جس کے متعلق میرے دل و دماغ نے گواہی دی ہے کہ انسان کے لیے
 فلاح و نفع کا کوئی راستہ اس کے سوا نہیں ہے۔ نئی عورت غیر مسلموں ہی کو نہیں بلکہ خود
 مسلمانوں کو بھی اسلام کی طوت و عورت دیکھوں اور اس وحوت سے میرا تصور اس تمام نہاد

مسلم سوسائٹی کو ذاتی رکھنا اور بڑھانا نہیں ہے جو خود ہی اسلام کی راہ سے بہت کمزور پڑ گئی ہے، بلکہ یہ دعوتِ رسالت کی طرف ہے کہ انہیں علم و فطیماں کو ختم کر دیں جو دنیا میں چھوڑنا ہے، انسان پر سے انسان کی خدائی کو مٹا دیں اور قرآن کے نقش پر ایک نئی دنیا بنائیں جس میں انسان کے لیے بحیثیت انسان کے شرف و حریت ہو حرجت اور مساوات ہو عدل اور احسان ہو۔

بدقسمتی سے اس وقت ہندوستان میں مصلحت نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی ہے جس کی وجہ سے اسلام کی تبلیغ کا نام سننے ہی ایک شخص کا ذہن خود آلودہ کر دیتا ہے۔ لہذا کوشش ایک سیاسی فکر (Political Ideology) کے ذریعہ انسانی تخیل کی بہت سی دوسری چیزوں کی طرف منتقل ہو رہا ہے۔ ایک طرف جمہوری فلسفہ حکومت کے قیام کے سیاسی طاقت اور اس کے تمام ضمنی فوائد کو لوگوں کی کمرٹ پر منحصر کر دیا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں کو پڑنیشیز بنا دیا ہے کہ ان کی جانب سے لپٹنے والے لوگوں کیلئے کوئی کوشش جس شے سے بچ نہیں سکتی کرے جو موزنڈ (Ambitions) قوم اس راستے سے سیاسی اقتدار حاصل کر رہا ہوتی ہے۔ ان شبہات کو درست پہنچانے میں خود مسلمانوں کا ہاتھ بھی کافی حصہ ہے۔ ان کے پیٹ سے غلط فہمیاں نے تبلیغِ تبلیغ کا شہد کچھ اس طرح بند کیا کہ گریہ معنی ایک سیاسی حربہ ہے جس میں جمہوری انداز میں صرف اس غرض کے لیے استعمال کرنا چاہیئے کہ اپنی قلتِ تعداد کے جو سپردہ رکھے کو حل کیا جاسکے۔ اس پیرزنی اسلام کے راستے میں ایک شدید قسم کا سیاسی تعصب حاکی کر دیا ہے۔ سوشلزم، کمیونزم، نیشنلزم یا اور کسی ازم کی تبلیغ کی جائے تو لوگ اس کو بعض اس کے مذاقِ اذیت (Machins) کے لحاظ سے دیکھتے ہیں اور لوگوں کے مدعا کو وہ اپیل کرتا ہے تو اسے قبول کر لیتے ہیں۔ مگر "اسلام ازم" کا نام آتے ہی لوگوں کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے کہ یہ ہمارے ملک کی ایک ایسی قوم کا مسلک ہے جو پہلے یہاں حکومت کی چلی ہے اور اس جمہوری انداز میں قبیل اقتدار جو سنہ کی وجہ سے اپنے دھڑ بڑھاتا چلا ہوتا ہے

بلکہ نائنہ جہاں کی نشستوں اند و فتری خدمت کی گڑبڑوں پر قبضہ کرے۔ یہ خیال آئے ہی دل بد مرغ پر قویٰ تحسب کے نقل پڑھ جلتے ہیں اور ذائقہ اصوات کے لبا فاسے جاپٹنے پر کھنکھ کا سوال ہی خارج از بحث ہو جاتا ہے۔

بہرہ ان عادات کا بڑے صبر کے ساتھ متکا بہ کرنا پڑے گا۔ نیکی اور صفت کی راہ میں ہمیشہ مشکلات محال ہوتی رہی ہیں۔ شیطان ناہییں نکالتا ہی ہوتا ہے اور حق کی راہ ہر محال مانع سے پریر رہتی ہے۔ معنی صبر و لگاؤ تاری اور خالصتہ طور پر اللہ کام کرنے سے ہم مسلمانوں کے دل بھی بدل سکتے ہیں اور غیر مسلموں کے دل بھی۔ جب ہماری سنی و چھدر میں خدا کی خوشنودی اور اللہ بنی نوع انسان کی غیر خواہی کے خواہی و نہیں فرما کا شائبہ تک نہ ہوگا تو لوگوں کے دل خود بخود اس حقیقت کا ادراک کرنے کے لیے تیار ہو جائیں گے کہ اسلام کسی نسل اور قوم کی میراث نہیں ہے بلکہ ایک انسانی مسلک ہے جس کا تعلق تمام انسانوں سے ویسا ہی عام ہے جیسا ہمارا اجداد کا تعلق سب سے ہے۔ اس میں ہر انسان دوسرے انسان کے ساتھ برابر کا شریک ہو سکتا ہے۔ یہ جس طرح مسلمانوں کی چیز ہے اسی طرح تہدی بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ اگر نیکی اور تقویٰ اور استقامت و اہلی کی اخلاص میں تم جن مسلمانوں سے بڑھ جاؤ تو امانت تم کو ملے گی و تقدیم اور مشرف تم کو حاصل ہوگا۔ خلافت کے اسی تم ہو گے اور نسل مسلمان پیچھے رہ جائیں گے۔ یہاں ہر حقیقت اور نسل پرستی نہیں ہے کہ عورت و ثروت اور قوت و اقتدار پر کسی خاص گروہ کا دعویٰ اجاڑ ہو۔ یہاں ایک قوم پرندہ سوری قوم کے غلبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تبلیغ اسلام کی نوعیت اچھوت اور خدا کی نہیں ہے کہ ایک گروہ یعنی چھدری قوم کے واسطے بڑھانے کے لیے اس کی نگہ بدنائی جائے۔ گزندگی کی منافع میں اسے برابر کا حصہ دیا جائے۔ اسلام میں تو برابر ہی نہیں بلکہ

نے صورت تو مل کر پستی سے اٹھانے کا شوق۔ (چند)

نے اس نائنہ میں ہندو و عیسائیوں نے ترکیب صورت اس لیے اٹھائی تھی کہ دنیا صرف ہندو

اصحابِ ازل کے لاف سے ایک شخص ذلیل و مسترد بھی ہو سکتا ہے۔ یہاں پیدا نفس کی وجہ سے آدمی اللہ آدمی میں کوئی اختیار نہیں۔ کسی شخص کی راہ میں اس کے پیشے یا اس کی تربیت کی وجہ سے کوئی حادثہ قائم نہیں۔ تم اپنے کیر کڑ اور اپنے گنہگار کے زور سے جہاں تک اڑنے کی طاقت رکھتے ہو اور کتنے ہو۔ خوش سے خوش شکستہ دہی ترقی کی راہ میں کوئی بندک نہیں۔

بعض لوگوں کے ذہن میں یہ خیال بھی کھٹکتا ہے کہ اسلام تیر و چار صدی پہلے کا ایک مذہب ہے۔ اس کو کئی ایک نئی اور عقلانی اور عقلی و سیاسی تحریکیں کی حیثیت سے دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ اس کا خاتمہ ہے؟

جو لوگ اللہ سے کسی چیز کو معنی سرسری نظر ہی سے دیکھ کر اسے قائم کر لیتے ہیں ان کی رائے عموماً غلط ہوا کرتی ہے۔ ایسی ہی غلطی یہ لوگ بھی کر رہے ہیں۔ انہوں نے قرآن کا غائر نظر سے مطالعہ نہیں کیا۔ غصہ علی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر تحقیقی نظر نہیں ڈالا۔ اس لیے معنی قیاسی مفروضات کی بنیاد پر فیصلہ کر لیتے ہیں کہ اسلام اب سے تیر و سریریں پہلے کی ایک مذہبی تحریک تھی جو اس زمانہ کے فطری و عقلی حالات میں خراج مشابہت پیدا کر رہی تھی۔ یہ سب ثابت ہو چکے ہیں کہ اس زمانہ کے حالات میں دنیا پر مسلط کچھ نئی مسائل اب نہ رہے۔ اس غلط فہمی کو پیدا کرنے والے بڑے پکڑنے والے خود مسلمانوں کے اپنے نظریے ہیں۔ ابھی یہ سب کچھ دیکھ لیں کہ انہوں نے خود بھی اسلام کے مفروضات نہیں کیا اور اسے ایک تحریک (Movement) کے بجائے معنی زمانہ و صفت کی ایک جھڑی پر مبنی بنا کر رکھا۔ یہاں تک کہ اسلام فطرتِ الہیہ کی اپنے ذہن سے تاریکی اور سیاہی قضاہات اور عقلی مفروضات کو نکال کر اسلام کا اس قضاہات مطالعہ کو جسے تو اس پر یہ حقیقت باہمی شکستہ ہو سکتی ہے کہ انہم کسی خاص زمانہ کی مذہبی تحریک نہیں سمجھیں گی کیا

(جیہاں مفروضہ ہے) ہندوئی کے کچھ لوگ چیت کو جس بدو قوم سے مانگتے ہیں جہاں ایک مٹا ہوا علوم و فنون کی وحییت ہندو مت پر مشتمل تھی وہ لوگ کیوں رہے۔ (مہر)

حق اور کافروں کے درمیان جو، بلکہ یہ ایسے امور ہیں جو انسانی فطرت کے حقائق پر مبنی ہیں اور ہم قوانین فطری کے ساتھ کامل موافقت (Harmony) رکھتے ہیں، انسان کے صحت اور بیماریات خواہ کتنے ہی بدل جائیں، مگر اس کی فطرت ہر حال میں اس کی قوت رہتی ہے۔ لہذا خواہ کتنے ہی پٹے لگائے، اور حال کا نام فطرت کے حقائق اور قوانین میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ لہذا جو فطری امور اور قوانین فطرت کے تحت انسانی زندگی کے لیے مفید تھے وہی اس بیوری میں بھی مفید ہیں، انسان ہی ... بیوری میں بھی منزلی سادہ سے فطرت انسان کی رہائی کے لیے کافی ہوں گے۔ تغیر جو کچھ بھی ہوگا ان فطری امور میں نہیں بلکہ سلفہ والے حالات پر ان کے قوانین (Laws) میں ہوگا۔ اسلام کی اصطلاح میں اس کا نام اجتہاد ہے، یعنی امور کو ٹیپ ٹیپ بلکہ کافروں کی اپرٹ کے مطابق نئے حالات پر منطبق کرنا۔ اور اجتہاد ہی وہ چیز ہے جو نظام اسلامی کو ایک محرک و متحرک (Dynamic) نظام بناتا ہے اور اس کے قوانین کو حالات و ضروریات کے مطابق مرتب (Flexible) کرتا رہتا ہے۔

ترجمان القرآن - جولائی ۱۹۴۹ء

تحریک اسلامی کا تنزیل

دنیا میں جب کوئی تحریک کسی حقوق یا اجتماعی یا سیاسی مقصد کے کڑھتی ہے تو اس کی طرف ہم ہی لوگ رجوع کرتے ہیں۔ جی کے نہ ہی لوگ اس تحریک کے مقصد اور اس کے اصول و اپیل کرتے ہیں۔ جی کی طبیعتیں اس کے عروج سے مناسبت رکھتی ہیں۔ جی کے دل گما ہی دیتے ہیں مگر جی تحریک مسیح اور مسیحوں سے اور جو اپنے نفس کی پادری تہذیب کے ساتھ اس کو چھوڑنے اور انہیں قائم کرنے کے لیے آگے بڑھتے ہیں۔ ان کے سوا باقی تمام لوگ جی کی طبیعت کی افتاد اس تحریک کے مقصد اور اصولوں سے غافل ہوتے ہیں۔ اچھے ہی اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ اس کے دائرے میں آگے دھکے داتے نہیں دہاتے بلکہ خدا آتے ہیں۔ انہیں کوئی چیز چھوڑ کر کے غلامی اور اس میں داخل نہیں کر دیتی، مذکر کی طاقت انہیں مار کر اس میں چھوڑ دیتی ہے۔ جیسے کوئی کسی اندھے کو چٹکی میں لے مار کر چھوڑ دے وہ اسے کچھ چتر نہ ہو کر میں کہیں ہوں اور کس لیے دیا گیا ہوں۔ بلکہ وہ اسے چار بچ کر، پر لنگر، بھوک، پیاسے شعور اور کامل قصد کے ساتھ آتے ہیں، اور جب آجاتے ہیں تو اس کے مقصد کو اپنا مقصد بنا کر کام کرتے ہیں کیونکہ وہی مقصد ہی کے دل و دماغ کو اپنی کرتا ہے۔ اس کے اصولوں کو وہ اپنے اصول بنا کر چلتے ہیں کیونکہ ان اصولوں کو صحیح و برحق سمجھ کر ہی وہ اس تحریک میں شامل ہوتے ہیں۔ ان

کے ہے اس تحریک کو چلانے کی لاڈلگی کا مشن ہی جانتا ہے کہ اگر جو چیز ان سے ان کا بچہ
 منکب و مشرب چھڑا کر اس سے منکب کی طرف کھینچ کر لائے ہے وہ ان
 ان کے قلب و روح کا فیصلہ ہوتا ہے کہ یہی منکب حق اور راست ہے۔ وہ ان کے
 تحریک میں ان پر حق منکب ہوتا ہے۔ اس کا انکشاف ہی ان کو اس تحریک کی طرف
 کھینچتا ہے۔ اور انکشاف حق کی خاصیت ہے کہ وہ آدمی کو بھی اس مقام پر نہیں
 تھیرنے دیتا جہاں وہ انکشاف سے پہلے تھا، بلکہ وہ اسے کشاں کشاں اس مقام کی
 طرف کھینچ لے جاتا ہے جو حق کی روشنی میں نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ
 کسی تحریک کی مداخلت کے مرتب ہو کر اُسے قبول کرتے ہیں ان کی زندگیوں کا رنگ
 بدل جاتا ہے۔ وہ پیچھے سے بالکل مختلف ہو جاتے ہیں۔ ان سے ایسی باتوں کا اظہار
 ہوتا ہے جن کی توقع عام حالات میں نہ تھی۔ وہ اپنے اصول کی خاطر
 دوستیوں اور غرضی دشمنوں تک کو قریب کر لیتے ہیں۔ وہ اپنے کام و بار اپنی پڑوسی
 اپنے منافع اور اپنی ہر چیز کا نقصان گوارا کرتے ہیں، حتیٰ کہ قید و بند کی تکلیف اور موت کے
 خطر تک بھڑپا اُٹھ کر جاتے ہیں۔ یہ انتہا یہاں تک ہوتا ہے کہ ان کی حالت
 بدل جاتی ہے، ان کے خصلات میں تغیر آ جاتا ہے، یہاں تک کہ ان کی شکل، صورت،
 لباس، اخلاق اور عام سیر و زندگی پر بھی اس کے اثرات ایسے نمایاں ہوتے ہیں کہ
 گرد پیش کے لوگوں میں وہ اپنی ہر بات سے تنگ پہچان لے جاتے ہیں، ہر شخص ان
 کو دیکھ کر کہہ دیتا ہے کہ وہ جاس ہے، یہی غلوں تحریک کے تھے۔

ہر تحریک کی اختیاریں ہی ہوتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں سے وہ ہمت، ہمتی
 ہے جو اسے چلانے کے لیے اٹھتی ہے۔ اس کے مقصد اور اس کے اصول خود ہی
 انہیوں کی اس چیز میں سے، جو دنیا میں پادروں، فوجیوں، پوری ہے، اپنے مطلب
 کے آدمی چھانٹتے ہیں اور صرف انہی لوگوں کو اس تحریک کے دائرے میں دتے
 ہیں، جنہیں اس سے مناسب سمجھتا ہے۔

اس کے بعد ایک دوسرا ذکر آتا ہے۔ جو لوگ اس تحریک میں شامل ہوتے ہیں

اُنکی یہ نظریہ خود پیش کرتی ہے کہ ان کی زندگی میں کسی شے پر غور کرنے میں کوئی غور نہیں ہے۔ حق
 یا کفر قبول کیا ہے۔ اس فرق کے لیے وہ اپنی نئی خصلوں پر تعلیم و تربیت لگھکی زندگی اور پھر
 کے حوالہ سے اس قسم کے اختلاف ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے خیالات، افکار،
 عادات اور عبادتوں میں سب کے سب اس فلسفہ کی روح اور اس کے اصولوں کے مطابق ہیں۔
 جہاں اس میں انہیں ایک عبادت لایا ہی ہوتا ہے، انہیں ایک عبادت ہی ہوتی ہے۔
 پوری لایا ہی ہونا ممکن نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تعلیم و تربیت اور سوانحی کے
 اصول اور عقلانی عبادات کو طریق کے ڈھانچے میں بہت کچھ دخل حاصل ہے مگر فرق
 واضح کی ساخت، مزاج کی پیدائش اتنا ہی ایک اہم چیز ہے اور حقیقت میں دیکھا
 جاتے تو بنیادی چیز بھی ہے۔ نظریہ خود پندیا میں ہر قسم کے آدمی، ہر طرح اور ہر نوع
 ہر ساخت کے آدمی ہمیشہ سے پیدا ہو چکے ہیں۔ جن طرح اُن کی طرح کے آدمی کے وقت
 ہر طرح کے آدمی دنیا میں نمودار تھے۔ اعدادی سب سے اُس کو قبول نہیں کر سکتا بلکہ
 صورت دہی اس کی طرف دیکھتے تھے جو اس سے ذہنی منہ بہت رکھتے تھے۔ اسی طرح
 بعد میں بھی یہ فرق نہیں کی جا سکتی کہ وہ سب ایک ہی طرح کے آدمیوں کی نسل سے
 پیدا ہوں گے انہیں اعدادی اس طرح کے آدمی سے نہ جیسے ہی ہوگا۔ ان میں ہر چل اور ہر چل
 ہی ہوں گے۔ فرق اعدادی ہی ہوں گے۔ اور اگر کچھ ہی ہوں گے۔ جو طرح آدمی کے گھر
 میں ہر اہم شخصیت پیدا ہو سکتا ہے، اسی طرح فرق آدمی کے گھر میں ہر اہم شخصیت پیدا
 ہو سکتا ہے اور خدا ہے۔ قاری نظریہ کے مطابق یہ فرق ہی ہے کہ اُس کو سب سے
 ہر بہت تھے کہی ایسے پیدا ہوں چاہنے مزاج کی آثار اعدادی ہی بہت کے آدمیوں
 کے لئے تھے اُن کے ساتھ نہ بہت دیکھتے تھے اور خدا اس کے اندر بہت آدمی
 ایسے پیدا ہوں جو اس کے ساتھ کوئی نہ بہت دیکھتے تھے۔ پس یہ فرق ہی نہیں کہ تعلیم و تربیت

۱۔ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کے کافر بیٹے کو قتل فرمادیا گیا ہے۔

کا وہ نظام جو تحریک کے ابتدائی مادی آئندہ فکروں کے لیے قائم کرتے ہیں عدس کی پوری تخی
ہندوؤں کے سکھ کا حقیقی شفیق ہے۔

اس غلطی کے سبب یہ تحریک اس کے بنیادی اصولوں پر برقرار رکھنے کے
لیے دو صورتیں اختیار کی جاتی ہیں۔

ایک یہ کہ جو لوگ تسلیم نہ کر سکتے اور جنہیں اصول کی تاثیر سے ہار جاتا ہے انہیں
تخلیج کے ذریعہ سے اس کو جہالت سے ناسخ کر دیا جائے، اور اس طرح جہالت کو خیر
ماسب سے دور رکھ دیا جائے۔

دوسرے یہ کہ تخلیج کے ذریعہ سے جہالت میں رہنے والوں کی بھڑائی کا سلسلہ
جاری رہے، جو انہیں وہ انہیت کے اعتبار سے اس تحریک کے ساتھ نہایت دیکھتے
ہوں، اور جن کو اس کے اصول و قواعد کسی طرح اپیل کریں جس طرح ابتدائی پیروں کو
انہوں نے اپیل کیا تھا۔

یہ اندر و بند ہیں دو صورتیں ایسی ہیں جو کسی تحریک کو نڈلی سے اور کسی جہالت یا
پادری کو انحطاط سے بچا سکتی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ رفتہ رفتہ لوگ جن دونوں تدبیروں
کی اہمیت سے غافل ہوتے جاتے ہیں۔ جہالت کے گہرے نئے لوگ کو اندر و بند کی کوشش
کہہ سکتے تھے۔ جہالت کی فراوانی کے لیے تاہم ترغیبی فراوانی ہی پر اکتفا کر دیا جاتا ہے۔
اور جو لوگ اس طرح جہالت کے اندر پیدا ہوتے ہیں ان میں سے انکار و لوگ کو خاص کرنے
میں جی غفلت رہتوں اور ماسٹر کی تعلیمات اور دینی مصلحتوں کی خاطر سبکی برتا جاتا ہے۔
طرح طرح کے بہانوں سے جو حلقے سکھ میں رہیں گے انہیں نکال جاتی ہیں کہ ہر قسم کے رعب و
دباؤ اس میں ماسکین۔ اور اس سکھ کا اتحاد بھی کر دیا جاتا ہے کہ سرے سے اس کے

نہ ہر جہالت کو لوگوں میں اس پر کر (Power) سے تسلیم کیا جاتا ہے اور تا جہالتیں مناسب
انہیں کو اپنے دائرے سے ناسخ کرتی رہتی ہیں۔ بلکہ جہالت کے اصولوں سے تخلیج خوف و
جلتہ وادوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ (تقدیم)

سودی نشانات اور امتیازی حدود باقی ہی نہیں رہتے۔ یہاں تک کہ حاکمیت جماعت کے
کوئی حاکمیت کے دائرے میں راجع ہو جاتے ہیں جو کوئی قسم کی مابیت اس کے ملک سے
اس کے اصول سے اور اس کے خاصہ سے نہیں ہوتی۔

پھر جب حاکمیت میں اس کے اصول سے حقیقی مابیت رکھنے والے کم اور مابیت
نہ رکھنے والے زیادہ ہو جاتے ہیں تو اجتماعی اصول اور تعمیم و تربیت کا نظام میں بگڑنے لگتا
ہے۔ تغییر ہوتا ہے کہ ہر نئی نسل پہلے کی نسل سے بدتر آفتی ہے۔ جماعت کا نظام دور دورہ
تغیر و انقلاب کی فست بٹھنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت یہ آتا ہے کہ اس ملک کا
اور اس اصول و خاصہ کا تصور بالکل ہی ناپید ہو جاتا ہے۔ یہاں بتدایں اور حاکمیت بنی تھی۔
اس تمام پہلو پر تحقیق میں حاکمیت ختم ہو جاتی ہے اور بعض ایک نسل اور مابیت
ترتیب اس کی جگہ لے لیتی ہے۔ وہ نام جو بتدایں ایک تحریک کے طور پر اس کے لیے
برآباد تھا اس کو روک مستحکم کرنے لگتے ہیں جو اس تحریک کو مٹانے والے اور اس کے
جھنڈے کو سرنگوں کرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ نام جو ایک تصور اور ایک اصول کے
ساتھ وابستہ تھا، وہ اب سے پیٹھ کو دھڑ میں ٹھنکے گا ہے۔ وہ لفظوں کے کامیاب
کی زندگی کے اصول اور خاصہ اس نام سے لکھی مابیت ہی رکھتے ہیں یا نہیں۔ وہ حقیقت
اس لوگوں کے ہاتھ میں پہنچ کر وہ نام انکو عزت (Significance) کھو بیٹا ہے۔ وہ
خود اصول جانتے ہیں اور دنیا بھی بھول جاتی ہے کہ یہ نام کسی تصور کی ملک کسی اصول
کے ساتھ وابستہ ہے، بے معنی و مفہوم نہیں ہے۔

اسلام اس وقت بھی آخری مرحلے پر پہنچ چکا ہے۔ مسلمان کے نام سے وہ وہاں
وقت موجود ہے وہ خود بھی اس حقیقت کو بھول گئی ہے۔ اور اس کے طرز عمل سے دنیا کو
بھی یہ بات بھڑکی ہے کہ اسلام اصل میں ایک تحریک کا نام ہے جو دنیا میں ایک تصور
اور ایک اصول کے لڑائی تھی اور مسلمان کا مفاد اس حاکمیت کے لیے وضع کیا گیا تھا جو اس
تحریک کی پیروی اور اس کی عبور دی کے لیے بنائی گئی تھی۔ تحریک گم ہو گئی۔ اب تصور
فراہم کر دیا گیا۔ اس کے اصولوں کو ایک ایک کے تھک گیا۔ اور اس کا نام بھی نام عزت

زنا، رطوبت، جراثیم اور ایسی سب چیزیں ان کے لیے جہانِ برہمچاری میں حلال اور حرام کی تیز
سے دھڑکتی ہوئی آواز ہیں بلکہ اپنی زندگی کے کسی معاملے میں بھی ان کو یہ معلوم کرنے کی
پرہیز نہیں، برقی کہ خدا کا قانون اس بارے میں کیا کہتا ہے۔ نیکیا کت، اقبال اور املا میں
ان کے اس ایک انفرادہ مشرک کے درمیان کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔ مگر ان کا خدا ہی
”مسلمانوں“ ہی میں ہوتا ہے۔ فرض میں نام تو اسلام سوسائٹی کا ہوا تو میں گے تو اس میں
آپ کو بھانت، بھانت کا ”مسلمان“ نظر آئے گا۔ مسلمان کی اتنی نہیں ہیں گی کہ آپ
شمارہ کر سکیں گے۔ یہ ایک چوڑا گھر ہے جس میں چل، کھڑے، لگے، دھڑکے، تیز رفتاری پر
قسم کے جانور بھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک ”چوڑا“ ہے کہ کچھ پاگھر میں ہے۔

پھر غصہ، سہمہ کہ یہ لوگ اسلام سے غور سے نہ ہی پرکھتا نہیں کرتے بلکہ
ان کا نظریہ اب یہ ہو گیا ہے کہ ”مسلمان“ جو کچھ بھی کرتے وہ ”اسلامی“ ہے، حتیٰ کہ اگر وہ
اسلام سے نفرت بھی کرتے تو وہ ”اسلامی“ بنات ہے۔ یہ جیسا کہ میں تو اس کا نام
”اسلامی جیٹ“ ہوا کہ ”اشتراکی“ کہیں قائم کریں تو وہ ”اسلامی اشتراکی“ کہیں ”برہمچاری“
جاہلیت کی تعلیم کا ادارہ کھولیں تو وہ ”مسلم برہمچاری“ ”اسلامی برہمچاری“ یا ”اسلامی سکول“
ہوگا۔ ان کی کاغذ پر دست کو ”اسلامی“ ریاست کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ ان
کے فرعون اور فرود ”اسلامی بادشاہ“ کے نام سے یاد کیے جائیں گے۔ ان کی ہا بلانہ
زندگی ”اسلامی تہذیب و تمدن“ قرار دی جائے گی۔ ان کی برستی، مسندی اور بختی
کو ”اسلامی ٹنٹ“ کے عز و لقب سے تشبہ کیا جائے گا۔ ان کے زندگانی اور کچھ ہاٹل
کو ”اسلامی ٹنٹ“ کہا جائے گا۔ حتیٰ کہ سوشلسٹ بھی ہو جائیں گے تو ”اسلام سوشلسٹ“ کے
نام سے پکارے جائیں گے۔ ان سارے ناموں سے آپ کو کھانا ہر پکڑے ہیں۔ اب
مرتب آئی کسرتی ہے کہ ”اسلامی شریعت“، ”اسلامی تہذیب“، ”اسلامی قانون“ اور ”اسلامی تہذیب“
جیسی اصطلاحوں سے بھی آپ کا تعلق شد و ہو جائے۔ مسلمانوں کے اس مسودہ
نے اسلام کے لفظ کی تباہی مٹی کر دیا ہے کہ ایک کاغذ پر ”اسلامی“ اور ”اسلامی“
مصیبت کے نام سے دو کلمے ہیں بلکہ ان کا تعلق اصطلاح (Contradiction in Terms)

کاشتکار نہیں ہوتا۔ عوام کاشتکار کی زمین پر ٹپ مہتری غنوں کی زمین پر گوشت، یا
 ذرا تھوڑی سوداگشی بھنڈا، اور ذرا گداگشیں یا کسی حالت کا کام مہتریوں کو بٹت غلام نہیں
 تو زیادہ آپ سے ہنسی بھنڈا ہو سکتی ہے۔

جب افراد کی ذہنی قوتوں کی مثال ہے تو قوی اقتصاد تو ہی نہیں بلکہ اس میں تاشق
 سے متاثر ہونا ہر حال ہے۔ نوجوانوں کے اجدادوں اور والدین میں مسلمانوں
 کے جیسوں اور انہوں میں، مسلمان پڑھے لکھے طبقوں میں ٹپ ہر وقت کس چیز کی نگاہ
 ٹپتے ہیں؟ میں ہی ناکسار کی عذرتوں میں ہیں۔ نہیں ہیں۔ غیر الی نظام حکومت
 کو بٹنے کے لیے میں قدر پڑے۔ دیکھیں کہ میں سے کم از کم اتنے پڑے، ہم پر
 مشعل ہوں۔ اس پر یہ سادہ جیسوں (مستحقین) کی نشستوں میں کم از کم اتنا مناسب
 ہوا ہے۔ حق نشوونما کے لئے ان کے لئے میں کہ سے کم اتنے فی صدی ہوگی ہوں۔
 کا ان کے لئے نشوونما کے لئے ان کے لئے میں کہ سے کم اتنے فی صدی ہوگی ہوں۔
 ہے۔ اس کی صدی میں پچاس ہے۔ اس کا نام اس کی مناسب ہے۔ اس کی پچاس ہے۔ اس کی پچاس ہے۔
 کہ قریب سے است کم ہر ہی ہے۔ یہی گروہ جو اس وقت مسلم قوم کی پچاس کی کشتوں کے
 ہے۔ عوام کاشتکار کی چیزوں کو دوسرے کو دے دے کوئی حق نہیں بلکہ یہ اس کی میں نہ
 ہیں۔ عوام کاشتکار کے کام ہے کہ اگر اس کام ایک حسیہ کی حیثیت سے زندہ ہوتا تو کیا
 اس کا نقطہ نظر ہی ہوتا؟ کیا کوئی اجتماعی اصول کی تحریک ہو سکتی؟ اس کا جواب ہوتا ہے
 اصول یہ بنایا میں حکومت کو کہنے کا کام دینی ہر کسی دوسرے اصول کی حکومت میں اپنے
 پروردگار کو کہ پڑے۔ بننے کی اجازت دیتی ہے؟ کیا کسی آپ نے کہ ہے کہ آخر میں
 نے ایک ایک ٹپ کے نظام میں اشتراکیت کا سوال اٹھایا ہے؟ یا ناشتہ کرنا کہ اصل
 میں اپنی فائیدگی کے مسئلہ پر اشتراکیت کی بات دینا کا اقتصاد کیا ہے؟ اگر کوئی یہ کہ نہ

۱۔ برائے کے لئے کہ قانون کے معنی میں دیکھیں (الغرض، ایک ہی)

۲۔ میں دیکھوں گے کہ کیا ہے۔ وہاں کہ میں دیکھوں (الغرض، ایک ہی)

طریق کار کا بھی جائز ہے کہ اگر انھیں ایک شخص کو ہی مصلحت کے لئے ہی دیکھا دیا،
 اور وہ ان کے لئے جگہ اور مکان پر نہیں جیتے اور ان کے غلبہ سے بڑھتا ہے،
 قانونی بھی اور قانونی شرعی کو لے کر لے کر کے ان کے لئے ایک ایک جگہ ہے،
 ایمان، اسلام، تفریق، عہدیت، ترمیم، دہشت، دہشت، دہشت، دہشت، دہشت، دہشت،
 سب کے لئے ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 حق سے بچے گا کہ جو کہ یہ سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 جھوٹ دیتا ہے، جھوٹ دیتا ہے، جھوٹ دیتا ہے، جھوٹ دیتا ہے، جھوٹ دیتا ہے،
 سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 زلی سے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 پر اگر ہی سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 جھوٹ دیتا ہے کہ اس کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 اس کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 کہ سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 باز دیتا ہے، سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 تم اس کی خدمت تسلیم کرنے میں سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 کہ اس میں سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 نہیں، یہ سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 اس کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 کہ اس کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے
 سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے سب کے لئے

کے ہر نقاش سے غلط ہے۔ اگر تعظیم کرنا جائے کہ جو حقیقت یہ ہے کہ ہمیں مسلمانوں کے ذہنی کی
ترجہائی کرنی ہے تو اس کے اچھے میں ہر وہ خوب نظر آئے گی۔ بلکہ ممکن ہے کہ ان کے مسلمانوں پر
پوری اخلاقی مصلحت داند ہو چکی ہے۔ عقلی طور پر ہندوستانی میں مسلمانوں کی جو یہی پسند نہیں
اس واقعہ ہے اس پر ذہنی میں اگر دنیا کی کوئی استقامت برقی تو اس کی ایک ہی میں بھی نہیں
اختیار کرتی۔ اور قریب تر یہ بعض عقلی میں پتہ دینا بھی ترتیب کرتی۔ سب سے علم کے بدلنے
مسلک پر ہی جو میں بنائیں، جو عام پانچوں ملک کھاتے ہیں۔ یہی سیاسی مصلحت اور یہی عقلی
مصلحت اس کے ساتھ رہتا ہے کہ دیکھیں اور ہر ذہنی انسان کے ساتھ آپ اس میں یہ بھی کہ ان
میں سے ہر قوم کی طرف شائبہ کر سکتے ہیں۔ اس کے سوا یہ ہوتے اس میں سب سے سچا ملک
گاہ ہے میں سچا دنیا کی تمام قومیں میں۔ ایک سو فی صدی کوئی کا تو مشترک قوم ہوتی ہے
اختیار کر سکتے ہیں وہی مسئلہ میں اختیار کر رہے۔ وہ ہر ایک ہے کہ ان میں عقائد اور عقائد ایک
اخلاقی اصول کا نفاذ اور دیکھیں میں اس میں حقیقت ہے یہ تمام مسئلہ ہے۔ میرا کام ہے
پچھ ایک سال کے اخلاقی پیر کو دیکھتا ہے۔ اور میری بھلاں ہوتے کی حقیقت کا تقاضا ہے
ہے کہ اس پیر پر اپنے فیصلہ کا دیکھوں۔ اگر میں نے ہی موصول ہو دیکھ کر پیش کردہ سالہ
خود مجھ پر اور میری قوم پر کیا اثر کرتا ہے۔ اور یہ کہ میں اس مصلحت حال میں اپنے لیے
کس طرح فائدہ حاصل کر سکتا ہوں۔ تو ہر مسئلہ کے نام سے میرے ملک اور ملک کوئی
وجہ داتی ہی نہیں رہتی۔ یہ طریقہ حال تو اگر میں اس میں ہر بات کسی عقلی کتاب کی ہر اسی
مجھے دلی ہوتی تب ہی میں اختیار کر سکتا ہوں۔

میں اس مسئلہ کو ہندوستان کی دلی پرست کے نقطہ نظر سے نہیں دیکھتا۔ یہاں
ہے کہ کوئی بحث نہیں کہ سیاسی حقیقت سے علم ایک کہ ہمیں مسلمان ہم کہ اس تمام
کے لیے جو ہندوستان میں رہتی ہے، مفید ہوگی یا مضر۔ میرے لیے ہر سوال اہمیت
دیکھتا ہے وہ موصول ہے کہ ہر قوم اس وقت مسلمان کے نام سے پکارے جانے کے
باعث دنیا میں اسلام کی فائدہ بھی جاتی ہے۔ اس کی سب سے بڑی جس نے دنیا کے
ساتھ تمام کو اس ملک میں چلی گیا ہے اس نقطہ نظر سے جب میں علم ایک کے

ہے۔ پندرہ دہائیوں تک اس کے لیے کہ وہ ایک ملک کے عوام کی ترقی پر غور کرے اور ان کے کچھ
جوان نوجوانوں کو اپنے لیے اس اور جماعت کے لیے جن میں ان کی مدد میں ہندوستان کے مستقبل کے
آئین کے سکے پر اثر پڑے ہوئے ہیں۔

اس ضمن میں کیٹلی یہ واضح کرنا چاہتی ہے کہ ہندوستان کی سیاست میں مسلمانوں کو ایک
اہم حصہ بنانا یا ان کا مقام حاصل ہے۔ اور عرصہ مدد سے مسلمانوں کو ترقی دینا ہے جس میں کہ وہ ہندوستان
کی ترقی دے گی، یہاں کی حکومت اور ملک کے نظم و نسق میں باعزت مقام حاصل کریں گے۔
پانچویں نمبر کے ہندوستان کی آزادی کی تجدید میں مشترکاً تاکہ آزاد ہندوستان میں ان کو تمام
مدد ہو اور وہ اپنے مذہبی، سیاسی، معاشرتی، اقتصادی اور ثقافتی حقوق کی طرف سے
ملحق ہوں اور ان کے ساتھ ساتھ ان کے ساتھ اشتراک کر سکیں۔ لیکن حلف میں جو لکھا گیا ہے
ہماری ہر ایک قوم اس صوبہ کی آزادی کے خلاف ہے۔ ہر ایک نام نہاد پارلیمنٹری جمہوریت کے
غرض حکومت پر واضح کیا گیا ہے۔ حالات سے جس قسم کو پتا چلا ہے اس کا گوشہ وصال
ہے کہ اس وقت میں یہ تنازعہ ہر ایک کے لیے اس صوبہ کی آزادی سے جو ملک و شہر ہندوستان
کے مسلمانوں پر ہندو اکثریت کی ایک داخلی اور مستقل حکومت قائم کر دی ہے۔ اور انھیں
ان کی قوموں کی حکومتوں کے تحت مسلمانوں کی جان و مال اور عزت و آبرو محفوظ رہے ہیں
پڑا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ہر روز یہ اکثریتی حکومتیں مسلمانوں کے مذہبی حقوق اور ان کے گھرانے
کی کاسٹ کی ہر ایک قوم کے لیے ہر ایک کے خلاف اس بات کے خلاف ہیں کہ ہندوستان کے
انھوں کو کوئی کسٹ کا تصور نہ بنایا جائے۔ اور یہی سچ ہے کہ مسلمانوں کے بار بار
ہندوستان کی آزادی کا مطالبہ کیا ہے۔ لیکن حاکم ہر ایک میں یہی کہتے ہیں کہ وہ ہر ایک مسلمان
اور دیگر اقلیتوں پر ہندو اکثریت کی حکومت قائم نہیں کئے دیں گے۔ اور مسلمانوں کو
ہندووں کا خادم بننے دیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے فیڈریشن تصور کے قائل نہ ہیں
جس سے جمہوریت اور پارلیمنٹری نظام حکومت کی آزادی ہندوستان پر اکثریت کی حکومت
قائم ہو۔ اس ملک کے لیے جس میں اتحاد تمام قوموں اور ہر ایک قومی طاقت نہیں رہی
سکتا اس تمام پارلیمنٹری نظام حکومت پر گرا ہندو نہیں۔

نسلی مسلمانوں کے لیے دُور ہیں

عمل، خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، ہر حال اس کی صحت کے لیے مدد دینا شرط

ہوگا۔

پہلی شرط خود شناسی ہے۔ آپ کو سب سے پہلے یہ جاننا چاہیے کہ آپ کیا ہیں، اور جو کچھ آپ ہیں اسی رہنے کے مقتضیات کیا ہیں۔ پھر اگر اس تحقیق سے آپ پر کوئی ایسی حقیقت منکشف ہو جس سے آپ سامنی نہ ہوں، یعنی آپ کی خواہش ہو کہ جو کچھ آپ ہیں وہ ظاہر میں نہ لکھو اور جو باتیں، غیب بھی آپ کے لیے لازم ہے کہ ان کچھ اور باتیں کہیں اور جو کچھ بھی آپ ہونا چاہتے ہیں اس کے مقتضیات کو اسی طرح سمجھیں۔ دوسری مشروط قوت فیصلہ اور قوت تدبیر ہے۔ آپ کو ہر حال یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ جو کچھ آپ ہیں وہی رہنا چاہتے ہیں یا کچھ اور چھنے کے خواہش مند ہیں۔ پھر اس فیصلہ کی نڈ سے جو کچھ بھی آپ ہونا چاہیں، اس رہنے کے مقتضیات کو یاد رکھنے کے لیے آپ کو تیار ہونا چاہیے۔ اس سے بڑھ کر غلط فہمیاں کہ بات کسی شخص یا گروہ کے لیے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ ایک حیثیت سے جتنے حدود و سرے حیثیت کا علاج کرنا ہو، ابھی اس حیثیت سے چمٹ جاتے اور ابھی اس حیثیت کی طرف چمکے۔ مگر دونوں ہی سے کسی ایک کے مقتضیات ہی پورے کرنے کے لیے تیار نہ ہوں اس شخص اور گروہ

کا دلی تجربہ عام کاری ہے۔ جو شخص یا گروہ اس حالت میں مبتلا ہو وہ جے ذری ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کے لیے کوئی ثبات اور گزار نہیں ہوتا۔ اس کی حالت ایسی رہو جاتی ہے جیسے ایک پتہ جو زمین پر پڑا ہو اور ہواؤں کے جھونکے اُٹھنے اُڑنے سے پھریں۔

مسلمانوں کے افراد اور ان کی جماعتوں کے اعمال میں غلوں اور غام کاری کی جو کیفیت ایک مدت سے نمایاں ہیں اور اب نمایاں تر ہو گئی ہیں ان کے اسباب پر میں نے جتنا زیادہ غور کیا اتنا ہی زیادہ مجھے یقین ہوتا چلا گیا کہ کام غلوں کی بنیاد پر نہیں رہ چکیوں کا نشان ہے۔ کہیں غلوں کی مشق ہے اور کہیں قوتِ فیصلہ و قوتِ ارادی۔

ایک مشہور جماعت ہم میں ایسی ہے جو ہرے سے اپنی غوی کا احساس ہی نہیں رکھتی۔ جسے یہ معلوم ہی نہیں کہ مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں اور اس کے مقتضیات کیا ہیں۔ پھر وہ اس سے بے امید کیجے کہ ہاں سکتی ہے کہ اپنے انفرادی یا اجتماعی عمل کے لیے کوئی ایسا راستہ منتخب کرے گی جو مسلمانوں کو کرنا چاہیے یا

ایک دوسری جماعت اور دوسری مشہور ایسی ہے جو شعور و ذات تو رکھتی ہے مگر قوتِ فیصلہ و قوتِ ارادی نہیں رکھتی۔ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم کیا ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ جو کچھ ہم ہیں اس کے ہر پہلو کے مقتضیات کیا ہیں۔ لیکن اس علم نے ان میں بہت اور خوف کے، دیگر مضامین پیدا کر دیئے ہیں۔ جو کہیں ہیں وہی بہت پاسکتے ہیں، کیونکہ انہیں اپنی حیثیت سے بہت ہے۔ لیکن جو کہیں ہیں اس ہونے کے مقتضیات کی وہ بہت کم پر غور کر گئی ہے۔ جانتے ہیں کہ مسلمان بننا کیسے نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ان کے دلیروں کا ایک جہدی برعنوان ہے۔ اس کے ساتھ پابندیوں ہیں، اُٹھنا اور قریبی چلا جانا اور خشیت ہے۔ ایک ایسا مختصر مش ہے جس میں دنیا بھر سے لڑائی ہے اور اس لڑائی کے اندر میں خدا کی خوشنودی کے سوا کسی چیز کی طلب بھی جائز نہیں۔ اس پر ہر ایک چیز اختصار کے دلوں پر یہاں پیشہ کرتا ہے کہ مسلمان ہونے کے مقتضیات سے کڑا کر جاتے ہیں اور کوئی ایسی حیثیت اختیار کرنا چاہتے ہیں جس میں کوئی ہو۔ مگر انہیں خود بھی معلوم ہے

کوسوں ہونے کی حیثیت باقی رکھ کر یہ کوئی دوسری حیثیت اختیار نہیں کر سکتے۔ اس لیے
 ان کی توجہ فیصد جو بڑے گئی ہے یہ اسامہ کے گھر کے دو بیٹے مقرر ہو چکے ہیں۔
 اسامہ سے چٹنا ہا جتنے ہیں مگر اس کے شخصیات کا طرز تک یہ وہ دیکھ کر کھنکھاتے ہیں۔ گز
 کی سائٹوں اور لڑائیوں اور عقائد کو دیکھ کر اس کی طرف ہلکتے ہیں، اگر وہ کتا چھ کریری
 طرف آتے ہوتے تو کتے لافڑیں کرنا اور میرے شخصیات پر سے گردہ یہ اس کے بچے ہی
 تیار نہیں۔ لہذا اس سے بھی ٹوڑا جاتا ہے۔ اب اس کی حالت ایک ایسے شخص کی ہی ہو
 کر رہ گئی ہے جو ہر طرف سائٹیں اور عقائد ڈھونڈتا ہو مگر کسی طرف کی ہی ذمہ داریاں
 قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔

مسلمانوں کی جامعیت یہ وہ ہے کہ وہ گھر میں پرستش ہے، اس لیے مرنے پر اجتماعی
 تحریریں مسلمانوں میں پھیل رہی ہیں وہ اسلامی نقطہ نظر سے غلط ہیں۔ ان کے مقام میں
 غلط ہے، ان کے طریق کار میں غلطی ہے، اُن کی قیادت میں غلطی ہے اور ان کی زندگی
 کیفیت میں غلطی ہے۔ بہت سے لوگوں کو بے شعوری کی وجہ سے اس غلطی کا احساس
 ہی نہیں ہوتا اس لیے وہ جو شی وگردش کے ساتھ ہیں تسریکوں کو چلاتے ہیں۔ ان کے
 نزدیک کسی ترکیب کے درست ہونے کے لیے ہی یہ بات کافی ہے کہ اس میں قرآن کا کوئی
 کلمہ نہ ہے۔ *يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ فَكُلُوا وَشَرَبُوا وَلَا تَمْسَسُوا السَّيْئَاتِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ*
 جن کو غلطی کا احساس ہے وہ اپنے نفس کی چھپی ہوئی کمزوری کے باعث وہ تسریکوں
 کا ساتھ دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کے نفس کے اندر ہیں وہ حاکم سے دیکھ کر اسامہ اور
 جامعیت کے درمیان ایک جی جی رہ چکے ہیں میں سلامتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ
 اسامہ اور جامعیت کے درمیان کوئی پرک کی راہ نہیں ہے اور ایسے کسرا اور چل کر مسلمانوں کی
 کے ہی نہیں رہتے۔ لہذا مسلمانوں کی حقیقی فریاد یہی کہ آئندہ ہے کہ ان کے سامنے داغ
 طور پر اسامہ اور جامعیت کی راہیں کوئی کے شخصیات انسانی کے نتائج کے ساتھ کھول کر

پیش کو دیا جاتے اور انہیں مشورہ دیا جاتے کہ ان میں سے کسی ایک کا اختیار کریں۔

انہیں نے ترہان امتداد میں قوام اور جماعت کے اصولی فرق کی مصطلحی تاریخ کے لیے پھینکی تھی۔ اس بحث میں انہیں نے قرآن اور حدیث کی شہادت سے یہ ثابت کیا تھا کہ مسلمانوں کی اصطلاح جس گروہ کے لیے وضع کی گئی ہے، وہ دراصل ایک قوام نہیں ہے بلکہ ایک جماعت ہے۔ اس میں ذرا تفصیل کے ساتھ یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قوام ہونے اور جماعت ہونے کے تشفیات و تاریخ میں کیا فرق ہے۔ جسے اگر کسی شخص کو بھی حق نہیں ہے کہ آپ کو قوام کے بجائے جماعت ہونے پر مجبور کر دے۔ آپ کو پورا اختیار ہے کہ جو چاہیں نہیں۔ البتہ جو مذمت ہم انہام دے سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کے ذہن کی آغوش اور نظر کے دھند کو دُر کر دیں، تاکہ آپ دونوں حیثیتوں کی صحیح سلاخ کریں، اور آپ پر یہ داغ ہو جائے کہ ان حیثیتوں کے صحیح کرنے کی جو حدیں آپ نکال رہے ہیں وہ اصول غلط اور تاریخ کے اعتبار سے ہلک ہیں۔

ایک گروہ میں قومیت کا اس دراصل تاریخی اثرات اور تہذیبی وراثت کے تسلسل سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی جب کہ لوگ ایک طریق ملت تک ایک قوم کے اخلاقی تصور یا انداز ایک قوم کے معاشرتی اور طریقوں کے ساتھ ہم مشفق اور دوسرے گروہوں سے تباہی کر دہی بسر کرتے ہیں، اور ایک نسل کے بعد دوسری نسل اس ورثہ کو اپنے اندر مستحکم کرتی چلی جاتی ہے، تو ان میں اپنے مستقل اجتماعی و جمہوری احساس پیدا ہوتا ہے جسے قومیت کہتے ہیں۔ چند طریق اور دوسری باتیں ہوتی ہیں جن سے وہ باہر ہوتے ہیں۔ چند نئی حالتیں ہوتی ہیں جن سے انہیں بہت ہرقی ہے اور جن کی تر جمانی ان کی لڑائی پر کیا کرتا ہے۔ انہی چیزوں کے باوجود ان کی قومی تہذیب لکھا جاتا ہے۔ اس میں ہلکا

۱۔ عظیمہ تحریکات جمہوری شخصیت اس کی قومیت کا حقیقی خیرو مذہبی تعلق کے لیے خود ہر قومیت و یہ عناصر ہیں پہلے اور ترہان امتداد میں تاریخ ہوتے تھے اور بعد میں ان کو گروہ و فاکتوں میں تقابلی کر دیا گیا۔ (مجموعہ)

خواہش ہوتی ہے کہ اس تہذیب یعنی اسلام کے اس حوالہ کو اتنی دیکھیں اور اپنے انفرادیت کے لیے اسے چھوڑیں بلکہ ان کی قوی زندگی کا تسلسل قائم رہے۔

اس سنی میں جو گروہ ایک قوم ہی گیا ہوں اس میں تو ریت کا خور پیو ہونے کے بعد بھی خود پر غرور ہوا ہوا ہوتا ہے کہ اپنی اجتماعی زندگی کا ضبط اس کے اپنے ہاتھ میں ہو کر کسی دوسرے گروہ کی طرف اس پر مستطاف ہونے پائے۔ یہ ایک قوم کا سیاسی مقصد ہے۔

اسی طرح وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ سبشت کے جو مسائل اس کے پاس ہیں ان کی طاقت کو سے اور جو مزید مسائل حاصل ہو سکتے ہوں انہیں حاصل کرے تاکہ اس کے افراد زیادہ سے زیادہ خوش حال ہوں۔ یہی چیز ہے جس کو قوم کے معاشی مفاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس میں کسی قوم کی گنجائش نہیں کہ تو ریت کو یہ معلوم ہوا اور یہاں ہوتا ہے اس کے لحاظ سے مسلمان صدیق کے تو اثرات کی بدولت ایک قوم بن چکے ہیں، اسباب دوسرے قائم گروہوں سے ممتاز وہ اپنا ایک مستقل اجتماعی وجود رکھتے ہیں۔ اس میں وہی کمی شبہ کی گنجائش نہیں کہ دوسرے گروہوں کی ایک کثیر تعداد کے دیکھیں گھبرائے ہوئے ہونے کی وجہ سے ان کے سیاسی اور معاشی مفاد ان کی قوی تہذیب کے تحت تسلط کر لیں یہی پیدا ہوتا ہے جس کی اہمیت کا نظریہ ان میں کیا جاتا ہے مگر حوالہ سے کہ کیا مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت میں بھی ہے کیا وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ دنیا کی سب سے سی قوموں میں سے ایک قوم ہیں یا کیا ان کی تو ریت کی حقیقت میں اتنی ہی ہے کہ ایک گروہ نے سوا بعد نسل ایک طرح کی زندگی بسر کی کہ اپنے اندر تو ریت پیدا کر لی ہے یا کہ وہ تہذیب ہے یہ دعویٰ تہذیب کہتے ہیں اس میں صدیق عادت و رسوم ان کی تہذیب کا جو گروہ ہے یا کس کے اصل قری مسائل عروج ہیں کہ جس حد تک انہوں نے باپ دادا سے آیا ہے اس کی طاقت

یہ دعویٰ تہذیب و اصل اس میں قائم ہے اس میں کئی کئی تہذیبیں ہیں اس کے حوالہ
 ہدیٰ میں دیکھا گیا ہے۔ (صفحہ ۱)

کر رہے ہیں۔ وہ اپنی حیثیت اور جن سیاسی اقتدار اور طاقت پر وہ اپنی ٹکے تباہ کر رہے ہیں انھیں ہاتھ سے دیکھنا ہے۔ ان چیزوں کی انھیں پہچان دے کہ انفرادی غرضی حال کے لیے ضرورت ہے۔ ان کو حاصل کریں، ان کی اپنی ان کی دستاویزی زندگی کا ضبط ان کے ہاتھ ہی ہا تو میں رہے؟

اگرچہ مسلمانوں کی قومیت اور جمعیہ ان کی تہذیب ہے۔ اور یہ ان کے قومی مسئلے ہیں، تو بلاشبہ وہ سب قومی تحریکات، درست ہیں جو اس وقت ان میں چلی رہی ہیں۔ اس صورت میں:

ان کے لیے جو بالکل کافی ہے کہ ان کی ایک ٹیگ جو میں میں وہ سب ایک ہیٹ قائم پر توجہ ہو جائیں جو مسلمان کہتے ہیں اور مسلمانوں کے نظام معاشرت سے وابستہ ہیں۔ انہیں کے گرد کے کچھ لوگ ان کے تائید ہیں ان کے اشاروں پر یہ حرکت کریں۔ اور ان کی تمام ہتھ پھڑا متفقہ صورت پر جو کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے وہ ہاتھ دھوئے، اور جو کچھ مزید ہاتھ لگتا ہے، وہ ہاتھ لگاتے، قلع نظر اس سے کہ تمام میں کے نام پر یہ اپنی قوم کو مسلمان کہتے ہیں، اس کو ہاتھ لگتا ہے یا نہ لگتا ہے۔ ان کے لیے تمام تر اہمیت صرف یہی چیز ہے، جو ان کے پاس ہے کہ ملک کا نظم و نسق خواہ کسی نوعیت کا ہو، جو حال اس کے ضبط میں خود ان کے اپنے افراد کو کافی حشر ہے تاکہ اپنے ان کے اپنے قومی تہذیب سے ان کو خود میں مسرت میں بھی اپنی دیکھنا چاہیں، اور کہ سکیں اور جس قسم کے بھی خواہ وہ اس کی ملک کی آبادی میں تقسیم ہو رہے ہیں ان میں سے ایک صنف ہندوؤں کے افراد کو بھی جانتے۔

ان کے لیے جو بھی درست ہے کہ سچ انداز کو دیکھ کر یہ ملک میں پادری کے ساتھ ہی مسٹر صاحب چاہیں، مسٹر کریں، بشرطیکہ اس معاملے میں ان کے اپنے گرد و لا اعتبار ٹھنڈا ہو۔ ایسے کسی معاملے میں قومی غداری کا سوال صرف اس وقت پیدا ہو گا جب مسٹر جان دیکھ کر نقصان کے ساتھ کیا جاتے، یا اس میں اپنی قوم کے سیاسی و سماجی مفاد کو

نظر انداز کر دیا جاتے۔

ان کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ جس طرح دوسری قوموں میں قوم پرست (Nationalism) پیدا ہوتا ہے اسی طرح ان میں بھی جو یہ بھی اٹلی اور جرمنی اور جاپان کی طرح غیور انسانوں کی اور جن کا مطالبہ کریں۔ ان کی تنظیم بھی ناکستری اصولوں پر کی جاتے۔ یہ بھی انتخاب طبع (Natural Selection) اور بقا کے اصول (Survival of the Fittest) کے قانون کے مطابق اپنے آپ کو پیش پیش کی طرح "مرد" بن کر سب کو ہار دینا اور ان کو ہار کر ان کے شروع کریں۔ یہ بھی امتدادی قوموں کے دعوے میں شامل ہو جاتیں۔ اس طرح ملکی ہونچ میں غلبہ حاصل کریں۔ اور اسی دنیا کی زندگی میں دوسری نسل پرست ہے جسٹن ٹیفری (H. G. Wells) کا نظریہ پیش کریں۔

قومیت کی نظریہ اختیار کر لینے کے بعد آپ کے لیے یہ سب کچھ درست ہو جاتا ہے۔ اگر خوب ہیں۔ لیکن کہ اسلام کو اس قومیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اسلام کو اگر کسی نسل اگر وہ ہے وہی ہے۔ اندہ کس جماعت کی سودا گاری اور دولت اور مرم سے لگاؤ رکھتا ہے۔ اندہ دنیا کے سعادت کو چند اشخاص یا جمود اشخاص کی شخصیت کے تحت نظر سے دیکھتا ہے۔ اندہ اس ہے کیا ہے کہ انسانیت ہی گدہوں میں رہتی ہوئی ہے ان کے اندر آجپے۔ ہم سے ایک انسان کا انسان فرار ہے۔ اندہ انسانی ماحولوں کو ماحول بنانا چاہتا ہے کہ اگر دوسرے کے بالفاظی تنازع حقیقت (Struggle for Existence) کے میدان میں انہی اور انتخاب طبع کے اصولوں میں شریک ہوں۔ یہ سب کچھ اسلامی ہے۔ لہذا اگر آپ کی قومیت اور یہ آپ کی قومی تہذیب ہے۔ اور آپ کے قومی حوصلہ میں تو آپ اپنی قوم کا یہ کام چاہیں جو بڑی قومیں۔ اسلام کا نام استعمال کرنے کا آپ کو حق نہیں ہے۔ کیونکہ اسلام آپ کی قومیت اور قومی تہذیب سے بڑی چیز ہے۔ اور میں نہیں جانتا اسلام ہی کا نام استعمال کرنے پر آپ کو ضرور کیوں ہرگز مسلمان کے معنی و مفہوم سے تو آپ کو کوئی بحث ہے ہی نہیں۔ آپ کو تو اپنی قومیت کے لیے ہیں ایک نام چاہیے۔ اس غرض کے لیے آپ ہر نام بھی وضع کریں گے وہ آپ کی شخصیت اجتماعی

محبت پر اسی طرح رسالت کرنے لگے گا جس طرح حب غلو مسلمانوں کو رہا ہے۔ آخر اس
نوع کی قرابتیں کون سی خصوصیت ہے جس کے لیے لغو مسلمانوں میں اتنا حال کی
غلو رہی ہو؟

(اس نام کو بدل دینے کی ضرورت صرف اس لیے نہیں ہے کہ آپ کے یہ نظریات
جی پر آپ اپنی قرابت کی بنا کر کہتے ہیں، اور اسلام کے عقائد میں، بلکہ اس کی ضرورت
اس لیے بھی ہے کہ ان نظریات کے ساتھ آپ جو کہ کریں گے، اسلام کے لیے دوسری و
بہتری کا موجب ہوگا۔ دنیا آپ کی عزت کو دیکھ کر کہے گی کہ اسلام بھی کچھ سکھاتا ہوگا، جس پر
چیز اس کا اسلام ہے اور زیادہ بلند ہونے لگی۔ آپ اپنے قوی معاذ کی مخالفت کیجیے بغیر کسی
فکر میں اپنا تقابلیہ قائم رکھنے کی کوشش کریں گے، اور دنیا یہ کہے گی کہ شاید یہ اسلام کی ختم
ہے کہ جو نہیں بند ہو رہے تھے، اس کے علم سے آپ ہر ایک ملک کا ٹھنکے کے لیے تیار
ہو جائے۔ آپ اپنے قوی معاذ کی خاطر برائے منہست کو راقوں سے بڑھنے کی کوشش کریں
گے جو کسی مسلمان یا بہت سے مسلمانوں کو کسی طرح سے حاصل ہو رہا ہو مگر یہ اس
فائدہ کو اسلام کی طرف منسوب کرے گی۔ آپ انتہائی بے حس کے ساتھ ہیں ایک چیز
کی حمایت کریں گے اس لیے کہ وہ آپ کے معاذ کے مطابق ہے، اور آپ اس چیز کی مخالفت
کریں گے اس لیے کہ وہ آپ کے معاذ کے خلاف ہے، لیکن ایک بات سے میں کہوں
لیجی کسی بات سے کریں گے، انہیں ہے کہ آپ کے اور اس کے درمیان اصولی اتفاق
یا اختلاف ہے، بلکہ صرف اس لیے کہ آپ کے پیش نظر اصول نہیں، قوی معاذ ہے، یہ
اسی وقت میں جو آپ کے لیے کڑے سے ظاہر ہوگی، دنیا بیکے گی کہ ایسا ہی کیونکر اسلام پیدا کرتا
ہے۔ آپ قوی معاذ کی تلاش میں ہر طرف ٹھکیں گے، خاص فرج کے اصول یا کم از کم کے
نظریات بھی اختیار کریں گے، حالانکہ مسلمانوں کی داری اور مستند اور شخصیات مسلمانوں کے
داس میں بھی پناہ نہیں لے، اگر نیز اور چند اور حدیثیں ہستے ہند، جس کے آثار پر بھی
خاندان کا بہت پیش نظر آئے گا اس کی طرف سجدہ و زہریں لگے، اندر سے دماغ
آپ کے توسط سے اسلام کے داس پر گھٹنے چنے جائیں گے۔ اسلام نے صدیوں آپ پر جو

ہیں، اس لیے ہیں کہ کمال اذکم ہے، نہ کہ تو نہ ہوتا چاہیے کہ آپ اس طرح اس کی دشمنی
کھیل کر رہیں۔

لیکن اگر آپ کو اسلام سے واقفیت ہے اور حقیقت میں آپ مسلمان ہیں رہنا
چاہتے ہیں تو آپ کو یہ جان لینا چاہیے کہ اسلام بہت عظیم اور ہندو دھرم کی طرح ایک نسل
نہ سب نہیں ہے، ہر ایک نسل قرینیت بنانا ہر جگہ مقام ذوق انسانی کے لیے ایک انقلابی و
اجتماعی مسلک ہے۔ ایک جہانی نظریہ (World Theory) اور ایک عالمی تہذیب
(Universal Idea) ہے۔ وہ ایک ایسی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس مسلک کی
نظریہ، اس تہذیب کو سنے کر لے لے، اور دنیا کے سارے لوگوں کو لائق بنائے، اور جس
جس قوم کے جو جو لوگ اس کی قبول کرتے ہائیں، اپنی جماعت میں شامل کر آ رہے ہوتے،
یہاں تک کہ قوموں کے درمیان تفریق کی دیواریں مسمود ہو جائیں۔ اس کے نزدیک اسوی
موجود وہ چیز ہے جو اس کے مسلک اور اس کے نظریہ کے مطابق ہے۔ اور جو چیز اس کے
خصومت ہو اس کو وہ اپنا سنے سے مات دکھانے کا ہے خواہ تمام دنیا کے مسلمانوں کا ذاتی مفاد
اس سے وابستہ ہو۔ لہذا اگر آپ اسلام کے مسلک کی خاطر جیتیں، اور اس کو دنیا میں پھیلنے
دینا سنے کے لیے جدوجہد کریں تب یقیناً آپ اسوی جماعت اور مسلمان گروہ بنیں گے۔
اور اپنے لیے پیچھے اور اپنے مفاد کے لیے جتنو جدوجہد کرنے کی ضرورت میں اسلام سے
آپ کو کوئی تعلق نہ ہوگا۔ آپ کو ہر گز حق نہیں پہنچا کہ کام اپنے لیے کریں اور اسلام
کام نہیں۔

مسلک اسلام کی اس جہانی و عالمی رویت کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب یہ بھی
یاد چاہیے کہ ایک عالمگیر مسلک اور جہانی نظریہ کے اختیارات کیا ہوتے ہیں۔

اولاً وہ مختلف پارٹنروں میں سے ایک پارٹنر بن کر رہنے پر تعلق نہیں ہوتا،
بلکہ اس کی عظمت کا اختصار یہ ہوتا ہے کہ اس میں وہی ایک ہو۔ وہ مقابل کی کسی طاقت کو
اپنا شریک و ہم بنانے کے لیے تیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کی طاقت (Comprehension)
کہ اس کے لیے، لیکن ہوتا ہے۔ وہ سوا نہیں کرتا، اگر قاب ہو یا چاہتا ہے،

مذاہب کی کامیابی کے لیے مومنوں کا ہتھکڑیا کرنا ان نہیں ہیں تاکہ وہ بھگتے خود بہت
 جہ اور اس میں امتحان کے لیے نظر آتے۔ بلکہ اپنے مقصود کو پہنچنے کے لیے وہ اس
 برا کھانا کھاتے ہیں کہ اس کے اصولوں کو ایک انتہائی مختصر ایک کی فہم بنایا جائے۔ اس
 پر ایمان رکھنے والے اس تحریک کے اندر سے ایک باہر جا مکتوبی کو انھیں حصہ بخند
 اُس کے نظریات ایک اسٹیٹ کے لیے ضروری قانون بن جاتی ہیں۔

یہ مضمون کے مقدمات میں اور بھی مسلمان ہونے کے مقدمات ہی ہیں۔ اب لوگ آپ
 "اسلامی جو صفت" میں کام کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو اپنی اس قوی دنیا میں پختہستانی کو فراموش
 جس پر آپ اب تک چلتے رہے ہیں، اور اس سے بالکل بدلی کر کے مقدمات کے مطابق
 فرمان لیں۔

آپ کو اپنے دماغ سے قوی مسکو لا تھوڑے نکل دینا چاہئے گا اور اس کی جگہ اسلام کے
 اصول اور اس کے نصب العین کو دینی ہوگی۔ آپ کو دینی اور مقامی مقاصد سے غریب نظر
 کر لینا ہوگا اور اپنی نظر اس ایک عنصر پر جمادینی ہوگی کہ اسلام کے اصول دنیا میں ملکر ہیں
 اس فرق کے لیے آپ کو دنیا جو سے ڈرنے کے لیے تیار ہونا چاہئے گا کہ کسی میں بدلی
 ہے جو آپ کے اصول دینی ہیں، آپ کو کسی شہر پر بھی سوار کر سکیں گے۔ آپ کو سختی
 کے ساتھ ایک با اصول جو صفت بننا چاہئے گا، ان نکلے لوگوں کو اپنے سے نکل کر ہرگز
 جو آپ کے اصول کو نہ سنتے ہوں، اور سب قوموں میں سے ان میں سے کوئی نہ لیں کہ
 اپنے ساتھ لے آئے ہوں اور ان اصولوں کو سننے کے لیے تیار ہوں۔ آپ کو اپنی اتھنی چوڑ
 دینی ہوگی۔ اپنے اصولوں سے ہٹ کر آپ کو ذکر سکیں گے خواہ اُس میں کتنا ہی بڑا
 شخص یا قوی قائد ہو۔ آپ کو ایک ایسی باہر جا صحت بننا چاہئے گا۔ جو اپنے اصولوں
 کے لیے ڈرنے والی ہو جس کا مقصد اپنی قومی حکومت (National State) قائم
 کرنا ہو بلکہ اپنے اصولوں کی حکومت (Ideological State) قائم کرنا ہو۔

اسی جا صحت جب آپ نہیں لگے تو آپ کو اپنی قیادت میں آئین کرنا ہوگا۔ اُس وقت
 آپ کے قائد کو صحت نہ ملے گی۔ اگر آپ کے اصول کو ٹھیک ٹھیک جانتے ہوں

اور سب سے زیادہ اسی کا چار کوٹھہ اسے ہوں۔ ایک قوم کا لیڈر ہو وہ شخص ہو سکتا ہے جو قوم کا زور ہو۔ مگر ایک جماعت کا لیڈر ہو سکتا ہی ہو سکتا ہے جو جماعت کے سبک کا سب سے بڑا مصلوب ہو۔ مسلمانوں کی قومی تنظیم حق تو اس قوم کے سبک سے بننے والے لوگ صوبہ اول میں بھی بن چکا ہے۔ مگر جماعتی تنظیم میں اس کا ختم سب سے پہلے ضروری ہو گا، بلکہ شاید ان میں سے بہت سوں کا کسی صف میں بھی بگڑنے کی۔

حَقُّهُ تَبَتُّ لَیْسَ لَیْسَ مَعَهُ رَیْعَ الْمَقْبُورِ۔ آپ پر بدنامی راستے واضح ہو چکے ہیں۔ اب اس کے خلاف اور نقصان کا مولانا کے لیے دیکھ لیجیے تاکہ اس میں سے اس ایک کو انتخاب کر سکیں انسانی ہو۔

اگر آپ فعل ایک میں قوم ہوں جو اپنے ذاتی مفاد کے لیے جہد جہد کرتی ہو، تو آپ کی حیثیت ایک جہد چٹان کی سی ہوگی، اور آپ کے مفاد میں دوسری جماعتیں تو ہیں ایسی ہی چٹانوں کی صورت میں موجود ہوں گی۔ آپ کا انسان کا مقابلہ اسی طرح ہوا جس طرح چٹانوں کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے۔ ایک چٹان دوسری چٹان میں سے جدا کرنا ناممکن نہیں ہو سکتی۔ دو ایک چٹان کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں۔ اس کے درمیان سدا کی بس دوسری صورتیں ہیں۔ یا تو یہ ایک چٹان اپنی اپنی جگہ سے جدا ہو جائے یا دوسری چٹان چٹان پر چڑھ جائے اور اس سے ٹکڑے ٹکڑے اور پھٹنے کی کوشش کرے۔ پہلی صورت میں آپ خود ہرگز نہ جانتے ہیں۔ دوسری صورت میں آپ کے لیے دست کا نشان آتا ہے۔ مگر اسی طرح کی دست جیسی فاسٹ فائل انسانی برائی حاصل کر رہا ہے، اور اس سے پہلے ہیر میٹ ہر طریقہ حاصل کر چکا ہے۔ اس طرح کی دست حاصل کر کے آپ دنیا میں ہی ایک خود قوم کا اضافہ کر دیں گے جو زمین میں کھینچنا چاہتے ہیں اور وہ نکلا رہے کیے کی سرچش ہے گی۔

لہذا اس کے اگر آپ اس کی ضرورت کے مطابق ایک ہی اصول جماعت ہوں جو

اقلیت و اکثریت

مسائلوں سے جو کر اپنے ہیں کہ ایک طریقہ قرآن کے بہانے ایک جادوئی جذبہ اور خود اپنے آپ کو ایک پسند و ناپسند کے بہانے عقل ایک آدم ہانک گیا ہے لہذا اس کا تجربہ آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کے لیے تاریخ میں پہلی مرتبہ اقلیت و اکثریت کا سوال پیدا ہوا ہے، اس اس کے لیے یہ بات مختصر پریشانی کی وجہ بن گئی ہے کہ سرکاری کے اعتبار سے جب میں پارک کے مقابل میں ایک کی نسبت دیکھتا ہوں تو اب میں چو گئی تعداد کے خیر سے اپنے آپ کو کیجے پھاؤں۔

یہ پریشانی اب رفتہ رفتہ شکست خوردہ و نیستی میں تبدیل ہو رہی ہے اور کوہِ قرآن کی لہروں اب صدیوں کو پھاڑی لکڑی تیریس کے ساتھ نہیں سوچتی کہ وہ کچھ کچھ غل میں سمٹ آئے۔ اس صورت حال کی تہذیب یہ ہے کہ اس مسئلہ کے ہندسے کو ناقص طاق کا علم ہے وہ اس کے دین کی صورت میں اس کے پاس ہے، اور دوسرے ہی خبر ہے کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے دنیا میں اس کا تمام کیا ہے۔ یہ اپنے دین کو ایک گنہ گار یا خود اپنے آپ کو ایک قوم سمجھتا ہے، اسی وجہ سے اس کو پھاڑی پڑ گئی ہے۔ اسی کو وہ بتاتی ہے کہ ایک بات ہیں وہ بات ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ اپنے فکر و نگاہ سے اس اپنے مسئلہ سے اجتماع (Social Philosophy) کی طاقت سے رخ کرنا ہے تو ہرگز اسے کوئی پریشانی

پیشِ مذاقی۔ اس کے لیے اکثر بحث و مباحثیت کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ یہ اچھے غزل میں بحث
نہنے کی فکر نہ کرتا بلکہ آگے بڑھ کر میدانِ بحث کی تقریریں سوچتا۔

کثرت و قلت کا سوال صرف توہم ہی کے لیے پیدا ہوتا ہے؟ جماعتوں کے
لیے نہیں۔ جو جماعتیں کسی طاقت و فلسفہ اور جاندار اجتماعی فلسفہ کرنے کا اہل ہیں
وہ ہمیشہ عقلِ امتداد ہی ہوتی ہیں۔ اور قلتِ امتداد کے باوجود بڑی بڑی اکثریتوں پر
حکومت کرتی ہیں۔ وہ کسی کیمونسٹ پارٹی کے ارکان کی تعداد اس وقت تک ۴۴
ہو کہے اور انقلاب کے وقت اس سے بہت کم تھی، مگر اس نے، اگر وہ انسانوں
کو سزا کر دیا، سرزمین کی ناشتہ پارٹی صرف ۴۴ ہونے پر کھانا پر کھانا
پر دیا ہوتا کہتے وقت ۴۴ ہونے پر کھانا پر کھانا پر کھانا پر کھانا پر کھانا
گتہ ہی مل جل جلنے کی تازی پارٹی کا ہے۔ اگر تعلیم نام کی شاخیں خود اسوی تازی سے دی
جائیں تو ان کو کہہ کر دیا جاسکتا ہے کہ وہ نام نہان، گتہ اور وہ طاقت ہل گئے۔ لیکن یہ نام نہان
طاقتیں آپ کے اسی نام نہان کی موجودگی ہی سے ثابت ہوتی ہیں کہ طاقت کبھی بھی حکمران ہی
سکتی ہے بشرطیکہ وہ اس طرح آباد ہو کہ جس طرح ایک اصول اور ملک دیکھنے والی
جماعت کیا کرتی ہے، اور اصول و فرائض کے لیے ڈرنے کے بہانے ایسے اصولوں کے لیے
ڈرنے جو لوگوں کی زندگی کے مسائل کو حل کرنے والے اور انسانی قربات کو اس جماعت
کی طرف کھینچنے والے ہوں۔

اسلام کے اصول اس فرائض کے لیے بہترین پروگرام دے سکتے ہیں اور اگر پروگرام
کے لئے اگر مسلمان عملی ماہر کے لیے اٹھ کھڑے ہوں تو چند سال میں ممالک کا
نقشہ بدل سکتا ہے۔ لیکن یہاں مسلمانوں کی قیادت ہی لوگوں کے ہاتھ میں ہے نہ
اسلام کو جانتے ہیں، نہ اپنے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پہچانتے ہیں، نہ ان کو
اس شیعہ کی خبر ہے جہاں اسلام کی توحیدِ شیعہ بھی ہوتی ہے۔ ان کے دماغوں کی پہچان زیادہ

سے زیادہ جہل تکبر رکھتی ہے وہ یہی ہے کہ تو اپنے آپ کو عقل و اقتدار و کجھ کر مفرد
 مخلوق کی طرف جھگٹنے کی نظر کریں یہ اس تجربہ پر پہنچ جاتیں کہ ہمارے لیے وہ صوفیوں
 کے پیچھے چھنے اور اپنے آپ کو غیر مسلموں کی قیادت کے حوالے کر دینے کے جو کوئی
 زندگی نہیں ہے۔

دنیا میں اس وقت جتنی جماعتیں رہبر اقتدار میں ہیں کسی جماعت کی تعداد ان مخلوق
 سے تجاوز نہیں ہے۔ غائبانہ وی کیورسٹ ہارلی اس وقت سب سے بڑی جماعت ہے،
 مگر حیدر آبادی میں سنے یہاں کیا اس کے ارکان بھی ۲۲ لاکھ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس
 لحاظ سے مگر دیکھا جائے تو کتنا پرشہ گلوں میں نظر یہ دستک کے حامیوں کی تعداد صرف
 ایک ملک میں آٹھ کروڑ سا دنیا بھر میں چالیس کروڑ یا اس سے زیادہ جو اس کو نام کو نہیں
 پر مگر وہی ہونا چاہیے۔ یہ تیسرے یقیناً دنیا بھر کا اگر ان لوگوں میں جماعتی احساس پیدا ہوتا
 اور انہیں اپنی جماعت کے دشمنی کا شعور نصیب ہوتا، اور یہ اس مثل کے لیے سنی دھرم
 پر کربستہ ہوتے۔ لیکن میں چیرنے اس عظیم دشمنی کا تعلق ہے اس قتل و غارت خانیا
 ہے وہ اسی احساس و شعور اور اسی لادگی عمل کا اقتدار ہے۔ مختلف قسم کی شیطانی قوتیں
 اس جماعت کو پست فتن ہیں وہ ہم اس کوشش میں لگی ہوتی ہیں کہ کسی طرح یہ اپنے آپ
 سے واقف نہ ہوئے ہائے، اور اس کو کسی آغاز پر شہ سے نہ آئے کہ اپنی زندگی کے
 مثل کا خیال کر سکے۔ آپ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک ہندوستان
 کے مسلمانوں کے مذہب کا ہاتھ لے لیجیے۔ ہر جگہ آپ کو یہی نظر آئے گا کہ پاک نہ ایک
 شیطان اس قوم کی جان کا گونا گونا ہے اور پوری مستعدی کے ساتھ اپنے کام میں ہلکا
 ہے۔ یہاں مسلمانوں میں مذہب کے ساتھ اچھی دلچسپی باقی ہے وہاں یہ شیطانی
 مذہبیت کا جامہ پہنی کر آتے ہیں اور وہی کے نام سے انی مساعی پر پھیل چھڑتے اور
 نما میں رہا کرتے ہیں، بلکہ بدادعات سرچشموں تک قربت پہنچا دیتے ہیں جن کی
 دین میں کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ اس طرح مسلمانوں کا سارا مذہبی جوش ان کی اپنی تخریب
 میں ختم ہو رہا ہے۔ اور یہاں مذہب کی طرف سے کچھ مروجہ پری پیدا ہو گئی ہے

وہیں کچھ دوسری قسم کے مسیحیائیں نمودار ہوتے ہیں اور وہ دوسری ترقی و خوش حالی کا
بزرگ باعث و کار مسلمانوں کو ایسی تحریکوں کی طرف متوجہ کئے جاتے ہیں جو اپنے مقاصد و
طریق کار کے لحاظ سے قطعاً غیر اسلامی ہیں۔

جی لوگوں کو مسلم حوام کی حالت دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ جانتے ہیں کہ اس
کئی گزری حالت میں بھی وہی لوگوں کے اندر اچھی خاصی اخلاقی طاقت موجود ہے جس
سے بہت کچھ کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ جہت سے وہ لوگ جو اس قوم کو لگے ہوئے ہیں،
انہوں نے اُن کو روک مسلمانوں کی اس عظیم الشان تعداد کو صفر کے درجے تک نیچے لگایا
دیا ہے۔ اسلام میں مقصد کے لیے جہاد اور فحش و جاہل نشانی چاہتا ہے وہ اس
سے بہت دور ہوتا ہے۔ ان کے ذہن میں اسلام کا صحیح تصور اور مسلمان کا حقیقی طہر
نکل گیا ہے۔ یہ درحقیقت خود اپنے آپ سے بے گار کر دیتے ہیں۔ یہ اس خدا ہی
میں لگا دیئے گئے ہیں کہ وہ فکسریہ حیات جو اسلام ہی کو دیتا ہے اُس کے لیے کوئی استغنی
ضروری، کامیابی یا کامیابی نہیں۔

ان کے مقصد سے وہ عظیم الشان تعداد جو ہم کو ہوم ٹھادی کے جہڑوں میں نظر آتی ہے اسلامی
افواج کے لیے قریب قریب باطل ہے اور برہمنی ہے۔ اس تعداد کے جو سربراہ لگے جاتے
گزارت داری سے وہ چار ہونا پڑتے ہیں کہ ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ جو امید وابستہ
کی جاسکتی ہے وہ موعود ہے کہ اس کو ہرگز ایک زندہ اور ایک کی حیثیت سے اُٹھے
اور شیطانی قوتوں کے مقابل میں ایسا مولیٰ کی طرح و فرائد ان کام کرنے کے لیے نہروانا
ہو، تو قیاد غیر مسلموں کی بہ نسبت وہی مسلمانوں میں سے اس کو کچھ زیادہ داخلہ نسبت زیادہ
کسانی کے ساتھ مل سکیں گے۔

اب جو لوگ حقیقت میں اُس اسلام کو جانتے اور سمجھتے ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا تھا اور جس کا مقصد اس امر پر ہوتا ہے کہ انسانیت کی فلاح و سعادت
اُسی اسلام کی طرف ہے۔ اس لیے وہ موعود اسلام ہی کے حصول پر انسانی فتنوں و اجتہاد کا ایک
مستقل و متوازن نظام تعمیر ہو سکتا ہے۔ ان کو ہندو غلط فہمیوں سے اپنے ذہن کو صاف کر

یہاں چاہیے اور چھ تحقیقاتیں بھی طرح طرح کی شہین کو ملتی ہیں۔

اول یہ کہ مسلمانوں کے عقائد سے اسلام کا اس میں نہ تو تعلق ہے۔ اسلام کی نگاہ میں یہ سوال بزرگ کوئی اہمیت نہیں رکھتا اور نہ اسلام اپنے پیروں کے اس عقائد کو تسلیم کرتا ہے کہ ایک غیر انسانی نظام حکومت کو چاہئے کہ یہ کتنے مسلمانوں کی خدمت اور ان میں سے کتنوں کی رہائش میں ہندو کتنوں کی فطرتوں میں حاصل کی جاتی ہیں، اللہ کتنی شہینیں ہیں کہ باہر سے قاری مسلمان میں ملتی ہیں تاکہ خدا کے حکم میں وہ بھی غیر مسلموں کی طرح شریعت مسلمان کو چھینیں، اور ان کی یہ باتوں کی منہ پرانی مسلمانوں نے خدا کی کسے عزت رکھی جیسے تاکہ وہ غیر مسلم رہاؤں کی طرف ملک خدا کے تاثر تک پہنچے ہیں۔ اس قسم کے سوالات کو اسلامی سوالات کہہ سہا سہا کی قریبی ہے۔ ایک اسلامی تحریک کو اس قسم کے تمام سوالات سے اتفاقاً تعلق برقرار ہے۔

دوسرے کہ اسلام کی کامیابی دنیاوی مسلمانوں کی تعداد اور طاقت پر منحصر ہے اور اس وقت موم شہری میں مسلمانوں کی حیثیت سے کئے جاتے ہیں۔ اور اس کی کامیابی کی راہ میں ہندو اور مسلمان غیر مسلموں کی کثرت قدرتی کوئی ضرورت رکھتا ہے۔ موم شہری کے درجنوں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی آبادی کا تناسب دیکھ کر گھبراہٹ کرنا کہ اسلام کی طاقت ہندوستان میں صرف اتنی ہی ہے جتنا آبادی میں مسلمانوں کا تناسب ہے، اور یہ سمجھنا کہ آبادی میں غیر مسلموں کا تناسب جتنا زیادہ ہے اتنا ہی اسلام کی کامیابی کا امکان کم ہے، یہ مومنوں کی دلگیری کا کام ہے جو اسلام کو صرف ایک جادوئی رسم کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اگر اسلام ایک نئے عملی تحریک کی حیثیت سے پیدا ہوا ہے تو اس کے اصولوں کی بنیاد پر ہندوستانی زندگی کے حقیقی مسائل کو حل کرنے کے لیے ایک عملی پروگرام ہے کہ کوئی منظم طاقت اس کو کھڑی ہو تو جیسے کہ اس کی اپنی پیدا ہونے والی مسلمانوں تک محدود نہ ہے بلکہ شاید ان سے بڑھ کر غیر مسلموں کو اپنی طرف سے کھینچے گی اور کوئی طاقت اس میں مدد کو نہ دے گی۔ آج جو ملک اسلام کے شہنشاہ میں بھی ایک صحت دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی فطرت سے سمجھ کر ہندو گروہ ہندو طاقت میں پہنچا دیا جائے، انہوں نے کہہ دیا کہ اسلام کے یہی احکامات سے

کا واقعہ ہیں۔

تیسرے، اگر کسی تحریک کی کامیابی کا انحصار اس پر نہیں ہے کہ اس کے حقیقی مستندوں اور پیروں کی تعداد ملک میں ۶۰ یا ۷۰ فی صدی ہو یا نہ ہو۔ تاہم اس کے واقعات اور خود ہرگز دنیا کے تجربات پر مبنی نہ ہوتے ہیں کو ایک مضبوط اور منظم پارٹی نہیں ہے اس کی اپنی تحریک پر ہر کامیابی دیکھتے ہیں، اور اس کی راہ میں ہاں دال قرعیں کرنے کے لیے تیار ہیں اور پارٹی و سپر کی کمال طاقت کرتے ہیں، لیکن اپنے ایمان اور اس سپر کی طاقت سے بے پرتکلہ اسکتی ہے خود اس کے ایمان کی تعداد ملک کی آبادی میں ایک فی ہزار بھی نہ ہو۔ پارٹی کا ہر کام کشش کو اپیل کرنا ہے نہ کہ کشش کی ہمدردی حاصل کرنا ہے، اگر خود پارٹی کے ضرورت وہی لوگ ہوتے ہیں جو ایمان اور طاقت اور کے بعد صرف کمال دے سکتے ہیں۔ پس امام کو حکمران بنانے کے لیے حقیقی مسلمانوں کی کسی بڑی تعداد کی ضرورت نہیں۔ خود سے ہی کافی ہیں بشرطیکہ امام اور عمل کے اعتبار سے مسلمان ہوں اور خدا کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہو مستعد ہوں۔

(ترجمان القرآن - جلد ۱۹۲۹ء)

شکایات

اگرچہ قزاقوں میں سے ایک صاحب لکھتے ہیں :
 "آپ کی نظریہ درجہ بندی میں ، غلام میں کوئی اس کا ہی ہے
 کہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے یا کہنے کا حق ہر مذہب و اند کی سب سے
 نگاہ میں ان نام نہاد مسلمانوں کی بیوردی کی جہاد جہاد شمس ہے۔ چورنگ خدا
 بتا دیتے کہ مسلمان کسی نام سے پکارا جائے اور اس پر جو ہر طرف سے ملے
 ہر مذہب میں اس سے پہلے کسی کے کسی نہ ہر کی فرد سے بھی ہے۔ اور
 ، پکا ہے کہ اندر مغز کے مسلمان بنے ہیں۔ مذہب کی پابندی
 نہیں کرتے۔ لیکن اگر کیا انہیں ڈوبتا ہی چھوڑ دیا جائے ؟ کیا میں
 وقت تک سب وہ راست پر نہا جائیں اس وقت تک کہ اپنے آپ کو
 کوئی مسلمان کہے نہ ان کی بہتری کے واسطے انہیں جیسے مسلمانوں کی طرف سے
 کوئی جہاد جہاد کی جائے ؟ اور جتنے جہاد سے کہنا کہ اگر
 ہائی میں گیا ہی نہیں تھا اور تو کسی مذہبی لائق نہیں ہے۔ ہر مذہب
 مانتا ہے۔ مزید بتاؤ اس کی سچ کہ اسے نکالنے کی انگلی کی گشتیں کرتے
 اور ملنے سے ہر اس کی ہاں پہننے کی عمل میں ہائی جاتے ۔"

ایک دوسرے صاحب فرماتے ہیں:

”آپ کی بددش میرے لیے اور کچھ نیکیاں دیکھنے والے بہت سے دوسرے لوگوں کے لیے مختلف وجہ پریشانی بن گئی ہے۔ جب تک آپ نیشنلسٹ مسلمانوں یا کانگریس سے تعاون کرنے والے مسلمانوں کے خلاف عمل پر تنقید کرتے نہیں، ہم نے یہ سمجھا کہ آپ ہندوستان میں مسلمانوں کی انفرادیت، برقرار رکھنے کے لیے ہی ہیں اس لیے ان لوگوں سے اختلاف رکھنے میں میں نے روتے سے جب کہ غلط ہے کہ مسلمانوں کی انفرادی ہستی کم ہر جائے گی۔ مگر اب آپ نے ان دونوں گروہوں کے پیشروں پر بھی کٹہر چینی شروع کر دی ہے جو اس انفرادیت کے تحفظ ہی کے لیے کوشاں ہیں۔ میں مسلم لیگ اور قادیان کے ایک۔ اب ہماری بھڑ میں نہیں رہا کہ آپ آخر چاہتے کیا ہیں؟ ہندوستان میں اگر مسلمانوں کو زبردستی تو جبراً ہی انفرادی ہے کہ کسی دوسرے میں ہوں، ایک تنگ گروہ نہیں، کسی قومیت کے تحت حرکت کریں، اس مقصد کے لیے ہر کوشش کی جاتی ہے اس سے آپ کا اختلاف کیا معنی رکھتا ہے؟ اگر آپ مذہبیت کا اعادہ چاہتے ہیں تو یہی تب ہی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کا ایک اجتماعی نظام بن جائے۔ لیکن انڈیائی یا جملہ جیسے ہی ہے وہ امت قریبی وہی ہے۔ اس کا ساتھ دیجیے۔ پھر مذہبی اتحاد کے لیے بھی کوشش کریں گے۔ لیکن آپ کہہ رہی ہیں کہ قریباً مسلم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ہر کوششیں کی جا رہی ہیں ان میں سے کسی کا بھی ساتھ آپ دینا نہیں چاہتے۔“

یہ دو خط بمبئی میں بہت سے شکایتی خطوط کے ہیں جو پہلے دنوں کے وصول ہوئے ہیں۔ ہمارے تحریک و فہم لوگوں میں ایک بہت بڑا گروہ اسی طریق پر سوچ رہا ہے اور ان خطوط میں حاصل اس طریق خیال کی نشاندہی کی گئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے آپ کو عقیدہ کہ اللہ اپنی مخلوق پر کما ہوا لینا کوئی خوش دہند چیز نہیں ہے۔ میں بھی اس کام کو خوش دہند سمجھ کر نہیں کرتا، بلکہ انگوٹ، زہرہ انگوٹ، جے جے حلقے سے آگاتا ہوں، اسلا بھی طرہ اس کی کہ سوس لکھوں پر میرے دوسرے بھائی اس کے اند پاسدے ہوں گے۔ اس احساس کے باوجود میرا غیر تقاضا کرنا ہے کہ اس حلقے سے پہنچنے کے بجائے اسے گدا لکنا چاہیے۔ حلقی تو واقعی موجود ہے۔ تقاضا کا تاثر اس کے ساتھ نہیں کہ اپنے احساس کو حقیقی اور واقعی حلقے کے ادراک سے معطل کر رہا ہوتا ہے۔ دوسروں کی پیروی و مستحیوں اور عادات کا ادراک نہیں ہے۔ شک و شبہ ہر حال اس کی مخلوق میں ہے اور غلطیوں سے نہ صرف غفلت برتا بلکہ ان کے لیے جو اس استخوان کے داخلی ڈھانچہ بہت خوشگوار چیز ہے۔ میں سے دل خوب جتنا ہے، گلاس کی حیثیت، دنیا کے الجھنوں کی سی ہے۔ یہ ایک پتلا ہے جس کے نشہ میں میں سو جاتا ہے۔ گرد و غبار کی خرابیاں، گرد و غبار کی جھلکیں، بیرونی آواز کی سہرا تسلط حاصل ہوتا ہے۔ میرے بھائی چاہتے ہیں کہ میں بھی انہیں اپنی پتلا کی خود کشی دیا کروں۔ ان کی خواہش ہے کہ میں خیالی جنت میں رہ رہی رہتا ہوں، میں انہیں انہیں چشتہ آسپہن جہاں پاسدے کی امیدیں باندھے بیٹھیں، اور میں غلط نہیں کہ اس کی علم انہوں نے اپنے گرد بٹا رکھا ہے، وہ سب چیزوں کو میں کا توں رہتا ہوں، بلکہ اگر ہوس کے تو خود بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاتوں ہیں کے لیے ان چیزوں کا سراپا بن رہا ہوں اور اس کی سب سے بڑی خدمت جتا ہوتا ہے۔ اس خدمت کے فائدہ بھی کچھ معلوم ہیں، اگر میں مجبور ہوں کہ کچھ محبوب و شہس کے بچنے کے بغیر دوست بننا زیادہ مطلوب ہے۔

جاننا ہوں تھامیہ طاقت و زہد

پر طبیعت اوجھڑ نہیں آتی

مسلمانوں کا ستارہ، مسلمانوں کی نظار و سپرد، مسلمانوں کی تنظیم، مسلمانوں کی جمعیت، دھرم کویت، مسلمانوں کی ترقی و ترقی، یہ وہ چیزیں ہیں جن کا ذکر بار بار ہوتا ہے۔

کس کا ٹکٹ لہرا ہوا ہے۔ گرجب ٹکٹ کے ساتھ ہم ٹیکٹ کی قید لگائیں تو سب ہوا، شروع ہوا اور دوسرے ٹکٹ کی چیزوں پر ہم اس ٹیکٹ کا اطلاق کر سکیں گے، اور یہی یا سفر میں ترقی کرنے کا مفید ٹکٹ کی ترقی کا بیج نہ ہوگا، اسی طرح ٹکٹ کے طور پر ٹیکٹ کا ٹکٹ نہ کو بیجیے۔ ہر جانور ہر کسی طرف چلا کر اس ٹیکٹ سے بھرم ہو سکتا ہے۔ جس طرف بھی وہ چلے اس کی پیش قدمی کو ٹکٹ کی پیش قدمی کہا جا سکتا ہے۔ ہر شخص اس کا میرزا بن سکتا ہے۔ ہر گاڑی پر وہ سفر کر سکتا ہے۔ ہر قسم کا زاد و سفر اس کا زاد و سفر ہو سکتا ہے۔ فرض اصل کے مطلق ہونے کی وجہ سے ہر وہ چیز جو اس سے تعلق رکھتی ہو مطلق ہی ہوگی۔ یہی جب ٹکٹ کا حرم پیشہ کی قید سے عقیدہ کو ٹکٹ کا خانہ پیشہ کہہ دیا جائے تو ہر وہ حرم ہائی نہیں رہ سکتا جو محض خانہ پر ہونے کی صورت میں تھا۔ خانہ پیشہ کا اطلاق صرف اسی خانہ پر ہوگا جو خانہ پیشہ ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ خانہ پر ہو جس کا یہی کی طرف اور کچھ خانہ پیشہ۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو اس سے تعلق رکھتی ہو پیشہ کی قید سے عقیدہ ہو جائے گی۔ خانہ پیشہ کی پیش قدمی کا فہم یہ ہوگا کہ وہ پیشہ کی طرف پہنچ رہا ہے۔ اگر وہ کسی طرف پہنچ رہا ہو تو اسے خانہ پیشہ کی پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا، بلکہ اسے پیش قدمی کے بجائے رجعت کہا جائے گا۔ کیونکہ دوسرے راستہ پر وہ پہنچنے قدم میں چلے گا، پیشہ کی نسبت سے قدم پر تاجلا جائے گا۔ اس کا میرزا خانہ کی صورت وہی ہو سکتا ہے جو پہلا راستہ ہوتا ہے۔ دوسرے راستوں کے طرح کوئی شخص غور نہ کرتا ہی رہا ہو، اگر وہ پیشہ کی راہ سے گزرا تو اسے توجہ نہ دینا چاہیے۔

اب دیکھیے کہ جس کس طرح پیش آتی ہے، خانہ کی مثال کو اسے پیچھے۔ ایک خانہ نام تو ہے خانہ پیشہ۔ مگر آپ یہ تو پیشہ کی قید کو بھول کر اسے محض خانہ سمجھ لیتے ہیں۔ یا آپ کہہ سکتا کہ راستہ معلوم نہیں ہے۔ یا آپ کا خیال یہ ہے کہ اس خانہ کے وہ جب ایک دفعہ خانہ پیشہ کے نام سے شروع ہو چکے ہیں تو اب یہ پیشہ کے سوا جس ڈنگ پر چاروں سفر کر رہے ہیں حال انہیں کچھ چاہیے۔ خانہ پیشہ ہی۔

بخوات اس کے نہیں قائلہ پر مشافہہ کہ اس کے اصلی سنی میں ایسا ہوں اور پتا اور کی قید کا نظر انداز
 کرتے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اس اختلاف کا تجربہ ہوتا ہے کہ اس قائلے کے بارے
 میں متنی لکھ رہی ہے۔ میرے اور آپ کے درمیان بہت بات پر تعداد موافق ہوتا ہے۔
 جب تک بات اہل رہتی ہے ہم متفق رہتے ہیں۔ قائلے کے منتشر مسخروں کو جی کی جگہ
 انہیں دوسرے قائلوں میں گم کر دیتے دیا جاتے۔ رہزنیوں سے ان کی مخالفت کی جاتے۔
 ان کے لیے قادیانہ دیا گیا ہے۔ انہیں ایک پیر کا نقلی مروت ہے۔ ان کو منظم طور پر
 تیز رفتاری سے منزلی کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ سب باتیں ہم اور محل افغان میں
 جب تک کہ جاتی ہیں۔ انہیں اور آپ دونوں ان سے اتفاق کرتے ہیں۔ مگر جب انہی
 چیزوں کے تیش کا وقت آتا ہے تو آپ کے اور میرے خیالات میں بگڑا مشرقی پایا
 جاتا ہے۔ ایک شخص آتا ہے اور اس قائلے کے لوگوں کو جگہ کہہ کر بھیجی کی طرف چلا
 شروع کیا جاتا ہے۔ دوسرا آتا ہے اور لکھنے کی طرف چل پڑتا ہے۔ تیسرا آتا ہے اور کسی
 اور طرف کا رخ کرتا ہے۔ آپ ہر پیر کا نقل کے جہاز سے کوئی کار کردہ ہوا کا نواں لگاتے
 ہیں اور چارے ہیں کہ ہل چڑھا۔ پشاور کی قائلہ میں اس پر اعتراض کرتا ہوں کہ جیت
 اس میں پیش قدمی کا نقل پشاور کی جیت اس میں پیش قدمی تو نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ لکھنے
 مسخر جی تو رہتے ہیں اور صحت کا نظریہ تو رہی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سب
 کچھ بجا اور صحت۔ اگر ضمن میں ہوتے اور صحت کا نظریہ بن جائے گا ہم تو قائلہ پر مشافہہ
 نہیں ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ دیکھو، کتنی اچھی، تیز رفتار، شاندار گاڑی ہے میں پر یہ قائلہ
 جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ آپ کی بیان کردہ صحت سے انکار نہیں، مگر یہ گاڑی جا
 کہ ہر رہی ہے؟ اگر اس کا شروع پشاور کی طرف نہیں ہے تو قائلہ پشاور کے لیے ہزاروں
 نہیں۔ اس صحت میں اس کی تیز رفتاری اور زبردستی خطرناک ہے۔ لیکن وہ دوسرے قائلہ
 کو اس کی منزلی مقصود سے گھٹا کر لے جاتی رہے گی۔ آپ کہتے ہیں کہ صاحب، قائلہ
 جتنے انداز کی چلتے تو وہ، چرپاوند کی سڑک ہی سے ہی میں گے۔ میں عرض کرتا ہوں
 کہ لکھنے تک عزم پشاور فتویٰ ہے اور دوسرے دستوں پر آپ کا وزن ہیں، اس

وقت تک کے لیے نام تبدیل فرمائیے۔ جسے آپ کی گاڑی پہننے پر اعتراض نہیں بلکہ اس پر
 ہے کہ آپ چلیں تو بہن یا دوسری یا کھٹکی طرف اور نام آپ کا قافلہ پٹا دے ہی ہے۔ آپ
 کہتے ہیں کہ حضرت پٹا دہ کی سڑک تو بڑی دشوار گزار ہے۔ اس وقت دوسرا تو مال پہننے
 ہذا سیرت تو قافلہ پٹا دہ کو دوسرے مکان یا سڑکوں ہی پر پہننے دو۔ میں گلاش کرتا
 ہوں کہ میں نے آپ کو دشوار گزار سڑک کی طرف گھسیٹنے پر امر واجب کیا تھا میرا مقصد
 تو صرف یہ ہے کہ قافلہ پٹا دہ کو اپنا دہ کے سوا دوسری سمت میں چھوڑ دے پھر قافلہ پٹا دہ
 ہی رہنا مٹکا نقصان ہے۔ آپ اس حقائق کو نہ فرمائیے۔

اس تمام بحث میں بنائے نذر مروت ہے کہ آپ ٹھیکہ کو مٹا دینا ہے۔ اس
 کے تمام مٹا دینا کو قید سے آزاد کیے دیتے ہیں۔ اور میں ٹھیکہ کو ٹھیکہ ہی سمجھ
 کر استیفاء کرتا ہوں۔ اگر آپ اپنے دہ کی کوہاٹ کریں اور باقی سب کو مٹا دینا
 اور قافلہ پٹا دہ میں کیا فرق ہے تو کوئی الجھن پیش نہیں آ سکتی۔ بلکہ آپ سیدی
 سمجھ کر استیفاء کر سکتے ہیں۔ گھٹا گھٹا لکچر دوسری ہی باتوں کی طرف پھر
 دیتے ہیں۔ کبھی دشوار گزار ہے کہ تم قافلہ پٹا دہ کی سب مٹا دینا اور اس کی تنظیم اور اس کی
 پیش قدمی کے خلاف ہو۔ وہاں کوئی جتنی اور تنظیم اور پیش قدمی سے کسی کا فرضہ نکال دیا جائے
 کبھی آپ سوال کرتے ہیں کہ اگر قافلہ پٹا دہ نہیں تو اسے اور کس نام سے یاد کیا جائے؟
 وہاں اس کا نام تجویز کر دینا کہ دوسری بھی نہیں ہے۔ میری بات تو صاف ہے۔ اگر
 یہ پٹا دہ کی سڑک پر ہے تو قافلہ پٹا دہ ہے۔ اور اس پر نہیں ہے تو اپنے لیے
 تمام نام ہے تجویز کر دے، ہر حال اس پر قافلہ پٹا دہ کا نام درست نہیں آتا۔ آپ چاہیں
 تو اس پر بحث کر لیجیے کہ جس سڑک پر یہ چل رہا ہے، وہ پٹا دہ کی سڑک ہے یا نہیں۔
 اگر یہ اصول آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس سڑک پر نہ ہو تو قافلہ پٹا دہ نہیں ہے۔
 پھر آپ ہمدردی کا سوال بھیڑ دیتے ہیں۔ وہاں کہ ہمدردی اور بے حدی کا یہاں کوئی
 سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو واقعہ اور حقیقت کا سوال ہے۔ وہاں یا کھٹکی طرف
 جھٹکے دہوں کو انفرمیں جاری پٹا دہ کس طرح کہوں؟ جانتے تو جانتے ایک غصہ و اٹھ

ہستہ ہندو کہنا آخر ہندو ہی کی کون سی قسم ہے؟ یہی تو نزدیک تو ہندو ہی کی
صورت ہے کہ وہ صاف صاف لوگوں کو بتا دیا جائے کہ ہندو کی شرک ہے
اور دوسری طرف کئی نواں سماج کو جاتی ہیں۔ جو لوگ فی الواقع ہندو جانا چاہتے
ہیں مگر راستہ سے غلط تھکے ہوئے کے ہمت دوسرے راستوں پر چلک رہے
ہیں یا جھٹکاتے جا رہے ہیں وہ بھی راستہ سلوم کر لیں گے۔ اور جو حقیقت میں جانا
ہی دوسری طرف چاہتے ہیں انہیں تو ان گھڑا راستہ دیکھا جاتا ہے، انہیں کچھ
کوئی دشمنی ہے کہ انہیں مسیح کے خلاف ان کے ساتھ کوئی بے دینی کروں۔
میرا مقصد تو صرف یہ ہے کہ ہر جہاں چاہتے ہیں مجھ کو جو کہ ہر کسی کے ساتھ
جائیں، اور جب جائیں تو حفظ اسلام کے ساتھ سفر کر دیں۔

مسلمانوں کے مسائل میں جو انہیں پیش کر رہی ہے اس کی ذمیت بھی نہ دیتی
ہے جو آپ کی مثال میں یہاں کی گئی ہے۔ مسلمان کا حفظ اسلام ہے، اور نہ ہے اور
اسلام ایک طریق فکر، ایک مقصد زندگی، ایک سیرت و کردار اور ایک فلسفہ عمل
کا نام ہے۔ اس کا کہتے مسلمان کے معنی بعض آدمی کے نہیں ہیں بلکہ اس آدمی کے
میں جو زندگی کے تمام معاملات میں وہ خاص فلسفہ فکر، وہ خاص مقصد حیات، وہ
خاص اعتقاد و اطوار اور وہ خاص طریق عمل رکھتا ہو جس کا نام اسلام ہے۔ لفظ "مسلمان"
کے یہ تین تہذیبات کی اگر صاف صاف سمجھ لیا جائے تو مسلمانوں کی خلاف ورسیوں ان
کا مثلاً ان کی تکسیر، ان کی قیادت و ملت، غرض ان سے تعلق رکھنے والی ہر
چیز انہیں پیش کر جائے گی۔ لیکن اگر یہ تہذیبات سے تعلق نظر کر کے مسلمان کے
لفظ کو مطلقاً ایک گروہ اشخاص کے معنی میں لے لیا جائے تو پھر ہر شخص کو آزادی ہو
گی کہ جس چیز کو چاہے مسلمانوں کا مفاد کہہ دے، جس چیز کو چاہے ان کی خلاف ورزی
قرارداد دے، جس نوع کی تکسیر کو چاہے ان کی تکسیر سمجھ لے، اور ہر شخص ہی مسلمان کہنے
کہہ لگنے کی قابلیت رکھنے والا دکھائی دے اسے اسے مسلمانوں کا ناقابل تسلیم اور غیر مطوع بننے
پر آمادہ ہو جائے۔

ہر قسم سے یہاں کچھ ایسی ہی صورت حال پیش ہے۔ اسلام کی قید سے قطع نظر کر کے فی الواقع ”مسلمانوں“ کو معنی ایک گروہ یا شاخ سمجھنا ایک ہی چیز ہے۔ ان کی تعلیم و حیثیت، ان کی قیادت و امانت وغیرہ کا احاطہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہنے والے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا مفاد کس میں ہے کہ یہ ایک اور مفاد نہیں اور اس قہین کی دوسری چیزوں سے استفادہ کریں۔ حالانکہ مسلمان کا لفظ اگر کوئی معنی رکھتا ہے تو اس کی رُو سے مسلمان نامزد ہیں اس پر کہ اس پر سے نظام ہدایت کو نکلے گا میں جو اس وقت دنیا میں قائم ہے اور اپنے اصول پر ایک نیا نظام بنائیں پھر یہ اُچھے ہونے والے کی بات نہیں تو اور کیا ہے کہ مسلمان کی حیثیت سے جس نظام کے ساتھ آپ کی اصولی صداقت ہے اسی میں آپ اپنا مفاد رکھیں اور پھر اس کا نام مسلمانوں کا مفاد رکھیں؟ اسی طرح کس کو یہ حق دے دیں اور شریعت ساز ہمارے کی نشستوں اور ایسی ہی دوسری چیزوں کو مسلمانوں کے مفاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مسلمان کے لفظ کو اگر اسلام کی قید سے حقیقت کر کے لیا جائے تو یہ سب چیزیں مسلمان کے مفاد کی خدمت میں مسلمان کے مفاد کی حیثیت سے تو آپ کا نام اس نظام طرزی کو بدل ڈالنا ہے جسے چاہنے کو آپ اپنا مفاد کہہ رہے ہیں۔ اسی طرح وہ نظام تسلیم ہو گا کہ یہاں سے یہاں قائم کیا ہے اس کے تحت اپنی منوں کا کام کرنا تو آپ کے نزدیک مسلمان کی فلاح و بہبود اور ترقی کا ذریعہ ہے، اور اس نظام کے تحت آپ خود اپنے فروع سے دیکھیں گا کہ ان کے نام اسلام یہ سکون اور اسلام کا نام اور مسلم و محمد سنی رکھتے ہیں۔ حالانکہ یہ خود نظام تسلیم انسانیت کی تشکیل ایسے نقشہ پر کرتا ہے جو اس کی نقطہ کو میں برعکس ہے۔

ایسا ہی غلط تصور آپ کے ذہن میں مسلمانوں کی حیثیت، مسلمانوں کی تعلیم اور مسلمانوں کی قیادت کا بھی ہے۔ اگر آپ کہہ سکیں کہ اسلام اس قسم کا نام ہے تو اس کا مقصد کیا ہے اس کے اصول کیا ہیں، اور وہ کیا طریقہ عمل پر جاتا ہے تو آپ

بڑی آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کئی سیاسی جمیعتوں اور تنظیموں اور ان کے قائدوں اور ایسروں کی طرح حیثیت کیا ہے جو اسلام کے نام سے اس وقت کام کر رہے ہیں۔ اسلام کی ٹوہ سے مسلمانوں کی جمیعت صرف وہ ہو سکتی ہے جو غیر اہلی حکومت کو الٹ کر اہلی حکومت قائم کرنے اور قانون خداوندی کو تسلیم کرنے کے لیے جدوجہد کرتی ہے۔ جو جماعت ایسا نہیں کرتی بلکہ غیر اہلی نظام کے اندر مسلمان "نای ایکس ٹرم" کے گونجی مفاد کے لیے جدوجہد کرتی ہے وہ ذرا مسلمان جماعت ہے۔ اور نہ اسے مسلمانوں کی جماعت ہی کہنا درست ہے۔ اسی طرح مسلمانوں کی تنظیم صرف وہی ہو سکتی ہے جو خالص اسلامی اصولی اجتماع پر قائم ہو اور جس کا مقصد اسلامی ہو۔ ورنہ تو تنظیم ذاتی شخصی اصولوں پر مبنی ہے اور جس کا مقصد محض اپنی قوم کا غدیر و تنگی ہوا ہے معنی اس بنا پر مسلمانوں کی تنظیم نہیں کہا جاسکتا کہ وہ دوم شہری کے مسلمانوں کو منظم کرتی ہے اور اس کے استخوان فی الارض کے لیے کوشاں ہے۔ علیٰ ہذا القیاس مسلمانوں کے رہنا بھی صرف وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو سب سے پہلے اسلامی تہذیب کے مقصد، اصول اور طریق کار کو جانتے ہوں اور اہلی تقویٰ و دیانت ہوں۔ باقی رہے وہ لوگ جو سرے سے اسلام کا علم ہی نہ رکھتے ہوں، یا ناقص علم کی بنا پر اسلام اور جاہلیت کو غلط غلط کرتے ہوں اور پھر تقویٰ و دیانت کی کم سے کم ضروری شرائط سے بھی عاری ہوں۔ تو ایسے لوگوں کو محض اس لیے مسلمانوں کی قیادت کا اہل قرار دینا کہ وہ مغربی سیاست کے ماہر یا مغربی طرز تنظیم کے استوائی ہیں، اور اپنی قوم کے حقوق میں ٹوہ ہے ہرستہ ہیں، سراسر اسلام سے جماعت اور غیر اسلامی ذہنیت ہے۔

یہ باتیں جب مسلمانوں سے صاف صاف کہی جاتی ہیں تو وہ اس پر جی بہ جی ہوتے ہیں اور شکایات کے طوفان مچا دیتے ہیں۔ مگر حقیقت اس معاملہ میں جذبات کو برا بھنگی لاکرئی مروج نہیں ہے۔ لوگوں کو غصہ سے دل سے سرخ ہو کر یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ وہ اسلام

کے لیے اس کام کے اصول پر کام کرنا چاہتے ہیں یہ اپنے اپنے اپنے اصول پر۔ اگر پہلی بات
 ہے تو انہیں یہ بھی طرح ہر اس چیز کو ترک کرنا چاہیے جو خیر و برائی ہے۔ اور اگر دوسری
 بات ہے تو یہ کچھ نہ کہ چاہتے ہیں شوق سے کریں، یہ ان کا راستہ نہ کہ انہیں راستہ
 یہ اس مسئلہ پر سے غور یہ ہے کہ وہ اس کام اور مسئلہ کے نام کو غلط طریقے پر استعمال
 کرنا چھوڑ دیں۔

(ترجمان القرآن - دسمبر ۱۹۳۹ء)

راہِ رَوِشْت بہنزل

دنیا میں ہمیشہ دو قسم کے آدمی کام کرتے ہیں۔ ایک وہ جو دولت کی پیچھے کوڑھ لیا کرتا ہے، اور دوسرے وہ جو دولت کو اس غم سے دیکھتے ہیں کہ انہیں کیا ہوا ہے۔ اور اس نقطہ پر نگاہ سے یہ عاجز وقت نظام پر تنقید کرتے ہیں۔ پہلا گروہ حال کی گاڑی کو چھوڑتا ہے، دوسرا مستقبل کی اس طرح ڈرائیو کے لیے راستہ صاف کرتا ہے۔ ان دونوں گروہوں میں توازن ضروری ہے، مگر ان کے تعاون کی فطری ضرورت یہی ہے کہ ان میں تضاد ہو۔

ایک شخص پر غور کرنے والے ہمیشہ حال پر فریفتہ ہوتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہر ایک ہوا ہے جو اب ہو رہا ہے۔ اس میں کسی تنقید کی گنجائش نہیں۔ اور بالآخر اس کی ہر گئی تو یہ وقت تنقید کا نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت تنقید کی جگہ ملے گی تو یہ غرابیاں پیدا ہوں گی اور انہوں نے غمناک ہو جائیں گی۔ یہ سب باتیں وہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کی نگاہ وقت صاف اور فوری ہو۔ ان میں ڈیڑھ سہی ہے۔ ہر چکر بہت آہستہ آہستہ ہی نہیں دیتی کہ انہیں کی فکر نہیں۔ ان کے نقطہ نظر کو دیکھا جائے تو کوئی وقت ہی تنقید کے لیے موزوں نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس وقت ہر ایک ہی ہوا ہو گا، غم ہی ہو گا، ہر وقت ہر ایک کی وقت صاف نہیں ملے گی۔ یہ موجود ہوں گی۔ ہر وقت ان مصنفین کی

نراکت کو دیکھتے ہوئے وہ بھی نہیں لگے کہ انہی تنقید کا وقت نہیں ہے، اس پر یہ ہے کہ وہ خود بھی نہ جانتا لیکن لگے کہ ان کا وقت تنقید کے لیے موزوں ہے۔

لیکن جی کی نظر کیا ہونا چاہیے؟ پر ہوتی ہے وہ جو حکم صحت کو ایک دوسری نگاہ سے دیکھتے ہیں اس لیے وہ اسی وقت کا تنقید کے لیے موزوں سمجھتے ہیں جو انہی حال کے نزدیک صحت غیر موزوں ہوتا ہے۔ انہیں اپنا کام پر استدلال کا چرکی چھوڑنا اور فراموشی، بلکہ غریبوں کے حرم میں کہنا پڑتا ہے، کیونکہ اگر وہ یہ نہ کریں تو صحت و ترقی کا ممکن ہو جاتے۔ ظاہر ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے خوب ہوتا ہے، کیونکہ ہیئت عام لوگوں پر مشتمل ہونا نہ کہ کسی اصول کی ضرورت اس میں نہیں ہو سکتی۔ غامضی کا احساس نہ تو پیدا ہی ہو گا کہ انہیں خود کرنے کی طرف توجہ ہو، یا اگر غور کیا اس میں ابھرا جی تو حال کے کشیدہ آئی گئے وہ اس کے لیے بیسیوں قسم کی تاویلیں کریں گے، تاکہ ان غامضیوں کو ناگزیر ثابت کریں اور بس چلے تو غریبوں میں تبدیل کر دکھائیں۔

”کیا ہونا چاہیے؟“ کے نقطہ نظر سے جو تنقید کی جاتی ہے اس کا نتیجہ کبھی یہ نہیں ہوتا کہ حال میں جو کچھ ہوتا ہے وہ یکھتے بند ہو جاتے، اور اس وقت تک جو وہ تسلی کی حالت طاری رہے جب تک کہ وہ مثال (idea) حالت رونما ہو جاتے جسے مقصود قرار دے کر ناقد تنقید کرتا ہے۔ ایسا نہ کبھی ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے نظری طور پر تنقید کا اثر ہمیشہ بتدریج ہوتا رہتا ہے۔ اول اول تو اسے صحت ظنی اور انفرادی کے ساتھ دیکھا جاتا ہے، کیونکہ عام طبیعتیں نقد کے دوس اور تشبیہ سے نفور ہوتی ہیں۔ پھر ایک نقد تشبیہات کا گونا گونا ہے جس میں صداقت اور نیک بختی کے سوا ہر ممکن چیز حق کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ اس کے بعد اگر فی الواقع تنقید میں کوئی جھج جھج ہے اور وہ حقیقت کا غرض وقت نظام میں وہ غامضیاں پائی جاتی ہیں جن کی نشان دہی تنقید میں کی گئی ہے، اور کھنڈے والوں کا ضمیر بھی راستہ بازی کے ساتھ اسی میدان کو حق تسلیم کرتا ہے جسے یہ نظر رکھنا کہ تنقید کی ہے تب کہیں ہوتا ہوتا ہے کہ اصول کی ضرورت اس میں کوئی ضرورت کرتے ہیں اور جوں جوں اصول کے حق میں راستے عام

تیار ہوتی جاتی ہے، دولت کی قیادت پر ہواؤں بڑھتا چلا جاتا ہے مثلاً کیا تو پہلے قاعدوں کو اپنی پالیسی بدلتی پڑتی ہے، یا پھر کچھ نیچے برعکس حالت کے اقتدار سے ایک نئی قیادت (Adaptation) خود بخود نمودار ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ اس عمل کے نتائج میں کبھی ترقی کی بنیاد میں خودی حکومت پیدا نہیں ہوتا کہ منسلک کردہ حالت پیش آئے جس کی بنیاد کا تصویر کھینچنے کی بجائے اگر اہل مال، صنعت، صنعت و ترقی کی ہر کوشش کو ختم آئی ثابت ہو جائے گی۔ کسی حالت کو مثال یا اینڈیل قرار دینے سے اس کے لحاظ سے حال پر تنقید کرنے کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ ہم موجودہ حالت سے وضع شدہ جو ایک ٹاکر اس مثال حالت میں پہنچ جاتا چاہتے ہیں۔ کوئی صاحب عقل کوئی ظاہر ہے کہ ایسے چارٹک تھیٹرا کا تصور بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ تھیٹریٹر حال تبدیل ہوتا ہی رہے گا۔ مگر کسی صاحب عقل کوئی سے شاید یہ ترقی ہی نہیں کی جا سکتی کہ وہ جس حالت کو مثال حالت قرار دیتا ہو اس کے بالکل برعکس حالت کی طرف جانے پر کسی درجہ میں اپنی عقل ہر ہست۔ وہ نگزدی عقل میں سے ہے کہ اس میں کم از کم اس بات کی طلب ہو کر رہے ہوئی چاہیے کہ حالت کی غلطی اس منزل کی سمت میں ہو جیسے وہ تصور قرار دے رہا ہے۔ خواہ وہ اجتہاد چند قدم ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً اگر میرا خیال ہے کہ مسلمانوں کے لیے غلافیہ مسند کے طرز کی قیادت، سیاست اور زندگی مثال کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سب جو مسلمانوں کا بیشتر ہوں، وہ غلافیہ افکار سے کم نہ ہوں اور اس کے ساتھ سب کے سب اعلیٰ مرتبہ کے اور جو عیسائی ہیں اور جو اور عیسائی ہیں اور جو انسانی ہیں صرف کے شیل ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہ ہونا چاہیے کہ میری انہی منزل مقصود ترقی و بہتر مقام میں پر مابہ کلام تھے اور اس منزل کی طرف جانے کے لیے میرے دہرود ہا ہوں وہ لوگ جو اس راہ سے واقف ہیں، اور اس کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں، بلکہ اس کے لیے مخالف سمت میں جا رہے ہیں۔

(غرض کہ جسے کوئی سچائی سے دوسرے ریفرنس کی جندی پر جانا چاہتا ہوں تو میری مثال میں وہی ذریعہ کا کشش کروں گا جو مجھے میری طرف کی طرف سے جاسکتا ہو، خواہ وہ اجتہاد وہ مجھے دس فیٹ سے زیادہ ڈاٹھائے۔ ایسا انداز مجھے نہ ملے گا تو میں سچائی میں ہی پر قیام کرتا ہوں۔

جس طرح کوئی شریعت بھی یا کوئی عہد یا معاہدہ ہو سکتی ہیں۔ وہ اس میں نفاذ کے وقت جیسے کہتے رہتے ہیں اور اگر اولیٰ نخواستہ مٹوی کیجے بھی جانتے ہیں تو پیشواؤں سے ملے کر پروردگار ملک کا قانون نافذ بھی کوئی نفاذ کے لیے اختیار ہے۔ وہیں ہمارے میں ہشتاد برصاست میں، اور ترقی یافتہ ممالکوں میں اسلامی تہذیب کا کوئی نام و نشان تک نظر نہیں آتا اور ایک معمولی مسلمان یا عوامی اسلام اور عوامی تہذیب اسلامی کی صحبت میں پہنچ کر اپنا پیچھا چھوڑ کر اپنی اپنی رسوم کرتا ہے جتنا ہندوؤں اور یسویوں کی کسی عقل میں کر سکتا ہے۔ وہاں کے مباحث آپ گفتگوں لکھتے رہیں مگر غور سے بھی آپس قرآن و حدیث کا ذکر نہیں کرتے گا، کسی مسئلے کا حل دینا سنت کرنے کے لیے اللہ اس کے رسول کی طرف رجوع دیکھا جائے گا، بلکہ قرآن و سنت کا نقطہ نظر پر غور پرانی کے ساتھ دیکھ دیا جائے تب ہی جو مختلف اس کے تحت طرحی عمل اختیار کیا جائے گا۔ ان کی کیٹیگریں اسی کے بلوں میں آپ مسلمان کا ذکر نہیں اس حیثیت سے نہیں لگے گا اس کا کوئی باقی نصب نہیں رہی ہے، وہ دنیا میں کوئی اخلاقی منصب بھی دیکھتا ہے، اور کوئی اپنی مشن میں اس کے پہرہ کیا گیا ہے۔ ان باتوں کے بہانے وہاں ساری گفتگو صرف اس حیثیت سے ہوگی کہ مسلمان کے نام سے ہر ایک جرم و انحراف پادا جاتا ہے اس کو دینی عقائدات سے کس طرح بچایا جائے اور دینی قواعد سے کس طرح منع کیا جائے۔ پروردگار جو اس خاک کے سرخیل ہیں ان کا اصل کیا ہے؟ ان میں سے اللہ کے گھروں میں رہا ہے یا اپنے قرآن کو نفاذ کے وقت کوئی رہتا ہے وہاں لگے گا کہ سب تہذیب کا سر ہے، اور سب عیش و عشرت سے بھری ہوئی کھینچوں میں سے ایک ہانا ذہنی فراہم دہرے لگی۔ سہ سے پیشوں کو شکر اسلام کے بنیادی اصول جتنا مسائل کے متعلق امتحان لیجیے تو شاید کوئی صاحب دلیلیا سے دیا وہ غور سے لیں گے، اللہ اعلم۔

کیا وہ کچھ لائے ہیں اور اس کی ترقی و ترقیت سے بچانے کا طریق کیا جاتا ہے یہی ہے؟ اور یہی اس کے مختلف اداسیاء کے ڈھنگ ہیں؟ اور انہی طریقوں سے

ایسے ہی دہنائوں کی قیامت میں اس کو مسیح الہی تک پہنچا ہائے گاہے منتہائے نظر اور نصب العین قرار دیا جاتا ہے؟ ————— یہ سوال اتنا خطرناک ہے کہ اسے زبان پر نہ لانا اپنی شامت کو خود دعوت دیتا ہے۔ آپ کی زبان سے اسلام انداس کی تہذیب کا ذکر ملنے ہی ہر طرف سے شور مچا ہوا کہ یہ کیا عدائے بے ہنگام بندہ کرنی شروع کر دی؟ آخر اس ذکر کا کن ماحول تھا؟ دیکھتے نہیں کہ ایسی ہم تہذیب کی مخالفت کے لیے جج ہو رہے ہیں۔ جج کا ہونے کے دوران میں جی کو بس اس کا تحفظ کیا جاتا ہوگا؟

یہ سزا کی حد گندم نانن و خرفروشی ہے جسے دیکھ کر خیروں کو رکھنے کا موقع ملتا ہے کہ اصل سوال بعض معاشی و سیاسی ہے اور تہذیب و مذہب کو معنی عام مسلمانوں کے جذبات پر انگیزہ کونے کے لیے بہانہ بنایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان حواصت کو دیکھ کر کوئی کہے گا کہ اپنے دین اور گھر کی حیثیت میں ذاتی آپ غصے ہیں؟ وہاں سے کیجے کہ دل میں درد ہے، مگر ذات سے بہرہ برد پیٹ ہی کر مٹھنے جانتے تو دیکھنے والا ہی خیال کرے گا کہ انداپ کے پیٹ میں ہے نہ کہ دل میں۔ ایسی ہی باتوں سے ایک قوم کی ہوا اکھڑتی ہے اور دوسری قوموں کے دل سے اس کا رعب اٹھ جاتا ہے۔

تقریباً انتشار اور بے نظمی کے علاج تھکا چڑھ کر مسلمانوں میں اجتماع و تنظیم اور مرکزیت کی ضرورت کا احساس تو پیدا ہوا، مگر انیسویں کے مغل و خود کی کی لئے اس مفید احساس کو ہی غلط راستہ پر لگا دیا۔ عام طور پر لوگ اب اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے جا رہے ہیں کہ اجتماع اور تنظیم اور مرکزیت بھائے خود دعوت ہیں، لہذا جو مرکز سامنے آئے اس کے گرد جمع ہونا قواعد سب مل کر چلو، انتشار اللہ کیس نہ کیس پہنچ ہی جائیگا۔ گریہ جس طرح کیسی یہ غلط پیدا ہوا تھا کہ آئٹ محض کائنات کی خاطر اور ادب محض ادب کے لیے؟ اسی طرح ادب یہ ایک نیا غلط پیدا ہو رہا ہے کہ اجتماع میں رجحان کا نہ صرف اور تنظیم محض بزرخی تنظیم اور مرکزیت دعوت مرکزیت کے لیے نہ بلکہ ان چیزوں کے مفید ہونے کا تمام تر انحصار اجتماع کی دونوں اور تنظیم کے اصولوں اور مرکزیت

ترتیب سے ہے۔ کسی غلط دراز کے گرد بے قصد چل رہا ہو یا غلط قصد کے لیے چل رہا ہو
بجائے معید ہونے کے اٹا سفر ہو جانا ہے۔

مسلمانوں کو خوب ایسی طرح صحابہؓ کے چلنے پر غصہ کرنا چاہیے کہ
انہیں کا مطالعہ نظر کر لیا ہے اور وہ کسی غرض کے لیے جہاں جہاں اذ تکمیل چاہتے ہیں۔

اگر آپ اسی سفر میں ایک ایسی مسلم جامعہ کی تکمیل چاہتے ہیں جہاں سادہ
اس کی تہذیب کا تہذیب کر سکتی ہو اور اس کی فکری و فنی کی منزل تک پہنچ سکتی ہو،
تو آپ کو جان لینا چاہیے کہ جو صورت تکمیل اس وقت ہی رہی ہے وہ بالکل غلط ہے۔

اس تکمیل میں جو لوگ سب کے لیے کی صفت میں نظر آتے ہیں اس صفت کی جامعہ میں ان
لوگوں کو سب سے پہلے کی صفت ہے، بلکہ بعض تو یہاں ہی برہمیت ہی جگہ پا
سکتے ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کو پیشوا بنانا بالکل جیسا ہی ہے جیسے ریل کے سب سے

پہلے لوگوں کی جگہ لگایا۔ میں پریشان ہو گیا ہوں کہ آپ جانا چاہتے ہیں، یہ نام نہاد انہی آپ

کی گاڑی کو اس کی طرف ایک پہنچ لے کر میں جاسکتا، البتہ گاڑی اپنے مڈی سے

آپ نشیب کی طرف لڑا لگے گی اور آپ لوگ کہ وقت تک اس غلط فہمی میں مبتلا
رہیں گے کہ انشاء اللہ، جہاں انہی سے اسے خوب اڑائے لیے جا رہا ہے۔ اس حقیقت

کو جتنے جلدی سمجھ رہا ہوں اتنا ہی پیتر ہے، کیونکہ ہر لوگ جو گناہ ہے وہ آپ کو اوپر
کے بجائے نیچے کی طرف لے جا رہا ہے۔ بزرگ آپ کی تہذیب کو جانتے ہی نہیں و

اس کا تہذیب کیا کریں گے؟ جو اس سے ظاہر ہو رہا ہے اس میں اس طرح امید کی جا سکتی
ہے کہ اس کے احقر سے اس کا ایسا انداز تھا، ہر کے گاہ و اپنی زبان سے پھر پھر

پھاڑتے ہیں، لیکن اگر حقیقت میں آپ کی کھدوں کے دل میں ان کا تہذیب ان کی زبانوں
بولتی ہوئی ہیں، ان کی ذہنی حقیقتیں بولتی ہوئی ہیں، ان کا اس قدر فکر و دل گیا ہوگا،

صاف سنی کی دلگیری میں نہیں ہے، البتہ اس بات کا میرا ثبوت ہے کہ اس گروہ
میں حقیقی اسلامی جذبہ ہرگز متعلق نہیں ہوگا ہے۔

اور اگر اسلامی منصب اس میں آپ کے سامنے نہیں ہے بلکہ صرف ملوہ سنی میں ایک

قوم کی حیثیت سے آپ اپنی انفرادیت کا تشکر چاہتے ہیں۔ اور اپنے اندر شیخ غلام کی روح پیدا کر کے دوسری قومن کے ساتھ کامیاب شناخت کرنا آپ کا غری مطلب نظر ہے۔ توجہ
 آپ کو اپنے پیروانوں میں سلام کو لگ بھگ کی ضرورت نہیں۔ اور لگ بھگ آپ سے کسی بحث
 کی ضرورت بھی نہیں۔ آپ کا راستہ جدا ہے اور میرا راستہ جدا۔ بشرہ یہی صحت پر کاموں کا
 جو اس سے پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اپنی اس قوم پر متحدہ تحریک کے لیے آپ کو سلام کا نام
 احتمال کرنے لاقی نہیں ہے۔ کیونکہ سلام ہر قسم کی قوم پرستی کا دشمن ہے۔ خواہ وہ ہندوستانی
 قوم پرستی ہو یا نام نہاد مسلم قوم پرستی؟

بعض مغزات اس قسم کے غیرواعی اجتماع اور مرکزیت کے حق میں قرآن و حدیث
 سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ گید ہی وہ جماعت ہے جس کے انشراح کا حکم دیا گیا
 ہے اور جس سے الگ ہونے یا الگ ہونے پر جو قسم کی دھمکانی لگتی ہے۔ لیکن یہی صریحاً
 کر کے ناواقفیت کا کرشمہ سمجھاتے یا خدا اور رسول کے مقابلے میں جہالت۔ قرآن کی اس
 سہولت میں کڑے ہونے کی جہالت نہیں دیتا جس کی غیلا تقریب پر نہ ہو۔ اور یہاں تقریب کا
 نام لینے والے فعلی جگہ جاتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ اللہ کی قسم کہ جو یہاں تقریب کا
 کہا جا رہا ہے کہ اس لوگوں کا مشق ہو کہ کس دینی کو تمام دین ہی درپیش نہ ہے۔ قطعاً غلط
 اس سے کہ وہ اللہ کی جہالت نہیں۔ قرآن صاف کہتا ہے کہ۔

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُُ وَرَسُولُهُ الْكَافِرُونَ اَصْلٰهُ الْكَافِرُونَ
 يُفَوِّضُونَ الْعَمَلٰتِ وَيُوَلُّوْنَ اَلْاَكْثَرُ وَهُوَ اَكْبَرُ

(المائدہ - آیت ۵۵)

• مسلمانوں کے حقیقی دوست اور ساتھی صرف اللہ اور رسول اللہ اور
 وہ لوگ ہیں جو ان سے ملے ہیں، اور ان کا نام کرتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں اور
 خدا کے لگ بھگ دے ہیں۔
 لیکن یہاں تک کہتا ہے کہ۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوا وَطٰغُوا اَلْعَصٰی اِنَّ اَكْثَرَهُمْ کٰفِرٌ

فی السیاقین۔ (التوبة: ۱۰)

”پس اگر تو یہ کہیں اللہ تعالیٰ تم کو یہی نصیب کرے تو تمہارے

دینی بھائی ہیں۔“

مگر یہاں تو اسد کو لاکھوں شروکوں کا معنی ہے مگر یہاں جانتے ہیں۔ برادری اور دوستی تو نہ گنوا
دوست اور سردی کسی کے لیے یہ بیزاری شروک نہیں ہیں۔ بلکہ یہ کسی حقوق کی برائی ہیں شروکوں
کا نام ہے یہ تو یہودیوں میں بھی پڑ جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ اندیشہ میں انحراف جماعت اور صاحب امام کے متعلق جو افکار ہیں
اور قنن عتق عتق فی انکار اللہ اس قسم کی برادری جماعت اور امام سے الگ ہونے
واحد کو انسان لگتی ہیں، انہیں کوئی ماحول ہی جماعتوں کے نہیں ہے جو بعض قوم
پرستی کے اصولوں پر بنی ہوئی افراطی کے لیے بنی ہوں۔ وہاں تو انحراف جماعت سے مراد
داخل اس جماعت کا انحراف ہے جو بنیوی افراطی سے پاک ہو کر غاصب اور اسلام کے
مشی کی دوست کے لیے بنی ہو۔ اسی جماعت سے الگ ہونے کو بغیر بغیثہ کا ترجمہ ہے
اور ہونا چاہیے۔ مگر ان بدادیت کو بنیوی جتنہ بندی اور سیاسی پارٹیوں کی دنیا داری
کے لیے دلیل بنانا خدا کے رسول پر پتہاں گھڑا ہے۔ کسی قوم کو کسی دوسری قوم کے مقابلہ
میں اگر معاشی یا سیاسی افراطی کے لیے جتنہ بندی کرنی ہو تو وہ عام قوانین طبیعت کے مطابق
ہونا چاہئے۔ اور دولت فراہم کرنے کی کوشش کرے۔ اسے خدا کو برا نہیں دیکھنا کیا
موت ہے؟ دونوں کی خاص خاص شکل میں آخر خدا کو جانبدار بننے کی کیا حاجت پیش
آتی ہے کہ ایک کی جتنہ بندی سے الگ ہونے والوں کو تو وہ جہنم کی سزا دے اور
دوسری کے بچنے کو تعزیت پہنچانے کے لیے وہ ہر اس شخص کے سامنے جہنم پیش کر دے
جو اس سے الگ ہوا الگ ہے؟

یعنی لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہیں کہ مسلمانوں کی کثرت تمام سوا دین علم سے بچاؤ

لے کر جماعت سے الگ ہونا ہو گیا۔

نہی مصلیٰ شریعت و مسلم نے تاکید فرمائی ہے کہ سواوا عظم کا ساتھ دینا مسلمانوں کی اکثریت
 جس میں سیاسی پادشاهی کی ممانعت اور جس قیادت کی تائید ہے اس کے ساتھ ہونا ضروری ہے یہی
 پر درست و غور کی سرسرخ خط تعبیر ہے۔ نہی مصلیٰ شریعت و مسلم نے جس سواوا عظم کے ساتھ
 دینے کا حکم دیا ہے اس سے غور و حاصل کن مسلمانوں کی اکثریت ہے جس کے اندر اسلامی
 شعور موجود ہو، جو حق اور باطل کی تیز نگاہ رکھتے ہوں اور جس کو اسلام کی شہادت اور اس کے فیاضی
 امور سے کم نہ لگتی و افضیت ضرور ہو کہ اسلام اور غیر اسلام میں فرق کر سکتے ہوں۔ یہی
 مسلمانوں کی اکثریت کبھی باطل پر راجح نہیں ہو سکتی، اس کا گنا کبھی کسی خطہ نہیں ہو سکتا۔
 بھی جانتے تو اس پر ہدایہ و رہنمائی نہیں دے سکتی۔ اسی بنا پر حضرت نے سواوا عظم کا ساتھ
 دینے کی تاکید فرمائی۔ مگر جو لوگ ان ضروری صفات سے عاری ہوں اور جن میں گمراہی
 گھونٹنے کی باطل ابتدائی پرکھ بھی نہ ہو ان کے لئے لاکھ لاکھ ہرگز "سواوا عظم" نہیں ہے، غوی
 کی جامعیت اسلامی شعور کے اعتبار سے جماعت ہے، انہی کی ہدایت اسلامی اصطلاح
 کی روش سے جماعت ہے، انہی کی اس ہدایت کو کسی حیثیت سے بھی مع و طاقت کا
 حق پہنچتا ہے۔ معنی غلط مسلمان "مسند و صول کا کھار جو لوگ جاہلیت کی پیروی کرتے ہوئے
 کی تنظیم کو تنظیم سمجھتے ہیں، اسے سمجھتے ہیں کہ اس وجہیت کی کوئی تنظیم خاص اسلامی نقطہ نظر
 سے مفید ثابت ہوگی ان کی گمراہی قائم کی ستم ہے۔

اسلام کی دعوت اور مسلمان کا منصب العین

جب کسی شخص پر ہمارے تشیخ، ہدایاں اور تجویز کے ذریعے سے ہوتے ہیں اور وہ اپنی مقدر میں ہی وہ ہر وقت کسی یا کسی تکلیف سے بے تاب رہتا ہو تو اس کی حالت کو دیکھ کر عقل مند لوگ کیا نتیجہ اخذ کرتے ہیں؟ وہ اسے معنی شہری عقل کا اثر قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خود اس کے اپنے نظامِ ہدائی کے اندر کوئی خرابی موجود ہے اور تشیخ کا علاج یا حکماء یا مدھنے سے، ہدایاں کا علاج مندرجہ ذیل سے اور حکماء کا علاج ہفت میں دیا جاتا ہے کہتے ہیں یا ان کی تمام تر کوششیں بھرتی ہے کہ اس اصل خرابی کو کبھی جو کلامِ ہدائی کی ترکیب میں پیدا ہو گئی ہے خود مدی تدریس میں کسی کو نہ دیکھنے میں صرف کر دیں؟

یہاں ایک نظریاتی حاکمیت کا مضمون ہے، ہر صاحبِ عقل ایسے مواقع پر دوسری صورت ہی اختیار کیا کرتا ہے۔ اگر تجتیب اور محنت تجتیب ہے کہ ہر عقل ایک نسخہ کو اس حالت میں دیکھ کر صحیح نتیجہ اخذ کرتی ہے کہ کہاں مادی جہاں ہے جب پہلی حکایت اس کے سامنے اسی حال میں ہر تمام عالمِ انسانی اس وقت ایک شدید بحران میں مبتلا ہے۔ اس پر تشیخ کا ایک وسیع تر بہت سے دوا ہے جس سے مدی بخیر ہو گئی ہے۔

لہذا یہ کہ اس وقت جگہ انجیل ہم پر ہی منتہی کے ساتھ ہادی تھی۔ (۲۰۱۰ء)

اور کوئی بیوا زودہ نہیں ہے۔ ایک وقت سے ہم اس پر ایسے ہی دوسے پڑے ہیں۔ اور ان کے درمیان جو فاصلہ تھا ہے اس میں بھی کسی نہ جین کے نہیں رہتا۔ ہر وقت کسی دوسرے سے جین ہی رہتے ہیں۔ مگر بارہو ایک وقت ہوتے ہیں کہ وہ اس پر صحت حاصل ماری دنیا میں مشاہدہ کی جا رہی ہے۔ کسی کو میں بارہو نہیں جانتا کہ انسانی نفس و عمر کی کس میں ایک انسانیت کی خرابی موجود ہے۔ ماری دنیا کے ہر جو شخص کو اپنی اپنی نظریہ مروت ان خدایہ عظمت ہی پر جانتے ہوئے ہیں جو خدائی خدائی کی دے سے ملے پر دنیا میں ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک کو اس پر جو جھڑا سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے اسی پر اٹھ کر کہہ دیتا ہے کہ میں اس کا آپریشن کر دو چر سب کو ٹیکہ ہو جائے گا۔ کوئی کہتا ہے کہ میں کی گانڈ ڈکٹریٹ ہے۔ اس کو اس کو کوئی کہتا ہے کہ ماری خرابی اپنی ہی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی کہتا ہے کہ سب سے ماری کے دنیا کو جہنم بنا دیتا ہے۔ اس کا خدائہ کہ وہ ان خدائی کی عقل کہاں گم ہو گئی ہے؟ یہ شاخوں کو ہر جہنم ہے۔ اس کو خبر نہیں کہ جہنم کیا ہے۔ اور وہ جہنم نہیں نہیں پکڑے۔ شاخیں ہر جہنم ہی رہیں گی خود تیا ست تک ان کو لکھیں وقت خارج کیا جاتا ہے۔

دنیا میں جہنم جو خدائی میں پائی جاتی ہے اس کی جہنم مروت ایک چیز ہے۔ اور وہ ہے اللہ کے سوا کسی اور کی مالکیت تسلیم کرنا۔ یہی اٹم انجیل ہے۔ یہی اصل پس کی گانڈ ہے۔ اس سے نہ کشمیر غریب پیدا ہوتا ہے جس کی شاخیں پھیل پھیل کر انسانوں پر مصیبتوں کے زہر پھیل چکی پکڑتی ہیں۔ یہ جہنم تک ہوتی ہے۔ آپ شاخوں کی جتنی چاہیں قطع و برید کر لیں، لیکن اس کے پھر بھی حاصل نہ ہو گا کہ ایک طرف سے سب کا نازل بند ہو جائے اور دوسری طرف سے شروع ہو جائے۔

ڈاکٹر مشپ یا مطلق انسان ہر شاخ کو مٹا دیتا ہے گا تو حاصل کیا ہو گا؟ یہی ہمارا ایک انسان یا ایک خدائی خدائی کے مقام سے ہٹ جائے گا اور اس کی جگہ پرینٹ خدا میں جائے گی۔ مگر کیا فی الواقع اس طریقہ سے انسانیت کا سکہ مل ہو جاتا ہے؟ کیا

علم سے نفی اور خدا کی امانت سے وہ جگہ تکل ہے جہاں پارمینٹ کی خدا کی ہے ؟
 امیر عزم کا حاکم کیا جانتے گا تو اس کا حاصل کیا ہوگا ؟ میں یہی کہ ایک قوم پرست
 دوسری قوم کی خدائی اُتر جائے گی۔ مگر کیا واقعی اس کے بعد زمین پر اس اور سرکش حال
 کا فائدہ کس قدر ہو رہتا ہے ؟ کیا وہاں انسان کو یحییٰ نصیب ہے جہاں قوم آپ اپنی
 خدا بنی ہوئی ہے ؟

سر پر داری کا متعلق ہر جگہ سے تو اس سے کیا نتیجہ برآمد ہوگا ؟ صورت یہ کہ
 محنت پیشہ عوام ، اہلکار و محنتوں کی خدا کی سے آزاد ہو کر خود اپنے بنائے ہوئے خداؤں
 کے بند بن جائیں گے۔ مگر کیا اس سے حقیقت میں آزاد دی ، عدلی ، انصاف کی
 نصیحتیں انسان کو حاصل ہو جاتی ہیں ؟ کیا انسان کو وہاں یہ نعمتیں حاصل ہیں جہاں
 مزدوروں کے پیچھے بنائے ہوئے خدا حکومت کر رہے ہیں ؟

حکامی حاکمیت سے مزہ بڑھانے والے زیادہ سے زیادہ بہتر نصب و تعین ہو چکی
 کر سکتے ہیں وہ پیش ایس جیسٹ کو دنیا میں کھلی ہوئی رعیت قائم ہو جاتے ، یعنی لوگ اپنی
 بھلائی کے لیے آپ اپنے حاکم ہوں۔ لیکن خلقِ ظلمہ اس سے کوئی حالت واقعی دنیا
 میں دنیا برمی سکتی ہے یا نہیں ، غرض کہ سوال یہ ہے کہ ایسی حالت اگر دنیا پر جاسے
 تو کیا اس فرضی جنت میں انسان خود اپنے نفس کے شیطان ، یعنی اُس جاہل اور نادان خدا
 کی خدمت سے ہی آزاد ہو جاتے گا جس کے پاس خدا کی کرنے کے لیے علم ، حکمت ، عدلی ،
 راستی کو بھی نہیں ، صورتِ خواہشات ہی خواہشات ہیں ، اور وہ بھی اللہ کی آیتِ جاہلانہ
 خواہشات ۔

فرض دنیا کے انسان کو شیروں میں انسانی مصائب اور پریشانیوں کے جتنے عمل بھی
 سوچے جا رہے ہیں وہی سبک خود میں نکلی ہے کہ خدا کی حاکمیت یعنی انسانوں سے

لے کر خود خدا ہی کو خلیجِ ہمدردی کی گہرائی میں بھی قائم نہیں ہو سکی اور خلیجِ دل سے ثابت ہوتا
 ہے کہ یہاں ہذا اللہ تعالیٰ ہے۔ (دقیق)

سب پر کہ بعض دوسرے انسانوں کی طوٹ ٹھٹھ بوجھتے۔ اور یہ حیثیت لازماً نہیں ہے بلکہ صرف اُن کا ہونا ہے۔ اس کے معنی عرصہ ہی کہ کسی ایک یا سب ایک ہی راستہ سے آنا ہے اور یہ نہ کہ ان کے بلکہ دوسرے راستے ہوتے۔ اس کو اگر مل گیا ہو اس کا یہ تو یہی ہی ہے جیسے حق کی پہلی کوسوں سے تبدیل کر دیا۔ اگر شعور معنی حق کو خود کرنا خارج ہے شک آپ کا یہ ہے کہ ایک اگر اصل مقصد جان پہچان کا تو ایک پیغام اہل کو دوسرے ایک اہل سے تبدیل کر کے آپس کے کوئی ہی کا بیان حاصل ہو۔

خدا ایک انسان دوسرے کا خدا بنے، یا دوسرے کی خدائی تسلیم کرے، یا آپ اپنا خدا بن جائے، اور حال ان تمام صورتوں میں تبدیلی اور دشمنی کا اصل سبب جن کا اُن کی ذاتی جہت ہے۔ یہ نگرانی حوائج بادشاہ نہیں ہے وہ اگر بادشاہ بن بیٹھے، جو حقیقت میں بندہ اور خادم ہے وہ اگر اپنے آپ کو خدائی و خداوندی کے مقام پر پہنچ جائے اور وہ اصل نہ تو خداوند ستمی و جہت ہے نہ اگر خیر نہ تو خداوند خود تار عالم ہی کو کام کرنے لگے، تو اس بات کا اور ایسے بات کا تسلیم کرنے کی حیثیت ایک خط ابھی کے برابر نہ ہوگی۔ حیثیت پر کچھ ہے وہ تو یہ حال وہی رہی ہے گی۔ حیثیت میں تو یہ خدا ہے وہ خدائی ہے کہ اور جو بندہ ہے وہ بندہ ہی رہے گا۔ اگر جب بندہ اس علم عقل بنیادی خط نہیں پر اپنی زندگی کی ساری محنت اُٹھائے گا کہ وہ خود ملک اعلیٰ ہے یا کوئی اور بندہ اس کا حاکم اعلیٰ ہے، اور جب وہ یہ جو کام کرے گا کہ اس سے بالاتر کوئی حاکم نہیں ہے جس کے سامنے وہ بوجھد اور اسے اپنے اوپر نہیں ہیں جس کی دعا لینے کا محتاج ہیں تو یقیناً اس کی زندگی کی عمارت اور سچا خط ہو کر رہ جائے گی اور اس میں راستی و صحت کو تلاش کرنا محنت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

یہ بات اگر کسی طرح انسان کی عقل قبول کریتی ہے کہ خلق کسی کی برادری میں اس کا ہر ایک اپنے اپنے اپنے اپنے دانا کوئی برادری علم کسی اور اپنے اپنے کسی کا ہر ایک اور ثابت کسی اس کی ہر؟

جس نے انسان کو بنایا جس نے انسان کے لیے زمین کی تہام گاہ بنائی، جو اپنی ہر اپنی پانی، اپنی روشنی اور حرارت، اور اپنے پیدا کیے ہوئے مکانات سے انسان کی پرورش کر رہا ہے، جس کی قدرت انسان کا انداز چوری نہیں گا جس میں انسان درجہ صاف ادا کیے ہوئے ہے، اور جس کے چھوٹے قدرت سے انسان کسی عمل میں نکل ہی نہیں سکتا، اعلیٰ اور غریب کا امتیاز ہے کہ وہی انسان کا انداز زمین کا ایک ہر وہی خداوند ہے ہر اور وہی بادشاہ اور حاکم ہی ہو۔ اس کی رہائی کوئی دنیا میں خود اس کے سوا اور کسی کو گستاخ فرزندانی کوئی پینا ہے، اس طرح ایک لوگوں کے لئے لائق رہ سکتا ہے کہ وہ اپنے جیسے دوسرے لوگوں کا ایک ہے، صانع اور پروردگار کے جو اپنی صفات اور اپنے پروردگار کی حلیت اور اس کے لیے ہر ہر سکتی ہے، اگر کوئی اتنی قدرت رکھتا ہے، اس کے پاس تمام علم ہے، اس کا یہ قلوب ہے کہ اس سلطنت میں زندگانی کر کے، اگر انسان اس سلطنت کے اصل سلطان کی حاکمیت کو تسلیم نہیں کرتا اور اس کے سامنے دوسرے کی حاکمیت دیتا ہے، یا خود اپنی حاکمیت کو بڑھا کر ہے تو میرا، اور اس کے خلاف ہے، یہی غیور پر غلط ہے، ایک عظیم نشانِ جبروت ہے، سب سے زیادہ سفید جبروت۔ ایسا جبروت جس کی تہِ یزد میں دامن کی ہر شے ہر وقت کر رہی ہے، ایسے بنوئے خدا و جبروت اور اس غلط تسلیم و اطاعت سے حقیقت نفسِ عالمی میں قدر برابر ہی فرق واقع نہیں ہوتا، جو ملک ہے وہ ملک ہی ہے، جو بادشاہ اور حاکم ہے وہ بادشاہ اور حاکم ہی رہے گا، البتہ خود اس انسان کی زندگی اور سچا غلط ہو کر رہ جائے گی جو خدا کے خلاف دوسرے کی حاکمیت تسلیم کر کے، یا خود اپنی حاکمیت کا قوی بن کر کام کرے گا، حقیقت اس کی شمع نہیں ہے کہ تم اس کا انداز کر تب ہی وہ حقیقت ہو، نہیں، تم خود اس کے محتاج ہو کہ اس کی سرپرست حاصل کر کے اپنی سی دھل کو اس کے مطابق بنادے۔ اگر تم حقیقت کو اس میں نہیں کرتے اور اس غلط چیز کو حقیقت سمجھ بیٹھے ہو تو اس میں نقصان تو ہونا چاہیے۔ تہا رہی غلط نہیں ہے حقیقت میں کوئی تخیل نہ تھا جس پر سکتا۔

ظاہر ہے کہ میں چیز کی بنیادی سرے سے غلط ہوں کہ جو ہی ترسیت اور نفرت

امور عام سے کہیں درست نہیں کیا جاسکتا۔ ایک جھوٹ کے ہٹ جانے اور اس کی جگہ دوسرے جھوٹ کے اُبھارنے سے حقیقت میں کوئی فرق بھی واقع نہیں ہوگا۔ اس قسم کی تبدیلی سے عقلِ متقی تو پرستگنی ہے مگر غیر حق پرستگی کی علامت قائم کرنے کا یہ نقصان ایک صورت میں عقائد ہی دوسری صورت میں بھی عملی حائلِ باقی رہتا ہے۔

اس نقصان کو دور کرنے اور انسانی زندگی کو حقیقی فلاح و سعادت سے ہمکنار کرنے کی کوئی صورت اس کے سوا نہیں ہے کہ غیر انسانی ملکیت سے بھڑکاؤ اٹھار کیا جائے اور اس کی ملکیت تسلیم کی جائے جو فی الواقع ملکِ ملک ہے۔ ہر اس نظامِ حکومت کو دیکھا جائے جو انسانی اقتدارِ اعلیٰ کے باطنی نظریہ پر قائم ہو، اور صرف اس نظامِ حکومت کو قبول کیا جاسکے جس میں اقتدارِ اعلیٰ اسی کا ہر جہتی حقیقتِ مستحضرِ اعلیٰ ہے۔ ہر اس حکومت کے عملی حکمرانی کو دیکھنے سے اٹھار کر دیا جائے جس میں انسان بذاتِ خود حاکم اور صاحبِ امر و نہی ہو سکے گا نہ ہی ہر اور صورت اس حکومت کو ہاتھ قرار دیا جائے جس میں زندگی اعلیٰ اور حقیقی حاکم کے تحت خلیفہ ہر سطح کی حیثیت قبول کرے۔ یہ بنیادی اصول ہے جب ملک نہ ہوگی، جب ملک انسان کی ملکیت، غلام وہ کسی شکل اور کسی زمینیت کی ہو، جو پیشہ سے اٹھار کر نہ پھیلا دی جائے گی، اور جب ملک انسانی ملکیت کے غیرِ واقعی تصدیق کی جگہ خواستِ اپنی اور اتنی (Reason) تصور دے سے گا، اس وقت ملک انسانی نشن کی جگہ بھی ہوتی گی کہیں دوست نہ ہو سکے گی، چاہے سرحدِ دہری کی جگہ اشتراکیت قائم ہو جائے، یا ڈکٹیٹر شپ کی جگہ جمہوریت چلتی ہو جائے، یا پیرِ عوام کی جگہ قاضی کی حکومت خود اختیار۔ یہ کاغذِ فائدہ نہ رہتا ہے۔ صرف خلافتِ حق کا نظریہ انسان کو اس لئے دے سکتا ہے، اسی سے ظلم مٹ سکتا ہے اور صل قائم ہو سکتا ہے، اور اسی کو اختیار رکھ کر انسانی اپنی قوتوں کو صحیح انداز اپنی سی وجہ کارِ گم گم کر پا سکتا ہے۔ دیکھنا انہیں اور ظلم انہیں و اشتہار کے سوا کسی کوئی انسانی نشن و اثر ہی کے لیے ایسے اصول اور اصولِ تجویز کرنے کی اہلیت نہیں دے سکتا۔ مجھے دیکھیں، میں یا نبی و نبی، تعصب اور خود غرضی کشائے تک نہ ہو، جو ٹھیک ٹھیک حل پر قائم ہوں، میں میں تمام انسانوں کے مفاد اور

محقق کو کیا ملے گا تو کیا گیا ہو، جو کسی دنیا کی کسی پر نہیں بلکہ حقائق غیوریت کے یقینی علم پر مبنی ہوں۔ ایسے متابطہ کی جستجو سے انسان عین اسی طرح بہرہ ور ہو سکتا ہے کہ وہ خود صاحبِ مراد قانون ساز بننے کے ذمہ سے دست بردار ہو جائے، خدا پر اور اس کے لیے ہر شے کا قانون زندگی پر ایمان رکھے اور آخرت کی حجاب ہی کا احساس نہ رکھتے ہجرت اس متابطہ کو دنیا میں قائم کرے۔

اسلام انسانی زندگی میں جس بنیادی اصول کو رکھتا ہے، اس کو کسی ایک قوم سے دلچسپی اور کسی دوسری قوم سے عداوت نہیں ہے کہ ایک کو نیکو خدا اور دوسری کو لڑکھائے اس کا مقصد ہو۔ بلکہ اس کے تمام نوعِ انسانی کی فلاح و سعادت مطلوب ہے جس کے لیے وہ ایک عالمگیر فحیہ و مذاہب پیش کرتا ہے۔ وہ ایک تنگ مذاہب سے کسی خاص ملک یا کسی خاص گروہِ انسانی کو نہیں دیکھتا بلکہ وسیع منظر سے تمام روئے زمین کو اس کے تمام باشندوں سمیت دیکھتا ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے فتن و حوادثِ انسانی سے باہر ہو کر ان اصول و بنیادی مسائل کی طرف توجہ کرتا ہے جس کے حل ہونا ہے تمام انسانوں اور تمام حالات و مقامات میں۔ اس سے فردی و ضمنی مسائل آپ سے آپ حل ہو جاتے ہیں۔ اس سے ظلم کی شاخوں اور فساد کی فروئی شکلوں سے بحث نہیں ہے کہ نیکو بلکہ ایک شاخ کو کاٹنے پر زور دیتے کہ اسے اور کسی دوسری جگہ کسی دوسری شاخ سے قطع کر دیا جائے گا، بلکہ وہ ظلم کی جڑ اور فساد کے سرچشمے پر زور دیتے ہیں کہ ان شاخوں کی پیدائش ہی بند ہو جائے اور جگہ جگہ اُسے دین کی کاٹ چھانٹ کا جھگڑا ہی باقی نہ رہے۔

یہ چھوٹے چھوٹے ضمنی مسائل ہیں جس میں آج دنیا کی مختلف قومیں اور جماعتیں اور ہر ہیں، مشرق و وسط میں، بلکہ اقصیٰ تک، یا جہل میں اُلی کا فساد، یا چین میں جاپان کا ظلم، یا ایشیا یا افریقہ میں برطانیہ و فرانس کی تعمیرِ مینت، اسلام کی نگاہ میں ان کی ادا کیے تمام مسائل کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کی نگاہ میں ایک ہی سوال اہمیت رکھتا ہے۔ وہ تمام دنیا سے پوچھتا ہے:

وَأَزْجَبَتْ قُلُوبَهُمْ فَكَلِمَاتُكَ تَحْيِيهِ أَمَّا اللَّهُ الْوَاقِعُ الْبَاقِي

(دوسعت - نیت ۳۹)

مستقرن چھوٹے چھوٹے خداؤں کی ہندگی بھی چھوٹا اس ایک

اللہ کی جو سب پر غلبہ تسلط رکھتا ہے ۹

جو لوگ ہیں سب کے آپس میں دوسے ہیں، اسلام کو سب کو ایک بھلا ہے
خواہ وہ کہیں ہیں کتنے ہی مختلف شعبوں میں بٹے ہوئے ہوں۔ ان کی ایک دوسرے
کے خلاف ہندو اسلام کی نظر میں ایک خدا کے خلاف دوسرے خدا کی ہندو ہے۔
انہوں سے کسی کی دشمنی بھی نفسِ خدا سے نہیں ہے بلکہ خدا کی کسی خاص شرافت سے ہے
اور اس لیے ہے کہ میں خدا کا بھٹا ایک فرقہ خدا کی کاس ہے وہ سرنگیں ہوا اس
کی جگہ وہ خدا سر پندرہویں کا بھٹا اور فرقہ اٹھائے ہوئے ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے
فرقہ پرستوں سے کسی کے ساتھ بھی اس کا اشتراک عمل نہیں ہو سکتا اور اصل خدا کا دشمن ہو۔ اس
کے لیے تو ایک چھوٹے سب کے ہر استاد اور دوسرے چھوٹے سب کے خدوں
میں ترجیح کا سوال ہی نہیں۔ اس کی تو ایک وقت سب سے طاق ہے۔ وہ تو اپنا سامان
خدا پرست ایک ہی مقصد پر مروت کرے گا اور وہ یہ ہے کہ انہوں کو متفرق فریق متفرق بدوں
اور انہوں کی ہندگی سے نکلا جائے اور اس اشروہ و تہجد کی ملکیت تسلیم کر لئی جائے
جوئی الحقیقت، ثابت، اٹکاس، تھیلک، اٹکاس اور اللہ اللہ اس ہے۔

نفاذ مسلمانوں اگر کوئی بے معنی غلط ہے اور معنی غلط کے طور پر انسانوں کے
کسی گروہ کے لیے استعمال ہونے لگا ہے، تب تو مسلمانوں کو پہلی آزمائش حاصل
ہونی چاہیے کہ اپنی زندگی کے لیے جو مقصد چاہیں قرار دے میں اور جو طریقہ پر چاہیں
کام کریں۔ لیکن اگر یہ نظائر دیگر کے لیے استعمال ہوتا ہے، جنہوں سے اسلام کو بطور
مسلک و مشرب قبول کیا ہے تو یقیناً مسلمانوں کے لیے کوئی نظریہ، کوئی مقصد اور
کوئی طریقہ کار اسلام کے نظریہ، مقصد اور طریقہ کار کے سوا نہیں ہو سکتا۔ غیر اسلامی نظریہ
اور پالیسی اختیار کرنے کے لیے مصلحت نہ ملے اور مقتضیاتِ وقت کا بہانہ کوئی بہانہ نہیں

ہے۔ مسلمان جہاں جس ماحول میں بھی ہوں گے ان کو وقتی حوادث اور وقتی حالات سے مدد حاصل ہے۔ یہ ماحول سابقہ پیش ہی آئے گا۔ پھر وہ اسلام آخر کی کام کا سام ہے جس کا اجتماع موت انفرادی حالت ہی میں کیا جلتے اور جب حالات دیگر گروں ہوں تو اسے چھوڑ کر حسب ضرورت کوئی دوسرا نظریہ اختیار کر دیا جلتے اور اصل تمام مختلف حالات میں اسلام کے ایسی فکر اور زندگی تھیں کہ وہ اپنے ماحول میں اختیار کرنا ہی مسلمان ہونا ہے اور اگر مسلمان ہر وقت ہر حال کی ایک جہاں نہ نقطہ غور سے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ مروج دلی دیکھ کر ایک نئی پالیسی وضع کرنا کہیں جس کا اسلام کے نظریہ و عقیدے کوئی ناکارہ نہیں، تو ایسے مسلمان ہونے میں اور مسلمان ہونے میں قطعاً کوئی فرق نہیں۔ ایک ملک کی بیرونی کے ساتھ ہی یہی کہ آپ جس ماحول میں بھی ہوں آپ لائقہ نظر اور طریقہ کار اس ملک کے مطابق ہر جس کے آپ سے رو ہیں۔ ایک مسلمان کسی مسلمان اس وقت ہر ملک تک ہے جب کہ زندگی کے تمام جزئی مسائل اور وقتی حوادث میں اس کی نقطہ نظر اور اس کی طریقہ اختیار کرے۔ ہر مسلمان کسی مروج دلی میں اس کی پہلو چھٹ کر غیر اسلامی پہلو اختیار کرتا ہے اور یہ عند پیش کرتا ہے کہ اس مروج اور اس ماحول میں تو جسے غیر اسلامی طریقہ ہی پر کام کرنا ہے اور جب حالات دیگر ہر ماحول میں گئے تو مسلمان ہی کام کرنے لگیں گا۔ اور اصل یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلام کوں بہتے خود کوئی ایسا ہرگز نہ تھا زندگی ہی نہیں بھگتا زندگی کے ہر معاملہ زندگی پر گردش پر لکھاں ہادی ہو سکتا ہے، یا پھر جس کا وہ اسلام کے سانچے میں پوری طرح نہیں دھکتا ہے جس کا وہ ہے اس میں یہ صورت نہیں ہے کہ اسلام کے قیادت کو جزئی حوادث پر غصہ کر سکے۔ یہ سمجھ کے کہ مختلف احوال میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی پالیسی کیا ہوتی ہے۔

ایک وقتی مسلمان ہونے کی حیثیت جب اس میں نیچے نگاہ ڈالیں تو جسے اس طرح انکار و تردید کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی کہ اگر یہ ممکنہ ایریاں پر ایرانی اور افغانی یہ افغانی طور پر مسلمان ہونے کی حیثیت سے اس کی حکمرانی علی الناس اور اس کے

کے نظریہ کا کافی نہیں ہوں کہ مجھے اس پر سرتست ہو۔ میں اس کے برعکس حکم سے اللہ تعالیٰ
 اس سے بدخلق کا نظریہ رکھتا ہوں، اور اس اعتبار سے میرے نزدیک ان مسلمانوں
 پر انگریزوں کی مالکیت اور فرائض پر الٹی فرائض کی مالکیت میں فرق خط ہے، اسی قدر
 فرق حدود سرے طرح پر ان کے اپنے باشندوں کی مالکیت ہی خط ہے۔ بلکہ اس سے
 زیادہ خط۔ اس لیے کہ یہ تو میں اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہیں ان کا خدا کی مالکیت کے بجائے
 انسانوں کی مالکیت اختیار کرتا اور بھی زیادہ انہوں نے مالک ہے۔ غیر مسلم اگر عبادت گاہ کے علم
 میں ہیں تو یہیں طرز عمل کی بنا پر متفقہ طور پر یہ کہیں عبادت گاہ کی تعریف میں آجاتے ہیں۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس مسئلہ میں بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے
 کہ ہندوستان میں ہیں مسلم کثیر القدر اور یہی وہاں کی حکومت قائم ہو جائے۔ میرے
 نزدیک جو سوال سب سے اہم ہے وہ ہے کہ آپ کے اس "پاکستان" میں
 نظام حکومت کی اس خدا کی مالکیت پر رکھی جائے گی یا مغربی نظریہ عبودیت کے مطابق
 حوام کی مالکیت پر۔ اگر پہلی صورت ہے تو یقیناً یہ "پاکستان" ہو گا اور بصورت دیگر
 یہ وہی ہے "پاکستان" ہو گا جس ملک کا وہ حق ہو گا جہاں آپ کی الیم کے مطابق غیر مسلم
 حکومت کریں گے۔ بلکہ خدا کی نگاہ میں یہ اس سے زیادہ نا پاک اس سے زیادہ ہنر مند و
 مومن ہو گا۔ یوں نہ کہ یہیں اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے وہ کام کریں گے جو غیر مسلم
 کرتے ہیں۔ اگر میں اس بات پر غور کروں کہ یہاں رام داس کے بجائے محمد شجاعی
 کے منصب پر بیٹھے گا تو یہ اسلام نہیں ہے بلکہ زائیسٹزم ہے، اور یہ مسلم ٹیشزم
 بھی خدا کی شریعت میں اتنا ہی مومن ہے جتنا "ہندوستانی ٹیشزم"۔

مسلمان ہونے کی حیثیت سے میری نگاہ میں اس سوال کی بھی کوئی اہمیت نہیں
 ہے کہ ہندوستان ایک ملک ہے یا اس ملکوں میں تقسیم ہو جائے گا۔ تمام دانشورین
 ایک ملک ہے۔ انسان خدا کی ہزاروں ہزاروں میں تقسیم کر دیا ہے۔ یہ بات کسی

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی جو تعداد تھی، اسلام کے نام سے کام کر رہی
 ہیں، اگرچہ اسی اسلام کے میدان پر ہی کے نظریات، اقتصادیات، سماج کو پرکھا جائے تو
 سب کی سب جنس کا سد نکلیں گی۔ خواہ مغربی تعلیم و تربیت دے دے ہر نئے سیاسی
 لیڈر میں یا قریب قریب کے مغربی رہنما، وہی ہی اپنے نظریہ اور اپنی پالیسی کے لحاظ سے
 یکساں گم گم رہیں۔ دونوں دروغ سے بہت کم تکراریوں میں مبتلا رہے ہیں۔ دونوں
 اپنے اصل بہت کم چمڑا کر رہی ہیں، اپنی تیر چالیس ہیں۔ ایک گروہ کے مدعا پر ہندو کا
 بننا مراد ہے اور دوسرا جماعت کے بعد دوسرے عزم کے کھیل سے بچ جانے کا نام نہت ہے۔
 دوسرے گروہ کے سر پر اگر ریاضت و محنت سے اسلام کی پیروی عزم کے بدلے سے
 پرانے کا نہت ہے۔ وہی میں سے کسی کی نظر میں مسلمان کی نظر نہیں، وہ نہ دیکھتے
 کہ اصل شیطانی دین ہے نہ وہ، اصل شیطانی فریشتہ کی حاکمیت ہے۔ اس سے نہت نہ پائی
 کر چھوڑ دیا۔ لڑا ہے تو اس کو مٹانے کے لیے لڑا، جو تو چلا ہے اس ہمت کی قوت
 سب سے ہندو کر چلا۔ میں تو تو قوت قوت لے کر ہے اسے لو کہنے پر قوت کر دے۔
 اس کے سر اس نام میں ہی تو اپنی ساری قوت کر دے، وہی طرح پرانے اور انہیں جو کہ
 دینی کی میں میں ان لوگوں کی میں میں کے متعلق قرآن مجید لکھا ہے کہ لَنْ يَنْفَعَكَ كُفْرُكَ
 وَالْكَافِرِينَ أَهْمُ لَكَ أَتَكْفُرِينَ مَنَ سَيُكَلِّمُهُ فِي الْحَقِّ وَالْكَافِرِينَ
 أَهْمُ لَكَ أَتَكْفُرِينَ أَتَكْفُرُونَ كُفْرًا أَوْ لِيَسْتَكْفُرُوا
 بِالْبَاطِلِ تَكْفُرًا أَوْ لِيَكْفُرُوا بِالْبَاطِلِ تَكْفُرًا أَوْ لِيَكْفُرُوا
 بِالْبَاطِلِ تَكْفُرًا (سورۃ النحل - آیات ۷۳ تا ۷۵)

مغربی فرقہ کے پیشروں پر تو چنداں حیرت نہیں کہ ان سے چاروں کو قرآن کی ہر
 بات نہیں آتی ہے، اگر حیرت اور ہر حیرت ہے تو اُن کے کام پر ہی کا وقت دن کا
 مشغول ہی قاتل اللہ و قاتل الرسول ہے۔ پھر میں نہیں کہ اگر آخر میں کو کیا ہو گیا ہے۔
 یہ قرآن کہیں نظر سے پڑھتے ہیں کہ ہزار بار پڑھنے کے بعد بھی انہیں اس قتل اور قاتل
 پالیسی کی طرف حیرت نہیں آتی جو مسلمانوں کے لیے اصل طور پر مقرر کر دی گئی ہے۔ جن

کی طرف دعوت دے دی بلکہ اس چیز کی طرف دعوت دی کہ بڑے لشکرِ رقیقہ کا و بگڑکھو
 کما غنیمۃ و ذلٰلۃ حذقہ اصغر کما کشتکونہ کما کشتکونہ کما کشتکونہ۔ ہونا ہر جگہ ہونا
 جو فرقہ میں یہی کہے گئے ہیں، کسی اور دنیا کے نہیں، اسی دنیا کے ہیں جس میں ہم رہتے
 ہیں، اور یہی ہے انہوں نے تعلق رکھتے ہیں، جیسے ہم انسان ہیں۔ یہ نہیں کہا ہو سکتا
 کہ جی ملوں اسلئے مسلمانوں، انبیاء عظیم السلام آئے ان میں عمر سے کہی سب سہا سہا،
 معاشی، تمدنی مسئلہ حل طلب تھا ہی نہیں جس کی طرف ترجمہ کی ضرورت تھی ہمیں جب
 یہ واقعہ ہے کہ اسلامی تحریک کے ہر دو ہفتے ہر ملک اور ہر زمانے میں، تمام وقت اور
 مقامی مسائل کو نظر انداز کر کے اسی ایک مسئلہ کو اٹکے رکھا اور اسی پر اپنا سارا دعوہ و طرف
 کیا تو اس سے مراد یہی نتیجہ نکلا ہوا سکتا ہے کہ ان کے نزدیک مسئلہ اہم انسانی تھا
 اور وہ اسی کے حل پر زندگی کے تمام مسائل کا حل برقرار رکھتے تھے۔

اس بات کو یاد رکھیے کہ اسلامی تحریک کے دور ہونا جو خدا کی طرف سے کھینچا
 سب کے سب مل جل کر کیا ہے، نابلد تھے، نہ جانتے تھے کہ انسانی زندگی کے
 معاملات میں کون سی چیزیں قائم اور کون سی سوخت ہو رہی ہیں، اور انہیں خبر نہ تھی
 کہ کادری کے لیے ہر دو ہفتہ کس طرح کی جاتی ہے اور مل جل کر کس طرح کی
 کیا تھیں ہیں۔ یا پھر یہ تسلیم کیجیے کہ اس زندگی میں جو حضرات اسلام کے فائدے سے
 اور مسائل کے فائدے سے ثابت ہو رہے ہیں وہ تجزیہ و تفسیر پر کتنا ہی مجتہد تھے
 بہر حال اسلامی تحریک کے مزاج کو یہ نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے کہ اس تحریک کو
 پھیلنے اور اگے بڑھانے کا طریقہ کیا ہے۔

تمام مسلمانوں کو جان دینا چاہیے کہ یکیشیت ایک مسلم جماعت ہونے کے ہذا حق
 اسی تحریک سے ہے جس کے در پر وہ چھا انبیاء عظیم السلام تھے۔ ہر تحریک کا ایک خاص
 نظام نگر اور ایک خاص طریق کار ہوتا ہے۔ اسلام کا نظام نگر اور طریق کار وہ ہے جو ہم
 کو انبیاء عظیم السلام کی سیرتوں میں ملتا ہے۔ ہم خواہ کسی ملک اور کسی زمانہ میں ہوں،
 اور ہمارے کار و پیش زندگی کے مسائل و معاملات خواہ کسی نوعیت کے ہوں، ہمارے

چہ عقیدہ منصب اسمیٰ وہی ہے جو انبیاء کا تھا اور اس منزل تک پہنچنے کا راستہ وہی
 ہے جس پر انبیاء ہر زمانے میں چلتے آئے۔ اور قیامت کی حیثیت تقدی، اللہ تعالیٰ
 تعالیٰ کا حکم تھا۔ (الاحزاب: ۱۰۰) جس زندگی کے سارے معاملات کو اسی
 فکر سے دیکھنا چاہیئے جس سے انہوں نے دیکھا۔ ہمارا یہ عقیدہ وہی ہے جو چاہئے جو اس
 کا تھا۔ اور ہادی اجتماعی پائیں انہی خطوط پر قائم ہونی چاہیئے جس پر انہوں نے قائم کی تھی۔
 اس مسئلہ کو سمجھ کر اگر ہم کسی دوسرے مسلک کا نظریہ اور طریق عمل اختیار کریں گے تو
 گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ بات ہمارے نزدیک سے غور تو ہے کہ ہم اس تلک داعی سے مدد لیں
 دنیا پر نگاہ ڈالیں جس سے ایک قوم پرست بن گیا جس پر یہ دعویٰ کیا کہ اس کی ہر ایک
 چیز پر اس کے لیے بلند ترین خدائے تعالیٰ نے وہ ہمارے لیے اتنی بہت ہے کہ
 اور ان اختلافات کی بھی منتہی نہیں۔ اگر ہم اس کے خدائے تعالیٰ کو اختیار کریں گے، انہی کی زبان
 میں بات کریں گے، اور انہی گھنٹیوں کے ساتھ پروردہی کے ہم یہ وہ فرشتہ ہیں، انہی
 وقت کو ہم خود ہی ملک میں جاریں گے، شیر اگر بکری کی سی بولی بولنے لگے اور انہوں
 کی قویں گلیں پر گڑھ پڑے تو اس کے سنا رہی ہیں کہ جمل کی بات بھی سے وہ آپ، انہی
 دست دہار ہو گیا۔ اب اس کی توقع کیجئے کہ جمل کے لوگ اس کی حیثیت
 تسلیم کریں گے و شیر کی ہونی چاہیئے، یہ تصور کی بنا پر قوی حکومت کے مطابق، یہ اکثریت
 اقلیت کے لئے ہے یہ اختلافات اور حقوق کی چیزیں پکارتی، انگریزی سلطنت اور روسی سلطنت
 کے ملحق مملکت ہیں قوی مندر کے تحت کی تقریریں، اور دوسری طرف یہ انہی کے
 نعرے اور پٹنات نہرو کے نعرے ہیں، انہی کے نام کی مخالفت، یہ سب ہمارے لیے بکری
 کہ وہ بیاں ہیں، یہ وہ بیاں ہیں کہ ہم خود ایک خود حیثیت اختیار کرتے ہیں اور اپنی حیثیت
 اس قدر غلط طور پر دیکھنا کہ اسے غلط کر دیتے ہیں کہ دنیا میں بکری ہی کہنے پر جہد ہو جاتی
 ہے خدا نے جس اس سے بہت اونچا منصب دیا ہے، ہمارا منصب یہ ہے کہ ہم گھڑے

ہم کرتا ہوں نہایت غیر عشا کی ملکیت شاہیں ہوں خدا کے بندوں پر خدا کے عواہش کی ملکیت
 ہائی خود پہنچے ہیں۔ یہ شیر کا منصب ہے اور اس منصب کو ادا کرنے کے لیے اس قسم کی گہری
 شروعات کار نہیں ہے، بلکہ عرب شیر کا دل بدلا ہے۔ وہ شیر شیر نہیں ہے جو اگر خوب
 میں بند ہوتا بلکہ اس کی طرح بننا ہے۔ لہذا شیر وہ بھی نہیں جو شیریں کی کثرت تعداد کو دیکھ
 کر یا شیریں کی چہرہ و کستی دیکھ کر اپنی شیریت بھول جاتے۔

(ترجمان القرآن - مئی و جون ۱۹۴۰ء)

اصلی مسلمانوں کے لیے ایک ہی راہِ عمل

پچھلے عرصے میں لکھا ہے کہ اسلام تمام عالمِ انسانی کے لیے بنیادی اصول کا ایک پیغام اور عملی اصول کا ایک انتہائی پروگرام ہے۔ اس کا پیغام یہ ہے کہ تمام انسان اللہ صلا و السلام کی ملکیت تسلیم کریں، حق کو اس کے علم کے سوا ہر دوسرے حکم یا عمل پر جانتے۔ اور اس کا پروگرام یہ ہے کہ انسانوں میں سے جو لوگ اس دعوت کو قبول کریں وہ ایک جتنا بڑا کام چاہنا اور اس بنیادی اصول کو عمل کا خاکہ بنے میں موزن کریں، یہاں تک کہ انہیں کی مختلف اور مختلف کی، قوموں اور شعروں کی فرماں برداری اور عہد کی حکومت اور اختیاری باتگیز مت جائے اور خدا کی مصلحت میں اس کی رعایت پر عہد اس کا قانون عملی بنیادی پروگرام اور ہی پروگرام انبیاءِ عظیم اسلام و دنیا سے ملے کر آئے ہے۔ اس ایک مقصد پر انہوں نے اپنی تمام سی وجہ کو مرکوز کیا ہے۔ اور مسلمانوں، جماعتیہ کے دارِ امت اور ان کے پیرو ہیں، ان کے لیے ہی اس کے سوا کوئی دوسرا مقصد ہے اور کوئی دوسری راہِ عمل۔ مسلمانوں کی قسمت سب سے بہتر ہے جو کہ اس کو اختیار ہے وہ یہی ہے کہ اپنے خالق کو مسلم یعنی مسیحی بنیاد پر لکھنے کے بارے میں انہوں نے اس نصب العین اور اس راہِ عمل کو چھوڑ کر اپنے مقاصد اور طریقے اختیار کر لیے ہیں۔ یہی اسلام ہے کوئی ٹوکنا واسطہ ہی نہیں ہے۔

نئی دکان کو چھوڑ کر جو کام کے علم سے بالکل ہی بے بہرہ ہیں، آج تک بچے کوئی مسلمان، غور نہ کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہے، ایسا فیصلہ دیا جس سے اس اعتراض کو سنبھال کر امریکی حیثیت سے تسلیم دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے یہی کہ باغیہ مسلمان کا اصل کام یہی ہے کہ وہ اسی منزل کی طرف انبیاء عظیمہ کے منہ ہادی رہنمائی کی ہے۔ لیکن جواب میں دو مختلف صورتوں سے دو مختلف اندازیں آتی ہیں۔

”آزادی پسند“ علماء اور اُن کے ہم خیال مسلمان اس راستہ پر جانے کی مشکلات میں زبان فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں اگر صرف مسلمان آباد ہوتے، یا مسلمانوں کی تعداد اکثریت ہوتی، جیسا سرور ایران، عراق و غیرہ ملک میں ہے، تب تو ہمارے بچے اُنہی تھاکہ حکومت خلیفہ کے لیے جتنی جہد کرتے، اور اس صورت میں اس کے قائم ہونے کا امکان بھی تھا۔ مگر مشکل یہ ہے کہ یہاں ہم قبیلہ اشتداد میں، اکثریت غیر مسلم ہے، حکومت خلیفہ کے نام سے کافر پر عداوت رکھتی ہے، اور صرف مشرک و فانی حکومت ہی کے نصب و تنصیب تک اس کی نظر جاسکتی ہے۔ اور اگرچہ یہی حکومت بیٹھی ہے جو میں اور غیر مسلم مسلمانوں کو ایک ساتھ رہتے ہوئے ہے۔ خود مسلمانوں کی آبادی کا کثیر حصہ بھی اقلیت و اقلیت ہی حیثیت سے اجماعی اکثریت کی حالت میں ہے۔ لہذا اس وقت ہر ایک پر مسئلہ ہے وہی ہے کہ مشرک حکومت کے نصب و تنصیب کو قبول کر کے غیر مسلموں کے ساتھ رہی کہ اگر وہی اقلیت سے بہت حاصل کر لیا جائے۔ یہ مرحلے ہونے کے بعد آزاد ہندوستان میں ہم اپنی قوتوں کو جمع کر لیں گے اور اپنے نصب و تنصیب کے لیے جتنی جہد شروع کریں گے، اس کے سوا اور کوئی راستہ اس وقت قابل عمل نہیں ہے۔

دوسری صورت مسلم لیگ جس کے ہم خیال لوگ اپنی مشکلات کو ایک دوسرے تک میں بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم پہلے اولیٰ تو قبیلہ اشتداد میں، پھر تیسری اور سادھن حیثیت سے ہندی قوت پرست حکم ہے، اور مزید بڑی ایک ایسی تنگ نظر اکثریت نے سیاسی اور سماجی قوتوں کے مقابلے پر تسلط حاصل کر لیا ہے جو عداوت ہم کو ایک ایک قوم ہمراہ تسلیم حاصل کرنے اور پیٹ جھونے کے ہر وہانے سے روک رہا ہے۔ مگر

سیاسی افواج کے لیے صرف ہمارے مستقل قری و درجہ سے انکار کر دیتی ہے اور چاہتی ہے کہ ہم ہندوستان کی قوم میں مثالی ہو کر یہاں ایک ایسی چھوٹی حکومت قائم ہو جائے جس میں سیاسی طاقت کے حصول کا اندیشہ حسن و دلوں کی کثرت پر اس مقصد میں اس کے کامیاب ہونے کے معنی ہوں گے کہ ہم اپنی قومی شخصیت ہی کو سوتے سے کھویں، پھر یہ حکومت اپنے اقرب کہاں دیکھا جائے گا؟ ابتدا میں درست اس کے سوا کوئی توجہ دہی صورت نہیں ہے کہ میں طرز دنیا کی اور سب قومیں اپنی تنظیم کیا کرتی ہیں اسی طرح ہم بھی اپنی تنظیم کریں، اور دنیا میں جس طرح سیاسی طوائف لڑتی جاتی ہے اسی طرح ہم بھی لوگ سب سے پہلے ان طاقتوں میں چھل مسلمانوں کی اکثریت ہے، اسی چھوٹی دستہ کے مطابق ہر انگریزی آئین اور جہیزیت کے تحت بننا ہے، اپنی حکومت قائم کریں، ہند میں جب اختیارات ہمارے داخل ہیں انہیں گئے تو ہم مسلمانوں کی تسلیم ادا کی کی اخلاق و تمدنی حالت کو درست کر کے دفتر دار حکومت چھوڑ کر حکومت الٰہی میں تبدیل کریں گے، اور اللہ کے ہاتھ پیر داتی ہندوستان کی بادشاہت کے لیے بھی ہند چھوڑ گئے ہوں گے۔

بظاہر دونوں طریقوں کے خیالات میں بڑا فرق محسوس ہوتا ہے، تاہم یہ واضح ہے کہ ہندوستان کی مسلمان ذہن پر انہی دو گروہوں میں بٹ چکے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مشکلات کو اب لوگ ذکر کرتے ہیں ان میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ خود ہی بات کہ حکومت الٰہی کے راستے میں انہیں اس نوعیت کی مشکلات نظر آتی ہیں، اس اور اصلاحی صورت ہے کہ انہوں نے اسلامی تحریک کے مزاج اور اس کے طریق کار (Technique) کو سوتے سے کھویں۔ زیادہ گہرائی میں جاننے کی ضرورت نہیں، اگر اس تحریک کی تاریخ ہمارے سامنے ہے تو وہی نظر ہی میں اس خدمت کی فعلی نمایاں ہو جاتی ہے۔

دنیا میں جہاں کہیں بھی کوئی دھڑلہ ہے اکیڈمی کیا ہے، اقلیت اور اکثریت کا کیا سوال، وہاں سرے سے کوئی "مسلمان قوم" موجود ہی نہ تھی، ایک نئی قوم، بلکہ ایک

فی دنیا کی حیرت انگیز حقیقت کے ساتھ دوسرے دعویٰ سے کراہتا ہے کہ نہیں زمین پر خدا کی بدولت
 قائم رکھے گئے ہیں۔ چند گئے پٹھانوں اس کے ساتھ ہر جاتے ہیں اسے اسٹیم ٹرک سے
 بھی کم قیمت، مگر سب انہیں کیسے جتو چھوڑتی ہے۔ اکثریت کا مفاد اس کے ساتھ ہر
 کچھ ہو گیا ہے۔ اس کے مقابل میں ہندوستان کی غیر مسلم اکثریت کے اس تجویز و تسلط
 کی سرے سے کوئی مخالفت ہی نہیں ہے۔ ہمیں کاغذ کار سے کہتے ہمارے مسلم قوم پرست
 بھائیوں کے انہو خشاک ہرستے ہمارے ہیں۔ دفتروں کی خدمت، مشینوں کے کاروبار
 اور سڑک ٹھکانوں کے معاملات کا کیا ذکر وہیں نہیں پہنچے گا جن میں اس حقیقت کو نہیں
 دیا جاتا تھا۔ پھر حکومت، خواہ وہ ملی ہو یا غیر ملی، جس بجز علم و سبکدوش نہیں دے گا کوئی قومی
 کو کسی مسئلہ میں بھی ہندوستان کے ان انگریز فرزندوں کے ہتاف سے قائل نہیں دی جا
 سکتی جی کے علم و دنیا، دن ہمارے آزادی پسند بھائی رات دن سوچ رہے ہیں۔ پھر
 یہ بھی کچھ غور کی جائے کہ ہر ممالیہ اور صاحب دوسل حکومت اپنے قائم کرنے میں عجیب
 جوش رکھتے ہیں۔ ہر دور اس مقصد میں کام کرتے ہیں۔ ان کو ان کے ساتھیوں
 کو تسلیم کر دیا گیا ہے۔ اور خدائی کے جھوٹے مدعوں نے اپنی رانست میں اس قریب کا
 علیٰ علیہ کے چھوڑا ہے۔ مگر اس کے باوجود جو لوگ اللہ پر ایمان دے رہے ہیں ان کے
 نزدیک کرنے کا کام نہیں رہتا، انہیں نے آخری سانچہ تک اس مقصد کے لیے کام کیا،
 اور کسی ایک نے بھی اکثریت کا یہ حکومت کو ناک دیکھ کر یا رتن و مقامی مشکلات کا خیال
 کر کے دوسرے ماحول کی طرف اپنی اہمیت نکال دی۔

پس یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ اس قسم کے کام کو اٹھانے اور چلانے کے لیے خارج
 میں کسی ممالیہ اور ممالیہ میں کسی سادگاری کی ضرورت ہے۔ جس ممالیہ اور ممالیہ میں سادگاری
 اور کوئی لوگ دیکھتے ہیں وہ دیکھیں تو ہم جتنا ہے، ان فراہم ہر گز۔ دراصل خارج میں
 نہیں بلکہ ممالیہ کے اپنے باطن میں ایمان کی ضرورت ہے۔ اس میں شہادت کی ضرورت
 ہے کہ یہ مقصد ہی ہے، اور اس عزم کی ضرورت ہے کہ میرا جانا اور میرا ہی مقصد کے
 لیے ہے۔ یہ ایمان، یہ شہادت، یہ عزم موجود ہر قوم دنیا بھر میں ایک ایک انسان کے

کرنے کے لیے کافی ہے کہ میں پروردگار سے تمام کرا چاہتا ہوں۔ اُس کی پشت پر کسی غمِ حقیت یا کسی ملامتِ خود بخود رکھنے والی کثرت کی تقاضا کرتی وجہ نہیں۔ اس امر ہی کی کوئی ممانعت ہے کہ اُس ایک پہلے بیرونی قوم کے تسلط سے آزاد ہو جائے۔ بیرونی قوم کیا، انگلیز کی قوم کیا، اللہ کے سرور و مروت کی حاکمیت تسلیم کرنے والے سب انسانی اس کے لیے یکساں ہیں۔ سب کی اُس سے امداد اس کی سب سے کسوں کو ملتی ہے۔ صورتِ روحِ حیدرِ اقدس سے مدد میں نے جو کچھ چاہا کیا، اُس سے زیادہ ہر ناکہ پرانہ تھا۔ یہ حضرت دریم حیدرِ اقدس سے اس کی بی بی قوم سے کیا۔

۱۔ تو وہ بات ہے جو بڑی مغربوں پروردگار سے جس کی کتاب ہے جس سے قرآن کا ہر حرف بڑھا ہے۔ جس نے دنیا پر انگریزوں کے دیکھا ہائے تو سب سے بڑا ہے کہ میں قومیت کی شکست کی رنگ اپنی راہ میں جاتی پار ہے جس سے اس ملک کی قوم کی شکست میں مذکور ایک ترکہ کی۔ جہاں ایک قوم اپنی زندگی اور اپنی قریب و غریب کے لیے جہتِ جہد کر ہی ہو وہاں تو ہر مشہور اسی قسم کے مسائل صریحاً برہنہ ہیں۔ اُس کے لیے وہی صورت میں بڑی اہمیت ہوتی ہے کہ میں ملک میں وہ آباد ہے وہاں اس کی تعداد کتنی ہے؟ اس میں تعلیم کیا نہیں؟ اس کی تعلیم حالت کیسی ہے؟ اس کی سماجی حالت کیسی ہے؟ اس کے اوپر ایک پتھر کا راجہ ہے یا بد پتھروں کا؟ انہی صورت کے جوابات یہاں کا مستقبل منظر ہوتا ہے۔ اور اپنی صورت کے لحاظ سے اس کو اپنی پالیسی نہیں کرنی پڑتی ہے کہ ایک حملہ ایک جو کسی خاص قوم کی غرض سے وابستہ نہ ہو بلکہ انسانی زندگی کی غرض و نفع کے لیے وہ ایک صورت ہے کہ اُس کے ساتھ ہی صورت میں سے کوئی سوال بھی نہیں ہوتا۔ اس کے مسائل کی اہمیت بالکل مدد سے ہوتی ہے۔ اُس کی کامیابی و ناکامی کا تصور اس پر ہوتا ہے کہ اس کے حملے جیسے خود مستقر ہیں یا نہیں؟ وہ انسانی زندگی کے مسائل کو کہاں تک حل کرتے ہیں؟ وہ بالعموم فلسفہ و سبب انسانی کو کس حد تک پہنچا کرتے ہیں؟ اور اس کی طرف رجوع و رجوع دے کر اس کی پیروی میں کتنے شخص اس کے ساتھ بالعموم ہیں؟

مسلمانوں کو کہہ بھی پریشانی پیش نہ رہی ہے اس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ان کے بچنے
 جانے والوں نے اپنی حیثیت کو ان دو مختلف حیثیتوں کے درمیان لفظ ٹکڑا کر دیا ہے۔
 کبھی تو یہ ان عوام اور مسلمانوں کا اظہار کرتے ہیں جن کا تعلق اسلامی تہذیب سے ہے اور
 ان کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اصل یہ ایک اصولی تہذیب کے پیروندہ ہی ہیں۔
 اور کبھی یہ اصل ایک قوم ہی کہہ جاتے ہیں اس طرح سوچنے لگتے ہیں جس طرح قومی سوچا
 کرتے ہیں۔ ایسے مسائل میں کچھ جانتے ہیں جو وہ تو مسلم ہی کو پیش کرتے ہیں، اور اپنے اس
 غلط فہمی کے لیے اس کی مشابہت کو مسترد کرتے ہیں جو اصل قومی مفاد ہی کے لیے مسترد
 ہونا چاہیے ہیں۔ وہ ان لوگوں نے جو ایک ایک اصولی حیثیتوں کے فرق کو نہیں سمجھا، اور اس
 طور پر فیصلہ کیا کہ اصل یہ ہیں کیا۔ اسی لیے یہ کوئی ایسی پالیسی بھی نکالنے کے لیے نہیں
 دیکھ سکے جو تعلق سے خالی اور بالکل ناقص ہو۔

یہ ایک نئی برائی بات ہے کہ قریب اور قریب افراطی انقلابی تبلیغ پوری نہیں ہوئی۔ مثلاً
 جو مختلف اصطلاحات، انگریزی یا ہندوئی کے متعلق کوئی شخص بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ ان کی
 طرف دوسروں کو رجوع دی جا سکتی ہے۔ یہ کوئی اصول نہیں جس کو ہر انسان کے سامنے نہیں
 پیش کیا جاسکے۔ یہ تو اصل امر ہے کہ جتنے جتنے جے پاس دانتے ہیں، ان لوگوں
 کے مفاد و مفاد سے جو کچھ بھی دیکھی ہو سکتی ہے، انہیں لوگوں کو ہو سکتی ہے جو ان کے
 اندر پیدا ہوتے ہیں۔ دوسرے لوگوں کے لوگوں کو ان سے دیکھی ہو سکتی ہے کہ ان کے دوسروں
 سے۔ ایک بری دینی برہمنیت کی بنیاد پر کوئی کام کرنا چاہے تو وہ دوسروں پر نہیں ہو سکتا
 ہندوئی وراثت کی طرح کر سکتا ہے۔ انگریزوں کو کیا پڑی ہے کہ برہمنیت کی زندگی اس کی
 برتری کے ساتھ اس کا خود ہے۔ برہمنوں کو دل دلا کر دینے کی تڑپ تو صرف برہمنوں
 ہی میں پیدا ہو سکتی ہے۔ اور یہ بالکل غلطی بات ہے کہ ان کے مقابل میں انگریز بھی خود
 سو کر جانگوزی واد کرتے یا کہنے کے لیے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ یہ غلط فہمی ہے کہ دوسری فرق
 ایک دوسرے کے بعض افراد کو، یا تو دینے سے غریب کرنا آتا ہے یا نہیں، مگر یہ نکتہ نہیں
 ہے کہ انگریز برہمنیت پر ایمان دہکر برہمنوں کو اپنی دشمنی جانتے یا برہمنی انگریزیت اختیار

دوسری قوموں کی طرف ہمارے لیے بھی کئی کامیابی نہیں ہے کہیں غیر قوم کی حکومت کے
 نہایت حاصل ہو سکتے ہیں اور اپنی قوم کی حکومت یا اپنے اہل وطن کی حکومت قائم ہو سکتی
 ہو۔ اس مقصد کے لیے بھی ضروری ہے ؟

اگر واقعی یہی حقیقت ہے تو بلاشبہ وہ سب کام بھی ہیں جو مسلمانوں کی
 مفصلہ اختیار اس وقت کر رہی ہیں۔ غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ اپنی گراؤ کی جتنی حد
 بھی ہو۔ بعض تو حکومت اور دینی ریاستوں کا سہارا دے کر ہندو پیر پریم کا ساتھ دے رہی ہیں
 اور ان میں اور سرکاری محنتوں میں اور انتخابی مجلس میں اپنی ناشکری کا جھگڑا بھی کرتے ہیں۔
 مسلم ریاستوں کی حمایت بھی کرتے ہیں، شیعہ ملک کا ساتھ دے رہی ہیں، غلامانوں کی فتنہ بھی کرتے ہیں،
 اور مسلم قوم پرستی بھی کرتے ہیں کہ ہر قوم اور قوم سے قطع نظر کہ ہر اس طاقت سے
 کہ ان سے بڑھتا ہے۔ ہر مسلمان قوم یا مسلمان کشناس کو اس میں جتنا ہو وطن و سب
 کام بھی ہے اور اگر قریب قرار دیا جائے تو اس میں بھی کام کیا کرتے ہیں۔ اس ایک قوم جو کسی
 اصول کا پیروی نہیں کرتے مگر اپنی قومی پیروی کی خواہش مند ہر وہی معاشرہ کو اس کا کیا
 تدبیریں اختیار کرتی ہے ؟ بالکل سب چیزوں کے ساتھ کرتی ہوتی ہیں۔ اس سے تو وہ
 ہمدردی و خوش فہمی ہے کہ یہ حیثیت اختیار کرنے کے بعد بھی ہم اس زمین پر حکومت کرنے
 کا کام کر سکیں گے۔ اور اگر اس حیثیت میں، غالباً کچھ غیر ضروری نہیں نکلتا۔

اصل ایک ملک پر نہیں بلکہ ہمدردی دنیا پر چھبانے کی قوت اگر ہے تو وہ صرف
 ایک میں صرف تو ایک میں ہے۔ ہر انسان کی حیثیت انسانیت کا خطاب کرتا ہے اور اس کے لئے
 خود اس کی اپنی صلاح کے نظریہ کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ قریب کے برعکس دینی قریب ایک
 تعلیمی طاقت ہوتی ہے۔ قریب کے اصول انسانوں کے تقاضات، قومی یا قوموں کے
 مضبوط بند کوئی چیز بھی اس کا واسطہ نہیں بن سکتی۔ وہ بے پرواہ، ہر جگہ خود کو اس میں
 جاتی ہے۔ اس کی طاقت کا انحصار اپنے ہی دلوں کی تعداد یا ان کے دلوں پر نہیں ہوتا۔ ایک
 ایسا ہی اس کا آغاز کے لیے لگتی ہے۔ پھر وہ خود اپنے اصولوں کی طاقت سے آگے
 بڑھتی ہے۔ وہ اپنے دشمنوں میں سے دوست پیدا کرتی ہے۔ سب قوموں میں سے

کئی لوٹ ٹوٹ کر اس کے جوش کے نیچے آئے گئے ہیں اسد باقی اپنے ساتھ لے
 ہیں۔ جو اس سے ملے آتی ہیں ان پر وہ صرف اپنی توپ و تفنگ سے ہی تکیہ
 نہیں کرتی بلکہ اپنی تیسیم اسد اپنے حوروں کے تیری جی چاتی ہے۔ خون کے پیدے دشمنوں
 میں سے اپنے سرگرم ماہی ڈھونڈ نکالتی ہے۔ سہا ہی، جزل، ہیری، فنی، سرخاؤ
 سنان اسد کے سب انہوں میں سے ہیں کوئی ہاتھ نہیں دھرتے سرودھانی میں سے ہر قسم
 کا سون نکال پھرتا ہے۔ تو سیتیں اس کے سیلاب کے مقابلہ میں کبھی نہیں ٹھہر سکتیں۔
 بڑے بڑے پہاڑ اس کے سامنے آتے ہیں اور ٹک کی طرح پھل پھل کر ہیں اس پر
 میں ہند ہر جاتے ہیں۔ اس کے لیے اقیوت اور اکثریت کے سامنے سے صرفت ہے سنی
 ہیں۔ وہ اس کی ہرگز متاع نہیں ہوتی کہ کسی شکر و سیدہ کام کی حالت اس کی پشت پر
 ہو۔ نہ توئی حکومت قائم کرنے نہیں آتی کہ قریں اس کی مزاحمت کر سکیں۔ اسے ایک
 ایسے حمل کی حکومت قائم کرنی ہوتی ہے جو سب قوموں کے لوگوں کی غرضت کو قبول کرتا
 ہے۔ یہ اپنی اعضا ہر دینک اس سے ملے رہتے ہیں، اگر جب غرضت منانی پر لگا
 ہوتا ٹک چھوٹا ہے تو انہیں یہ ہوتی ہے کہ

ہم اہم ہی صرا سر خود نہیں اور ہر کف

ایسا آنگہ روئے سے ہر شکار غراہی آمد

مسلمان غزائی اور سیرت و سوان کے آگے ہیں اپنی صوفد رکھیں۔ میں چیز کی جگہ
 وہ اپنے آپ کو سنان کہتے ہیں، مگر وہی داریت کی ترکیب تو نہیں ہے ہاں دیا
 تو نہیں ہے کہ وہ قوموں کے درمیان رہتے رہتے اسد انہوں میں تیسیم و تریف ہا کر اپنی ہاں
 جیشیت، تحمل گئے ہوں اور غواہ لڑا اسد اپنے آپ کو قوم و کجے کہتے انہوں نے سب
 مسد شیر دہی اپنے خیال میں غوا چھوڑ دیا ہاں کہ ہاں ہاں ہاں کہ ہاں ہاں کہ ہاں
 خصوص ہاں ہیں؟

اگر انہوں میں ہے اسد انہوں کی ہاں جیشیت ایک ہاں گھر ہاں گھر ہاں گھر ہاں گھر
 داریت کی ہے تو وہ سارے سارے ہاں گھر ہاں گھر ہاں گھر ہاں گھر ہاں گھر ہاں گھر

اسلام کی زندگی قائم کرنے کے واسطے ہیں۔ مگر پرتا سیرا بادی کے واسطے تقسیم ملک، احادیث
 کی تفسیر مسلمانوں کو ہیں اور خود اپنے آپ میں مسوع سے کوئی فرق ہی نہیں دیکھا گا کہ
 اپنا مقام چھوڑ کر ہمدی دھرت پر ایک کھجور کی کوئی فروخت کریں۔ اگر ہم غیر مسلمانوں
 پر مشرک وطن کو مسوع قائم کرنے میں مشرکوں کی قریبت سے اس فعل میں مدد دے دی اس دھرت
 میں ایسے سر پر شاخیں ہوں گا کہ ہماری صداقت کیا سنی، صحت عقل تک مشتبہ ہو کر رہ جاتے
 گی۔ اس واسطے بد پٹھانوں کے لیے ہیں یہ سب کہ چھوڑنا ہو گا۔ بد مشتبہ ہیں اس سے بہت
 نقصان ہے، نہیں ملے۔ مگر ایسے نقصانات، آفات، غیر مسلمانوں کی ایک دلیلی ہیں ہے نہ یہی
 سکتی ہے۔ جو کہ بات ہے جانتے اور میتھ ریج کے قول کے مطابق تجربہ ہوا ہے تو گڑنا
 بھی چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ تب ہی خدا کی بارگاہ بہت زمین پر قائم ہو سکے گی۔

(قریبی القرآن - جلد ۱، ص ۱۱۹)

اسلام کی راہ راست اور اس سے انحراف کی راہیں

مسلمانوں میں سے جو لوگ پاکستان کے منصب میں پر اپنی نظر جماتے ہوئے ہیں اور جو انگریزی حکومت سے ہندوستان کی آزادی پر اپنی تمام امیدوں کا انحصار رکھتے ہیں اور جو ان دونوں کے درمیان تقصیر دہیں کاوش کرتے ہیں، ان سب کے اندر ایک چیز کے مشترک نظر آتا ہے۔ اور یہ ہے کہ اسلام کے اصلی نصب العین کی کسرت برقرار رکھنا۔ یہی تدبیر کس سے یا سب لوگ سمجھتے ہیں، مشکلات کا ایک بہت بڑا پردہ ہے۔ ان کو اس راستہ میں حائل نظر آتا ہے اور اس کو ٹوڑنے سے دیکھ کر وہ اپنی یہ باتیں جانب مڑاتے ہیں تاکہ پیر کے راستوں سے نکل جائیں۔ وہ لوگ نہیں جانتے کہ جو اچیر و عتہ بھٹا ہوں کہ وہی نصب العین تک کسی پیر کے راستے سے پہنچنا غیر ممکن ہے۔ اس کی طرف اگر پیش قدمی کی جائے تو یہ راستہ ہی کی بجائے ممکن ہے۔ اور جو مشکلات اس راستہ میں نظر آتی ہیں وہ ناقابلِ حیرت نہیں ہیں، بشرطیکہ ان کو صحیح طور سے سمجھنا اور انہیں کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس کے فقرے میں وہ ہیں جو ان میں سے ایک ہے وہ ہیں اس کا تہن کر کے ایک ایک جو یہ ایک ایک کر کے۔

۱۔ اصل نصب العین ایک ہے

- ۱- اس کی خدمت میں تقدی کا سیدھا لشکر کی حاجت ہے
- ۲- اس دشمن میں وہ عظمت نظر آتی ہے نہ کیا ہیں؟
- ۳- اس عظمت کو دیکھ کر پھر کہہ سکتے ہیں کہ اس سے اختیار کیا ہے؟
- ۴- اس لشکر و اس قدر میں غفلت کیا ہے اور اس لشکر ملک کیوں نہیں پہنچتا؟
- ۵- عظمت کی حقیقی ذمیت کیا ہے اس کا کہہ کر ہر طرف ہلکتی ہیں؟
- ۶- یہ سوائے اس میں پرچھے اس دشمن میں حقرا سمجھ کر رہی ہے۔

اسلام کی تفسیر الہیہ

چھ سو سال پہلے ان میں سے کچھ یہ لکھا ہے کہ ہے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ
 (المنقوبہ - ج ۳)

اویس احمد دینی لکھ رہے ہیں کہ اپنے رسول کو بہت اہم دینی حق
 کے ساتھ سمجھنا کہ اس کو پوری جتنی دینی پر تعلق کرے اسے عوام پر کام شروع کرنا
 لوگ اس میں ناگوار ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ (دہایت) سے مراد دنیا میں زندگی بسر کرنے کا صحیح
 طریقہ ہے۔ انفرادی برتاؤ، اخلاقی نظام، سماجی کی ترکیب، سماجی ماحولیت،
 ملی نظام، سب سے اعلیٰ محسوب ہوتا ہے۔ اس کی ان تعلقات، فرض و زندگی کے تمام پہلوؤں
 میں انسانی زندگی کے لیے صحیح سہارا کیا ہے یا نہیں؟ یہ چیز و شے اپنے رسول کو جان
 کر جیسا ہے۔

کہہ رہی ہیں جیسا کہ رسول کے کرنا ہے وہ دینیت حقیقی ہے۔ دینی کے امن
 و ماحولیت کے ہیں، ان کیلئے اور مذہب کے لیے جو دین کا نظام استوار ہوتا ہے یہ اس
 کا اصل غور نہیں ہے بلکہ اس کو دین سے دور سے لکھتے ہیں کہ اس میں بھی انسان و خلیفہ

الطاعت اور ایک بڑے قانون کے تحت جو ملتا ہے تمام اطاعتیں اللہ کی اطاعت کے تابع ہیں۔ لیکن سب کو تشکیل دینا (Determine) کہ کونسا ایک اللہ ہی کا قانون ہے اور اس بڑی اطاعت سے اس متعلقہ قانون کی حدود سے باہر کوئی اطاعت باقی نہ رہے۔ یہ اصول کاظمی خاں مولانا اس میں لکھ رہا ہے کہ یہ سب ہے، خواہ اگر کوئی کہے کہ اس پر کتنی ہی تک جبری خصوصیات۔ شرک کرنے والے کوئی ہیں، اس سب لوگ جو اپنی غریبی و انجانی زندگی میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ دوسری مستقل بلاعات و زمین خدا کی اطاعت سے انکار، ان میں شرک کر رہے ہیں۔ جہاں تک اللہ کے قانونی طبعی (Law of Nature) کا تعلق ہے، ہر انسان کو ملتا ہے اس کی اطاعت کرنا ہے۔ لیکن اس کے بغیر اس کے لیے کوئی پناہ ہی نہیں ہے۔ مگر جس تک انسان کے دائرہ اختیار کا تعلق ہے، اس دائرے میں بعض انسانی قوانین کی غیر ملکہ کے طبع میں جاتے ہیں اور بعض انسانی قوانین اللہ کی اطاعت صورتوں میں تقسیم کر کے کسی حد میں خدا کے پیچھے ہوتے قانونی اخلاقی (شرعیات) کی اطاعت کرتے ہیں اور کسی دوسرے حد میں اپنے نفس و دوسروں کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اسی چیز کا نام اللہ کی اطاعت کے ساتھ دوسری اطاعتی کو شرک کرنا ہے۔ اور لوگ شرک کی ان مختلف صورتوں میں مبتلا ہیں۔ وہی کہ بہت ناگوار ہوتی ہے کہ اپنی غریبی اطاعت کی طرح اپنی اختیاری اطاعت و بندگی کو بھی بالاختیار اللہ کے لیے خاص کر دیں۔ خواہ نادانی کے سبب سے یا احتیاطی کو جی کے سبب سے، ہر عمل میں شرک کر رہا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ کے اصول پر فرض دائرہ کیا گیا ہے کہ ایسے لوگوں کی اطاعت کے ایجاد اپنے عمل کو خدا کرے۔

۴۔ اس نصب العین تک پہنچنے کا سیدھا راستہ

یہ ہے اصولی نصب العین، اور اس نصب العین کی طرف پیش قدمی کرنے کے لیے دو راستہ دیے گئے ہیں جو اللہ کے اصول نے اختیار کی ہیں کہ لوگوں کو اللہ کی اطاعت پر جن کی طرف رجعت دی جائے۔ ہر لوگ اس صحت کو قبول کر کے اپنی بندگی و

اعاصف کو شک کے لیے غاصس کو دی، دوسری اعاتوں کو اشکی اعاصف کے ساتھ شریک کرنا چھوڑی، اور خدا کے قانون کو اپنی زندگی کا قانون بنائیں، اور ایک مضبوط جہاد بن جائے۔ پھر معنی نام کی اعلیٰ، علمی اور ذاتی زندگی سے جو اس کے اعلیٰ میں ہوں، وہی حق کو قائم کرنے کے لیے جہاد کو بغیر کرے، یہاں تک کہ اللہ کے سوا دوسری اعاتیں جو ہیں اعاتوں کے ہی پر قائم ہیں، لیکن سب کا انداز لٹ جائے اور پھر سے نظام اعاصف پر رہیں، آئیگنٹی "اور جیو من" غائب ہوتے۔

اس درود صفا ہرگز ناقابل غور ہے۔

یہ بڑا ہے کہ انسان کو باہم اشکی اعاصف اور تقدیر حق تسلیم کرنے اور اس کے لیے ہر بے قانون کو اپنی زندگی کا قانون بنانے کی دعوت دی جائے۔ یہ دعوت عام ہر جا پہنچے، ہر وقت، ہر جہان پہنچے، اور اس کے ساتھ دوسری غیر متعلق باتوں کی ایک نئی درجہ پہنچے۔ تو میں اور انسانوں اور ملکوں کے باہمی جھگڑے، اور اپنے کسی اور مسائل و مشکلات کی باتیں، غیر اپنی اعلیٰ صفا میں سے ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا، یا کسی ایسے نظام یا اس کی خود غرضی و حکومت کرنا یا کسی نظام یا اس میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کرنا، سب میری دعوت ہے کہ "آئیگنٹی" اور "ویو من" ملنے کے ساتھ ہی نہیں لکھیں بلکہ میری طور پر اس کے خلاف اور اس کے لیے عزت و دیاں ہیں۔ پس جب کسی شخص یا گروہ کو جو حق کی خدمت، انہم دینی ہر تو اچھے ہیں تمام جھگڑوں اور مسئلوں سے الگ ہو جانا چاہیے اور اپنی دعوت کے ساتھ کسی دوسرے غیر متعلق مسئلے سے جوڑنے سے کمال دکان پہنچتے۔

دوسرا یہ ہے کہ جہاد صوفی کی زندگی کو بنیاد بنائے جو اس دعوت کو جان کر اللہ کے قبول کریں، جو ہر اشکی اعاصف کو حق اللہ کے لیے غاصس کو دیں، جو دوسری اعاتوں کو اللہ کی اعاصف کے ساتھ ذاتی شریک کرنا چھوڑ دیں اور حقیقت میں اللہ کے قانون کو اپنا قانون زندگی بنائیں۔ یہ ہے دوسرے ملک سے اس طرز خیال یا اس طرز زندگی کے اعلیٰ عزت ہوں یا اس سے ہمہ دستی لکھتے ہیں، تو یہ جہاد کہنے والے کے ہتھ کے پیش کیا سنی،

کھانگی گی نہیں دی جکتے۔ اس میں ایک ناک میں کر رہی دوسری میں بھی اس کا ہندو یہ جیسوی
 سدھو میں جلتے ہر شخصیت ہے۔ مگر ان کے ہندو کے دین کی برحق فرق و امتیاز
 ہے اسے کسی حال میں بھی نظر انداز کرنا چاہیئے۔

قبیلہ جوں ہے کہ ہر راست غیر اپنی نظام و اعتقاد جو ایک جات ہے، تمام لاشوں
 کا تصور صرف اس ایک بات کو بنایا ہوتا ہے کہ اشک حاکمیت تمام ہر واحد اس کے سر کسی
 سدھو پر چڑھ کر تصور بنا کر اس کے لیے قریب غارتی دلی جاتی ہے۔

۱۔ بنیاد میں جو اس بات کی فکر کرتے ہیں کہ وہی حکومت تمام کرنا ہی کے تصور پرست ہیں
 ہے۔ اس کے ساتھ ہی وہ جو یہ دیکھتے ہیں کہ جب ہی کوئی پیغام ملے گا
 ہے اس کے انہیں دلائل کا کوئی گروہ نہیں ہے کہ توں کا اپنی حکومت تمام کرنے کا
 ہے اس کے اپنی حکومت وادی طریقہ پر تمام کرتے ہیں۔ اس کے حکومت تمام ایک خیریت ہے اس کے
 پشت کا اصل خیریت ہے۔ سوال ہے کہ آخر میں اس کے تمام کیا ہے جس کے قبول کرنے کا
 کہ اپنی حکومت تمام کرنے کا ہے۔ اگر اس کے پیغام میں ہے کہ اشک حاکمیت اس کے پیغام
 ہے اپنی حکومت تمام کرنے کا ہے اس کے پیغام میں ہے کہ اشک حاکمیت اس کے پیغام
 اس کے طریقہ پر تمام کرتے ہیں۔ اگر ہی کوئی نظام حکومت تمام کرنے کا ہے اس کے کوئی نظام
 کیا اس کے نظام حکومت اس کے پیغام کا کوئی طریقہ قرار ہے اس کے طریقہ قرار ہے اس کے
 اس کے ایک نظام حکومت ہی اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام
 پشت ہے اس کے ایک خیریت ہے اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام
 کوئی اختیار اختیار ہے (Opinion) اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام
 ہے کوئی پیغام ہے اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام
 میں کیا ہے اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام
 نظام ہر وہ بھی دیکھتا ہے اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام
 اس کے پیغام ہر وہ بھی دیکھتا ہے اس کے پیغام کیا اس کے پیغام کا ایک طریقہ قرار ہے اس کے پیغام

۴۔ مشکلات

اس وقت ہندوستان میں مسلمانوں کی حقوق مستقل سے ہی جاہلیتیں ہیں ،
 قریب قریب ان سب کا دعویٰ ہے کہ ہر منصب عین اسی منصب عین ہے
 مگر ان سب نے اس راہِ راست کو چھوڑ دیا ہے جس کی تشریح الہی میں نے بیان کی ہے۔
 وہ دلائل اٹھائیے اور یہی حق حقیقی ہے۔ بے نیاز و بے رحم دین ہیں ، انہیں ہر شے کی شکل
 کرتی ہے جس کی قیادت و کنیت مروت ان لوگوں کا سہرا ہے جو حقیقی دینی زندگی و
 اطاعت کو اٹھ کے لیے خاص کرتے ہیں ، اور وہ غیر متعلق مقاصد کو چھوڑ کر مروت اس
 ایک مقصد کو اپنی لاکھشوں کا ہدف بناتی ہیں جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا ہے ، راہِ راست
 کو ہی نہیں اجازت ہے کہ سب جاہلیتیں فروغ دیں۔

اس افواج نے مختلف ماحولوں کے مسک میں کیا کیا صورتیں اختیار کی ہیں وہ اس
 کی تفصیل تو میں بعد میں بیان کروں گا۔ پہلے میں اس افواج کا سبب بتا دینا چاہتا ہوں۔
 اس کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں کی اصل اسلامی منصب عین کی طرف براہِ راست پیش قدمی

اور نہایت بڑے ہاتھوں سے ہاتھ دیا گیا ہے جس کی تمام حکومت اور کفری حکومتوں نے کیا ہے۔
 اور انہیں دوسری بات کے ناکہ ہیں تو یہ لوگ ہم بھی طرح طرح کے بتائے کہ حکومت اسلام کی حکومت
 کفر کے درمیان بنیادی فرق کیا ہے اور ایک کے ساتھ اور دوسرے کے باطن ہر شے کی توجہ یہ آپ
 کس طرح کریں گے ؟ کاش یہی باتوں پر غور کیا گیا ہوتا تو کچھ میں غور ہوتا ، اب ان کی حکومت
 اسلامی کا بنیادی نظریہ اسلام کے حقیقیہ و قریب و صحت سے گہرا تعلق رکھتا ہے اور یہ چیز
 خلق نہیں ہے بلکہ اساسی اور مستحکم ہے۔ اس کی نفی میں حاکمیت غیر اللہ کا انکار ہے
 اور اللہ کے اثبات ہی میں حاکمیت اللہ کا استہزاء ہے اور یہ تمہید ہے اسلامی
 حکومت کی۔

کہ نہیں تھی بڑی اختلاف نظر آتی ہیں جس کو کوئی حل ہی نہیں ملتا۔

(۱) سب سے پہلے مشکل یہاں کے اختلافاتی ہے وہ ہے کہ انگریز اور عربی
من و کی طرف رجوع عام کا تجربہ یہاں کیسیب ہے نہ نہ رجوع و جدت میں ان کو وہی نظر آتا
ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دوسری تقریکیں تو بعض سیاسی، تعلق اور معاشی مسائل کا حل
پیش کرتی ہیں اور جمہور لوگوں کو ان کا تجربہ کردہ حل پہل کرنا ہے وہ اختلاف مذہب اور اپنی
قومیت تبدیل کیے بغیر ان تقریکوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔ مگر اسلام بعض مذہبی مسائل
کا حل پیش نہیں کرتا بلکہ عقائد کا ایک نظام اور عبادات اور تقاضا میں شریعت کا ایک ضابطہ
بھی پیش کرتا ہے۔ اور اس تقریک میں شامل ہونے کے لیے ناگزیر ہے کہ لوگ اپنا
مذہب اور اپنی قومیت تبدیل کریں۔ پس کیسے امید کی جا سکتی ہے کہ اسلام کی
وجوہ عام اس طرح پہل سکے گی میں طرح دوسری تقریکیں پیش ہیں ۱

(۲) دوسری مشکل یہاں نہیں اس راستہ میں نظر آتی ہے وہ ہے کہ اسلام کے عقائد
لوگوں میں جدید تصورات پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ دوسری تقریکوں کا
پہینا آسان ہے کیونکہ ان کے عقائد تصورات موجود نہیں ہیں، مگر اسلام کا چین مثل
ہے کیونکہ اس کا نام نکلنے ہی، منی اور حال کے تصورات کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا
ہے۔

(۳) تیسری مشکل ان کی نگاہ میں ہے کہ کروڑوں مسلمانوں کی ایک قوم یہاں
موجود ہے جو قومیت کے اعتبار سے تو مسلم ہیں، مگر اس کا اخلاقی مرتبہ اتنا
بلند نہیں ہے کہ وہ اسلامی نصب العین کے لیے جدوجہد کر سکے۔ اس قوم کو اسے کہ اس
راستہ پر چنا چاہیے تو پہل نہیں سکتے۔ اس کو چھوڑ کر چلنے کو ہی نہیں چاہتا۔ اور پھر یہ سوال
بھی داغ کو پریشانی کرتا ہے کہ اگر عام مقاصد کو نظر انداز کر کے صرف ایک حکومت اپنی
کے مقصد پر ترجیحات رکھ کر دی جائے تو پھر یہ سیاسی طاقت اور اقتدار کے
دستور کی تفسیر میں مسلمانوں کے قوی مفاد کا کیا مشورہ ہوگا۔

۴۔ انحراف کی راہیں

بہن نہیں شکستہ ہیں جن کو اس راہ میں خاکل و یکلہ کر دیا جائے گا۔ ہائیں ہندو جتنی گند پر راستہ کھڑا کر رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جو نیات کے اعتبار سے مختلف رنگ کی نظریات ہندوئی فرقوں میں جو اختلاف ہیں ان کو غور و فکر کے ذریعہ اس امر کو تسلیم کر لی جائے تو یہ صوبہ نہیں گرد ہوں میں منتہی پہنچتے ہیں۔

ایک دہائیہ جو اب تک ہے کہ پہلے میں ہندوستانی کی غیر مسلم آبادی کے ساتھ برابری کر کے اس ملک کو انگریزی اقتدار سے آزاد کرانا چاہیے۔ مگر یہاں ایک مشترکہ جمہوری اسٹیٹ قائم ہو جائے۔ یہ مرحلے ہو جانے کے بعد ہم جدید کے اس اسٹیٹ کو اسدی اسٹیٹ میں تبدیل کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔

دوسرا دہائیہ میں کا خیال ہے کہ پہلے انگریزی اقتدار کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ہمیں مستقل ہندو اکثریت کے تسلط کا سبب بن کر چاہیے۔ اور اسی قدر کرنا چاہیے کہ اس ملک میں ایک جمہوری اسٹیٹ کے بجائے دو اسٹیٹ قائم ہوں۔ ایک ہندو اسٹیٹ جس میں مسلم اکثریت کی وجہ سے اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے اور دوسرا اسٹیٹ جس میں ہندو اکثریت کی وجہ سے اقتدار ہندوؤں کے ہاتھ میں جائے گا۔ یہ گزیرا ہے جو نوابہ جو آئینی اختلافات مگر جن میں ان کے ذریعے سے مسلمانوں کی پوزیشن محفوظ ہو جائے۔ یہ مرحلے ہو جانے کے بعد ہم مسلم اکثریت والے اسٹیٹ کو تبدیلی اسدی اسٹیٹ میں تبدیل کریں گے اور پھر ہندو اکثریت والے اسٹیٹ میں تیسرے اصولوں کی کوشش کریں گے۔

تیسرا دہائیہ جو موجودہ صورت میں موجود تمام اسدی اسٹیٹ کی تشکیل کا امکان بنانے کے لیے اسود کر ایک دوسرے مانچے ہیں اور مانچا ہوتا ہے، تاکہ ان لوگوں کے لیے قابل قبول ہو جائے جو اسدی اختلافات و جدلات اور نظام شریعت کو بدعنوانی سے گھبراتے ہیں۔ اس میں گروہ کے لیے کوئی مستقل جامع صورت اختیار نہیں کی ہے، مگر کچھ مسلم

ہے کہ اس فرقہ فیل کے لوگ ایک ہی نامی تعداد میں پیدا ہو گئے ہیں اسی کی تحریر یہی ہے
وقت حاجت کی پہنچنے سے گزر رہی ہیں۔

۵۔ منحرف راستوں کی غلطی

اب یہی بات ہے کہ ایک ایک گروہ کے طریقہ پر ایک ایک تنقید کر کے بتا دیں گے
کہ ان طریقوں کی غلطی کیا ہے اور اس سے ہر ایک نے اسے الگ و درست سے اخراج
کس طرح کیا ہے۔ اور ان پیر کے راستوں سے اصل اسلامی نسب ہمیں تک پہنچانا
غیر ممکن اور ناممکن ہے۔

”آزادی ہند“ کو متحد کر رکھنے والے

یہ لوگ زیادہ تر علماء و گدے ہیں جو ملت کے لوگوں پر مشتمل ہے اور باجموں اس گروہ کے
لوگ دوسرے گروہ کی نسبت ذریعہ مذہبی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کے افواج پر لوگ سب سے
زیادہ افسوس ہے۔ ان حضرات نے مذکورہ بالا مشکلات سے خوف نہ ہو کر یہ خیال قائم کر لیا
کہ چونکہ ملت میں اصل اسلامی نسب ہمیں کی طرف برو راستہ پیش قدمی نہیں کی جا سکتی،
اس لیے انہوں نے اپنی کوششوں کا مقصد یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ ہندوستان کی انگریزی اقتدار سے انکار
ہو جائے۔ ”مقصود بدل جانے سے“ واپس راستہ میں بدل گیا۔ اسلام کی برو راستہ کے تین
اجزا جو ہیں سب یہاں لکھے ہیں، اور ان کے ساتھ ہر جگہ اس کے مختلف حصے،

۱) اجماعت کے باب میں، اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کی ملکی حاکمیت و اقتدار اعلیٰ
تسلیم کرنے کی طرف چلا جائے۔ مگر ہندوستان کے ہندوؤں کو اس طرف بلاتے ہیں کہ تم
خود ایک ملک بنو۔ یہ غیر اپنی اقتدار اعلیٰ کی نفی نہیں کرتے بلکہ صرف انگریزی اقتدار اعلیٰ کی
نقص کرتے ہیں۔ اور اپنی اقتدار اعلیٰ کا اثبات بھی نہیں کرتے بلکہ اس کی جگہ ہندوؤں کا ایک
کی خود اقتدار اور جمہوری اقتدار اعلیٰ کا اثبات کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ شرک ہونے کی حیثیت
سے انگریزی اقتدار اعلیٰ اور جمہوری اقتدار اعلیٰ میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہندوؤں کی اجماعت
مرازم غیر اسلامی بلکہ ضابطہ اسلام و ملت ہے۔

اس کے نزدیک انگریزی اقتدار کے خلاف میں جمہوری اور انگریزی شہریت کے خلاف میں ہندوستانیوں کی قانون سازی قابل توجہ ہے۔ حالانکہ اس کی نقطہ نظر سے دونوں یکساں بنامت و یکساں گفرو ہو گیاں گئیں و محبت ہیں۔

پھر یہ انگریزوں ہندوستان کے صدر میں قوی و وطن محبت و تعصب کی ایک جزائے میں جتنہ لیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کی دعوت عام کے دائرے میں برداشت ہے۔ اسلام کی نگاہ میں انگریزوں ہندوستان و دونوں انسان ہیں۔ حالانکہ ان کو یکساں اپنی دعوت کا طالب بنانا ہے۔ اس کا جھگڑا انگریزوں سے اس امت پر نہیں ہے کہ وہ ایک ملک کا باشندہ ہو کہ دوسرے ملک پر حکومت کریں کہ اسے بدلنا ہے یا جس سے کہ وہ خود کی ملکیت اور اس کے قانون کی ملکیت کریں نہیں تسلیم کرتا یا یہ کہ اسی امت پر اس کا جھگڑا ہندوستانی سے بھی ہے۔ وہ دونوں کو ایک ہی امت کی طرف بلاتا ہے۔ ایک گاہ ہی میں کہ دوسرے سے کہنا اس کی حیثیت کے متعلق ہے۔ لیکن اگر وہ ہندوستانی اور انگریز کے دونوں کو ایک جھگڑے میں ایک کا لڑخدا اور دوسرے کا مخالف ہی جانتے تو انگریز کے دل کا سلطان اس کی دعوت کے لیے بند ہو جاتے گا۔ اس کا ہر پہلو کو ایک طرف اسلام کے دایہ بنتے ہیں اس کے کسی طرف اس دینی اور قوی جھگڑے میں فرق بھی بنتے ہیں حالانکہ اسلام کے خلاف ہندوستانیوں کے خلاف پر قرآن کرتے ہیں۔

اس تمام بنیادی غلطیوں کے ساتھ محض ایک کبھی اسلام کی تبلیغ بھی فرمایا کرتے ہیں۔

اس میں مطلب نہیں ہے کہ اگر ایک قوم دوسری قوم پر ظلم کرے یا اس کے حقوق تلف کرے تو اس کو ظلم تو اس کی صورت دکرے گا۔ بلکہ حقیقت اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اس کے حقوق کی بنیاد ہندوئیوں تو اس میں جو توجہ ہوگی اسلام اس میں کوئی حصہ دے گا۔ حالانکہ اس کو دعوت کرتے گا۔ اس سے کہ وہ ان قوم کو ان کی ہے۔ بلکہ اس سے کہ اس کو ظالم ہے۔ اس میں طرح کا ظلم کی بات بھی اس حیثیت سے دکرے گا کہ وہ ان قوم سے اس کی ملکیت ہے بلکہ وہ اس سے کہ اس کو ظلم ہے۔ (تقریم)

مگر اس طرح کبھی ٹرژ نہیں ہو سکتی۔ ایک سائنس دانہ اعلیٰ مختلف اعلیٰ میں کیا ایک
 زبان سے دو نفسی متضاد باتیں سمجھ کر کے ان کو ایک میں ٹر ہو سکتا ہے ؟

۱۲) تشکیل جماعت کے باب میں یہ محض اس سے بھلا زیادہ مٹھلے ہیں۔ اقل اور اکثر
 کی ذمیت بدل جانے کی وجہ سے خود ہی جماعت کی ترکیب جدا جڑاتے ترکیب کے حصول
 کی نقطہ نظر بدل گیا ہے۔ پھر مسلمان قوم کے تخیل سے ہر بیان خیال کے لیے ایک اند
 دہ بھی پیدا کر دی ہے۔ ان اسباب سے ہر قسم کے مطلب و یا میں کوئی لکھے کر جیتے ہیں
 اور ان آدمیوں کے اقوال و افعال میں بیک وقت جیسوں قسم کی متضاد باتوں کا اظہار ہوتا ہے۔
 ایک متحد المذاہب فلسفہ کی حمایت کے لیے آپ اٹھیں تو ان سارے آپ اپنی پادری کے لیے
 اپنی آدمیوں کا انتخاب کریں گے جو کھوٹی کے ساتھ اس خاص نظریہ کے متبع ہوں۔ یہ خدمت
 اس کے ایک غلط اور غیر معائنہ مزاج رکھنے والے نظریہ کے کہ جب آپ اٹھیں گے
 تو آپ کا سہارا انتخاب اکثر ان قوم سے نکال کر جائے گا جو متحد المذاہب نظریہ کے لیے ناگزیر
 ہیں۔ کچھ متعجب دینی بے ایک مجلس میں شریک ہونے کا موقع ملتا جہاں ہندوستانی
 کی ایک بہت بڑی اور تعداد جمیست کی مقامی شرع کو منظم کرنے پر گفتگو ہو رہی تھی کچھ
 کی بحث و تمسک کے بعد جو اس وقت تو وہاں دینی تھی کہ گنیت کے نام پر لیج کر ایسے جتنی ہندو
 دن کے اندر زیادہ سے زیادہ بھر مہرتی کر کے وہاں کا ایک جگہ نام کر دیا جاتے ہیں میں جہذا
 کا انتخاب ہو جاتے۔ ایسے وہیں جمیست کی شرع منظم ہو جاتی۔ اس طرح جماعت جماعت کے
 کوئی معنی گنیت کے ناموں پر استھان کے اندھا کو سادہ نہیں اور اگر کے اس جانتوں میں
 داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر انہی آدمیوں کے عقائد سے متنب ہو کر لوگ دیر کر رہتے ہیں
 جس کا کام رہنمائی و سربراہی ہر کام ہے۔ اس لیے ہی لوگوں کی متفقہ خواہشات و عیسیں
 بنتی اور جڑتی ہیں۔ کیا کوئی شخص ترقی کر سکتا ہے کہ جو حق تشکیل کے اس طریق سے کبھی نہ
 نصب و عیسیں کی دولت ہی کوئی چیز ترقی کی جا سکتی ہے ؟

۱۳) اسی طرح تیسرے جگہ میں بھی وہی کا طریقہ اسلام کی راہ راست سے ہٹا ہوا ہے۔
 جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا اسلام راہ راست غیر اسلامی نظام جماعت پر عمل کرتا ہے اور

اس نظام کی ہے کہ تمام ممالک کو ایک ہی حکومت کے قیام و اثبات پر آمادہ کر دیا جائے۔
 لیکن اس کے برعکس یہ لوگ اپنی سب سے زیادہ کثرت پر قانونی نظام الامت کی تخریب اور عاقبت
 حرام کے قیام کی طرف پیرو پیچتے ہیں۔ یہ مریخ اقوام ہے روابط مستقیم ہے۔ اس اقوام
 پر جب اعتراض کیا جاتا ہے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ برطانوی نظام الامت اسلامی نصب العین
 کی راہ میں ایک بڑی کاوش ہے، ہم تو اس کا کوٹ کو آؤ نہیں کر سکتے، اس لیے
 پیچھے ہٹنے کی ہمت ہے اس کو آؤ کریں، پھر اصل منزل مقصود کی طرف بڑھنے کے لیے راستہ
 انہیں ہو جائے گا۔ مگر یہ یہ کہنے سے ہماریوں کو اشتیاقی کچھ ہو جائے گا وہ ظاہر بات ہے
 کہ ایک نظام الامت یا دینی کو مثال اس کی جگہ دوسرے نظام الامت یا دینی کیوں قائم نہیں
 کیا جاسکتا جب تک کہ نفوس انسانی میں پیچھے نظام کی تخریب اور دوسرے نظام کی تعمیر
 کا خیال اور ارادہ کامل اور جہ قوت کے ساتھ مستحکم نہ کر دیا جائے۔ اگر ہندوستان کے موجودہ
 انگریزی نظام الامت کی جگہ آپ جمہوری نظام الامت قائم کرنا چاہیں تو یہ انقلاب عروج
 اس طرح ممکن ہے کہ آپ اس مشغول ہند کے دلوں میں ملکیت انگریز کے بجائے خود
 اپنی ملکیت کے برحق ہونے کا خیال اور انقلاب ملک ملک ہی جاسکے گا حرام پر ہی شدت
 کے ساتھ پیدا کریں۔ برعکس اس کے اگر آپ ہندوستان میں اپنی نظام الامت قائم
 کرنا چاہیں تو یہ انقلاب بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ حرام اس کو جو اپنی ملکیت ہے
 دست بردار ہو سکے اور غیر ان کی ملکیت کا انکار کر کے پر آکر کریں اور ان کے ملک
 ملک پر نہ لے سکیں ان کے دلوں میں اتنی قوت کے ساتھ بٹھائیں کہ وہ اس کی ملکیت
 کے آگے برضا و رغبت سرخشاویں۔ اب سوال یہ ہے کہ میں لوگوں کا ان کی مقصد اپنی نظام
 الامت کا قیام ہے نہ کسی طرح بھلائی، ہر طرح دعویٰ اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے
 ذریعہ کے طور پر یہ قدر و اختیار رکھتے ہیں کہ حرام ان کے دل میں خود اپنی ملکیت کا عقیدہ
 اور ارادہ اتنی قوت کے ساتھ بٹھائیں کہ اس کے ذریعہ سے وہ انگریز کی مضبوطی پر ہل کر چلی
 آکر لڑائیں اور یہی جموں کی جڑیں میں بکھر جائیں، جہاں حاکم عدالت کے دلوں میں اپنی
 ملکیت کا عقیدہ اور حرام اتنی قوت کے ساتھ ہم گیا ہو گیا وہاں لوگوں کو خداوند عالم کے آگے

ہے اسی پر ایک دستہ ہر نظر ڈال کر دیکھ لیجیے۔ کیا اس میں سے کوئی مشکل بھی نکلے اور ہندوستان کے اندر میں اندر ہر جائے گی یا اگر نہیں تو جو لوگ ان کی مشکلات کا خیال کرنے کی محنت اور جہت نہ لکھنے کی وجہ سے دھڑلے سے نکل رہے ہیں وہ کی بھی اس وجہ سے ملے حصہ اسلامی کی طوطی ہر او دست پیش قدمی کرنے سے ہی پڑائیں گے۔ خوب جان لیجیے کہ اس مقصد کی طرف جب بھی آپ اقدام کرنا چاہیں گے، ہر حال آپ کو یہی مشکلات سے سبقت پیش آئے گا۔ جو لوگ ان کا خیال کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے وہ موجودہ حالات ان میں نہیں مگر کس مصلیٰ میں بھی اس طرف اقدام نہیں کر سکتے۔ اور جس کے پاس تدبیر اور عزم دونوں موجود ہیں، ان کے لیے کسی پیر کے راستے پر چنا آئینہ وقت اور طاقت ہے۔ وہ اس پہاڑ کو کاٹ کر براہ راست ہی اپنے مقصد کی طرف مستقیم ہو جائیں گے۔

پاکستانی خیال کے لوگ

دوسرا گروہ انہی لوگوں میں ہے جن کے تمام مغربی گروہ پر اپنی تربیت پائی ہے۔ یہ لوگ سب سے زیادہ مغربی فاضل سے جیتے ہیں، مگر چونکہ سب سے زیادہ اسلام کے حق میں ایک تعصب ان کے اندر موجود ہے اور مسلمان قوم "ہمارے کاشعہاں کے اندر پیدا ہو گیا ہے اس لیے جو کچھ یہ کرنا چاہتے ہیں" مسلمان قوم کے لیے اسلام کے نام ہی سے کرنا چاہتے ہیں۔ نتیجہ ہے کہ ان کے اقوال اور اعمال میں اسلامی اصطلاحات اور مغربی لفظوں کا عجیب طریقہ سے تلفظ ہوتا ہے۔ اس معنوں میں یہ موقع نہیں ہے کہ ان میں اس غلط فہمی کا جبر کر کے تحصیل کے ساتھ اس غلطی کے ایک ایک جزو کی اصل ذمہ داری کی نشان دہی کر سکیں۔ اپنے موضوع کے لحاظ سے ان کی صورت

میں یہ معنوں کا لکھا گیا تھا اس وقت تک علماء کا کوئی قابل ذکر گروہ اس طبقہ کے ساتھ شامل نہیں ہوا تھا۔ بعد میں ایک ایسی خاصیت ان میں شامل ہوئی، مگر اس کی پامیسی اور غلطیوں کی ایک اثر انداز نہ ہو سکی۔ (صفحہ ۱۳۷)

یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ پہلے گزشتہ کی طرح اس گزشتہ کا استہیجاء اور استہیجاء کے تینوں اجزاء سے مخوف ہے۔

(۱) پہلے دعوت کریجیے۔ ان کے اقتدار و یثمدوں کی تقریریں ان کی ثقافت و مجلس کی قراردادیں، ان کے کارکنوں کی باتیں، ان کے اعلیٰ قلم کی تقریریں، سب کی سب اس امر کی تہمت دیتی ہیں کہ ان کی دعوت اصل میں ایک قلم پرستانہ دعوت ہے، یعنی ان کی پھر اسلام کے نصب العین کی طرف نہیں ہے، بلکہ اس طرح ہے کہ ان کی قوم و ملت و خاندان پر ہندو قوم کے عقائد میں اپنے دینی عقائد کی مخالفت کرے۔ مگر یہاں مسرور آزاد کی پسند و ناپسند کے انگریزوں کو اپنا قومی حریف بنایا ہے، اس طرح انہیں ختم ہندوؤں کو اپنا قومی حریف بنایا ہے۔ اس لحاظ سے یہ وہ آزادی پسند حضرات و ایک سطح پر ٹھہرے ہیں۔ پہلی چیز یہ کہ ان کی ہنسبست ان کی روش کو اسلام کے لیے اور زیادہ مضرت دیتا ہے وہ یہ ہے کہ ان قروطن اور وطنی عقائد کے نام پر لڑتے ہیں، مگر یہ اپنی قومی اور قومی طوائف میں ادا دار اسلام اور مسلم کا نام لیتے ہیں مگر یہی وہی اسلام خواہ خواہ ایک فرقہ پرستی کی گواہ ہے اور غیر مسلم قومی اس کو اپنا سیاسی اور معاشرتی حریف بننے لگی ہیں۔ اس طرح انہوں نے صرف اپنے آپ کو اسلام کی طرف دعوت دینے کے قابل نہیں سمجھا ہے بلکہ اسلام کی مخالفت کے واسطے میں اتنی بڑی دھمکائی پیدا کر دی ہے کہ اگر دوسرے مسلمان بھی یہ کام کرنا چاہیں تو غیر مسلموں کے دونوں کو اسلام کے لیے متغافل پائیں گے۔

اس میں شک نہیں کہ اس قوم پرستانہ دعوت کے ساتھ لوگ بھی بھی اسلام کی خوبیاں اور اس کے اصولوں کی فضیلت بھی بیان کیا کرتے ہیں۔ مگر ان قروطن پرستی کے نتیجے میں یہ چیز ایک امری دعوت کے بجائے محض ایک قومی ثقافت کی گواہی ہے۔ اور مزید برآں دعوت اسلام کے ساتھ میں دوسری باتوں کی یہ آمیزش کرتے ہیں وہ بالکل اس دعوت کی ضد ہیں۔ ایک طرف اسلامی نظام حکومت کی تبلیغ اور دوسری طرف ان مسلمانوں پر انہوں نے جو حکومتوں کی حمایت میں کا نظام بالکل غیر اسلامی ہے،

ایک طرف اسلامی نظام سماوی کی تشریح اور دوسری طرف خود اپنی قوم کے تقاضوں کی تائید و راحت، ایک طرف انسانی قانون سازی کا حصول اور دوسری طرف خود قانون ساز بننا جس میں اپنے حق کا دفاع، ایک طرف حاکمیتِ عظیم کا اقرار و اجابت اور دوسری طرف حاکمیتِ عظیم کے اصول پر خود اپنی قومی حکومت کے قیام کی فکر، ایک طرف انسانیت کی نفسی، قومی اور وطنی تقسیم کو بحال اور دوسری طرف ہر وقت قوم قوم کا خدا اور خود قومیت ہی کے اصول پر دوسری قوموں سے جہاد و کشمکش، ایک طرف بے غرضانہ حق پرستی کا دعویٰ اور دوسری طرف شب و روز اپنے دشمنوں کا فتنہ و تہمت، ایک طرف سماوی تہذیب و دانش پر فخر و تازہ داری کی حفاظت کے لیے ہر شہداء و شہداء کی ہمدردی اور دوسری طرف اسی تہذیب و دانش کے باغیوں اور مخالفوں کی سرکوبی و پیشوائی، یہ دونوں چیزیں آخر کس طرح ایک ساتھ جمع کی جاسکتی ہیں؟ مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف دنیاوی امور ایسی مختلف باتوں سے دنیا نے کب اثر قبول کیا ہے کہ ان سے اسلام کو اجتناب لینا ہی گلا جانے کی انتہی نہ ہوتی ہے؟

(۱۲) اب دیکھیے کہ اپنی جماعتی تشکیلات کس ڈھنگ پر کرتے ہیں۔ وہی کاغذ ہے کہ ان سب لوگوں کو جو اندوختے ہیں انہیں مسلمان قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی جماعت کی رویت کا بعد دیتے ہیں اور اس کو قبول کر کے اُسے ابتدائی رکن بناتے ہیں۔ پھر انہی ابتدائی رکنوں کے دونوں سے ذمہ دار رکن اور جہاد دار منتخب ہوتے ہیں اور انہی کی کفایت و تسبیح سے تمام مساجد و تمام دیے جاتے ہیں۔ ظہر ہے کہ یہ طریق صرف قومی تنظیم ہی کے لیے مفید ہے اور اس طریق سے جو نظام بنتے وہ اس کے سوا کچھ نہیں کر سکتا کہ ایک قوم کی خواہشات جیسی کچھ بھی ہوں ان کے حصول کی کوشش کرے۔ یہی ایک عمومی قریب، قرآن کو چلانے کے لیے یہ طریق جماعت سازی و معرفت ہے کہ جو مسرت ہے۔ ایک قوم کے تمام افراد کو اس میں جو کہ وہ نسل مسلمان ہیں جتنی مسلمان مفرق کر لیا اور یہ امید رکنوں کے محتاج سے جو کام ہی ہوگا اسلامی اصول ہی پر ہوگا۔ پہلی اور فیصلہ خلی ہے۔ یہ انہی جو ظہر میں کہ

مقدمہ لکھنے والے حضرات کہہ چکے ہیں۔ اُن کی تجویز پر کچھ جو امراتہ امت میں عینہ بی اُچھوت
 ہیں کہ تجویز پر بھی ہیں۔ ان کا خیال بالکل غلط ہے کہ مسلم اکثریت کے اصولوں میں حاکمیت
 جمہور کے اصولوں پر عمل نہ کر حکومت کا قیام آخر کار حاکمیت جب اعلیٰ کے قیام میں مدعا ہر
 ملکتا ہے۔ جیسی مسلم اکثریت اس کو نہ پاکستان میں ہے، ویسی ہی بلکہ وہی حیثیت
 سے بہت زیادہ زبردست اکثریت افغانستان، ایران، عراق، ترکی اور مصر میں موجود ہے،
 اور وہاں اس کو نہ پاکستان میں عمل ہے جس کا یہاں مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ چرکب وہاں
 مسلمانوں کی خود مختار حکومت کسی وجہ میں بھی حکومت بنانے کے قیام میں مدعا ہے یہ برقی نظر
 آتی ہے وہ مدعا۔ ہر نہ تو درکار، میں یہ چتا ہوں، کیا آپ وہاں حکومت چلی کی تیسرا کر کے
 پھانسی یا جادوئی سے تم کوئی نئی راستہ کی امید کر سکتے ہیں؟ اگر آپ وہاں کے حالات سے
 کچھ بھی واقف ہیں تو آپ اس سوال کا جواب اثبات میں دینے کی جرأت دکر سکیں گے۔
 اور جب صورت حال یہ ہے تو آپ کو خود کو ناپا پینے کی کڑی اسلامی انتہاب کے راستہ میں
 مسلمان قوموں کی اپنی کار و حکومتوں کے سترہ رہا ہونے کا سبب کیا ہے۔ اس مدعا کو جتنی تضحیق
 آپ کریں گے جواب اس کے سوا کچھ نہ باقی گئے کہ وہ اصل مسئلہ مذکورہ مسلمان ہر مذکورہ چیز ہے
 اور غلطی یہ ہے کہ تصور زندگی کا اسلامی ہونا بالکل ایک سو درہری چیز ہو گا کہ حق و اخلاق
 کے اعتبار سے مسلم ہوں بلکہ اصل مسئلہ ہی دسل حیثیت سے مسلمان ہوں ہی اگر گریرونی
 اثر و اقتدار سے کامل آزادی نصیب ہی ہو جائے، اور اگر ان کے جمہور کو خود اپنی پسند کے
 مطابق نظام حکومت قائم کرنے کا پورا اختیار بھی حاصل ہو تب بھی حکومت چلی ہو رہی ہیں
 نہیں رہ سکتی۔ وہ اپنے ذاتی ہی مفاد کے پرستار ہوتے ہیں۔ ورنہ یہ کہ ان میں حق اور صداقت
 کے لیے اپنے مفاد کو قربان کرنے کی طاقت نہیں رہتی، بلکہ اس کے برعکس جب کبھی اس
 کی غرضیں دینی سے حق اور صداقت کا تصادم ہوتا ہے، وہ حق کو چھوڑ کر جیسے اس طاقت
 جانتے ہیں جس میں خود ان کی غرضیں چھپی رہتی ہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی اکثریت ہر وہاں
 لکھی ہو امید نہیں کی جا سکتی کہ عام انتخاب میں ان کے دشمنوں سے وہ صالحین منتخب ہوں گے
 جو مذہبی بنو تب پر حکومت کرنے والے ہوں۔ جمہوری انتخاب کی شکل بالکل ایسی ہے جیسے

دودھ کو پھر کر کھنٹا جاتا ہے۔ اس دودھ نہ ہر طرح تو اس سے جو کھنٹے کے اعتدال بہت ہے۔ کہو نہ دودھ سے یہ نہ ہر طرح ہوگا۔ اسی طرح سوسائٹی اگر بگڑی ہوئی ہو تو اس کے دودھ سے وہی گلاب، غائب ہو کر پکسرا اکتا رہ جائے گی۔ اسی سوسائٹی کی خواہش حاج نفس سے مندرجہ بہت حاصل کر لیں گے۔ پس جو لوگ یہ گئی کرتے ہیں کہ اگر مسلم اکثریت کے حلقے بہت دلائل بہت کے قنطاریے آواز ہو جائیں اور یہاں جمہوری نظام قائم ہو جائے تو اس طرح حکومت اپنی قائم ہو جائے گی۔ ان لوگوں غلط ہے۔ دلائل اس کے نتیجہ میں ہو کہ حاصل ہوگا نہ صرف مسلمانوں کی کاغذی حکومت ہوگی۔ اس کا نام حکومت اپنی بلکہ اس کا نام کو ذیل کرنا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ عوام کی اخلاقی زندگی تربیت کر کے، ان کے غلط فہموں کو تبدیل کر کے ان کے خلیات میں اختیار دینا، یہ سب سب پر پارک کے ایک جمہوری نظام کو اپنی حکومت میں تبدیل کیا ہوا سکتا ہے۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اس اخلاقی و خلیاتی انقلاب کے برپا کرنے میں کیا مسلمانوں کی کاغذی حکومت پہلے ہی مددگار ہوگی؟ کیا وہ لوگ جو جمہور بگڑی ہوئی سوسائٹی کے قادیان سے اپنی کر کے اقتدار حاصل کر رہے ہیں کامیاب ہوں گے ان سے آپ یہ امید کر سکتے ہیں کہ وہ حکومت کر سکیں؟ اس کے وسائل اور اس کے اختیار کس کسی کی تحریک کی امانت میں عرصہ تک رہیں گے جس کا مقصد عوام کی ذہنیست تبدیل کرنا اور ان میں حکومت اپنی کے لیے تیار کرنا ہو؟ اس کا جواب عقل اور تجربہ دونوں کی روشنی میں نفی کے ساتھ کیا نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ یہ ہے کہ لوگ اس انقلاب میں مدد دینے کے بہتے سائقی اس کی مزاحمت کریں گے۔ یہ غلط وہ لوگ جانتے ہیں کہ اگر عوام کے خلیات میں تغیر واقع ہو گیا تو اس بدلی ہوئی سوسائٹی میں ان کا چہرہ رخ تو یہی کے گا۔ یہی نہیں اس سے زیادہ خوفناک حقیقت یہ ہے کہ نام کے مسلمان ہونے کے وہ سب سے بڑے گندہ کی ذہنیست بہت زیادہ جلد مت دے جائے گا۔ اسی پر لاشوں کو لپٹیں گے اور ان کے نام ان کے ظلم کی پرندہ پوشی کے لیے کافی ہوں گے۔ جب صحیح معاملہ یہ ہے تو کیا ان شخص عوام نہیں ہے جو اسلامی انقلاب کا نصب العین رہتے رہے کہ انہی جمہوری حکومت کے قیام

کی کوشش کرے جو ہر افراد حکومت سے بڑھ چلا کر اس کے مفصلیہ میں ملے ہوئے ہے؟

تحریریں کے بغیر

اب تیسرے گروہ کی بجائے یہ لوگ مختلف قسم کی تجویزیں سوچ رہے ہیں۔ کوئی فکر سوچ کے ساتھ غیر اسلامی نقطہ نظر رکھ کر ایک نئی "کونسل" بنانے کا چاہتا ہے۔ کوئی اس خیال میں ہے کہ ہندوستانی مسلم "ایک نیا ایجنڈا" بنائے۔ کوئی یہ چاہتا ہے کہ اسلام کے برہمن نظام میں سے بعض اس کے سیاسی و سماجی اصولوں کو لے لیا جائے تاکہ ان کی بنیاد پر ایک نئی سیاسی جماعت بنائی جاسکے جس میں شامل ہونے کے لیے عورتوں کا حصہ دیا جائے اور اسلام شریعت کی پابندی لازم نہیں۔ یہ سب لوگ اپنے نزدیک ایک نئی نئی کے ساتھ یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ طریقوں سے دفتر دفتر و تنفر و کد مہم جاسکے گا جو اسلام کے خلاف طبعاً ہی پیدا ہو گیا ہے۔ اور جب وہ بعض اسلام سے کسی مناسبت نہیں ہو جائیں گے تو پھر سے اسلام سے انوس ہونے میں دیر نہ لگے گی۔

یعنی یہ سب فی الواقع نام ہیں۔ نہ ان کی حیثیت سے ان کو صحیح کہا جاسکتا ہے اور نہ عملی حیثیت سے ہی ان کی کوئی قدر قیمت ہے۔ میرے نزدیک ایسی تمام تجویزیں ضعیف دل اور ضعیف دماغ کا نتیجہ ہیں۔

ان کی حیثیت سے وہ حقیقت ہم اسلام میں کسی مقدس، کسی کی وحی، کسی کی جبریم تشکیل جبریم کے بھانڈے ہیں۔ ہم اسلام کے ملک نہیں ہیں، اس کے خارج نہیں ہیں، اس کے خارج نہیں ہیں۔ اسلام ہم داخل نہیں ہے کہ اس کی سرحد میں کسی غیب ہو اس کے مطابق اپنے اس حال کو جانکر بدل میں لائیں۔ ہماری حیثیت مومن پروردگار کی ہے۔ ملک نے عورتوں، عبادات اور احکام کا یہ پورا مجموعہ دیا ہے تاکہ ہم خود اس کی پیروی کریں اور دوسروں تک سے پہنچائیں۔ اس مجموعہ میں کوئی تسلیم کرنے والا اس کی اصل صورت کو بدل کر اس کی کوئی اصلاح نہ کرے گا کہ ہم ہرگز کوئی حق نہیں پہنچا جس کو لینا ہے اسے پھر سے جو ہم کو لینا چاہتے ہیں اسے اسی صورت میں لینا ہوگا جس میں ملک نے اسے

یہ ہے۔ اور جو اس کو اس پرستی میں لگائی اور اس متوقہ صورت کے ساتھ دنیا چاہے اس کی خوش آمد کرنے اور اسے کم و بیش پرستی میں لگنے کی کوئی صورت نہیں۔ اس کو تو ایک حکم ہے خالق کی طرف سے مخلوق کی طرف۔ خالق کا حکم مخلوق کی خوش آمد کرنے اور اس کو اپنی طرف سے۔ مخلوق کو اس کا حکم، جیسا کہ ہے، اور ان دونوں میں خفا ہے۔ اور وہ خدا ہونا ہی چاہتا ہے۔ خالق کو چاہیے کہ خالق کو چاہیے کہ خالق کی طرف سے اس کے جو رسول دنیا میں آئے انہوں نے پسے علم کو لوگوں کے سامنے پیش کر دیا اور اس کو کہہ دیا کہ چاہو اس کو اور اس پروردگار کو، اور اس کی عبادت کے مطابق اس میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا جائے گا۔ شاید ہی ہندوؤں کے رسول کے آئندہ ہونے کی حیثیت سے بھاری ہو ہے۔

پھر کتنی غیر متقول خوب ہے کہ اس کے برعکس نظام میں سے عقل اس کے معاشی و سیاسی اصولوں کو لے لیا جائے اور انہی کی بنیاد پر ایک پارٹی ایسی بنائی جائے جس میں مثال دہشت کے لیے تو حید، اخوت، قرآن، رسالت، کسی چیز پر بھی ایمان لانے کی ضرورت نہ ہو اور عبادت کی بجائے اور احکام شرعیہ کی پابندی ضروری ہو کیا کوئی صاحب نظر کوئی ایک لمحہ کے لیے بھی یہ خیال کر سکتا ہے کہ کسی اجتماعی نظریہ اور اصول کو اس کے بنیادی تھکے، اس کے نظام اخلاق اور اس کے تعمیر پر صورت کرنے والے لوگوں سے الگ کر کے چھوڑا جاسکتا ہے؟ اللہ کی حکمت کا تصور نکال دینے کے بعد اس کو کیا سیاسی نظام آخر ہے کس چیز کا نام؟ اور اگر قرآن کی اخلاق و قانون اور مستند اصول اور عبادت و انسان اور بادشاہ و اللہ کے درمیان نزاعی احکام اور مستند اصول نہ لیا جائے، تو کیا اس میں طرز کے مشیخت کی تعمیر چھوڑ دی جائے گی؟ نیز وہ کون سا نظام تمدن و سیاست ہے جو کس نظام اخلاق کا سپرد ہے نیز قائم ہو سکتا ہو؟ اور کیا اللہ کے سامنے انسان کی ذمہ داری و جواب دہی کا تحمل نکال دینے کے بعد اس نظام تمدن و سیاست کے لیے کوئی اخلاق سپرد باقی رہ جاتا ہے جس کا اختصار اس نے پیش کیا ہے؟ کیا اس نظام کو آپ پرستانہ اخلاقیات کوئی پر یکسوئی کے لیے بھی قائم کر سکتے ہیں؟ مزید برآں

روحانی تہم کی بخودی سرپرست اور حقیقت نگاہ اور اس نظام تقدی و سیاست کے بیلے کار ہے۔ غلام، دزد، دغا، دزد کا آقا کے سوا اور کس قدر سے پیدا ہو سکتی ہے؟ اور وہ خود جو تہ نظام پر عمل نہیں کرتا ہے، پس نہایت وجہ انکس نظر ہے کہ کوئی شخص معنی خاصوں کا جس دیکھ کر کہنے لگے کہ اگر وہ اس کے بغیر ہی شانور ہی سے درخت قائم کریں۔

اصل حیثیت سے مجھ میں تہم کی تمام تہریزیں سرور خود ہیں۔ میں سے اصل نقصان پہنچنے کے بجائے غلوں ہے کہ کہیں ہم خود ہی راستہ میں گم نہ ہو جائیں۔ تہریم شہادت میں جس نام تہم اسلام کی تہریم کی جائے گی، ایک مذہب ہی اصل سیدہ بن جائے گا، اور جو لوگ اس پر ایمان لائے گا، اس میں شریک ہیں گے، اور وہ خود اصل اسلام کی طرف رجوع کرنے سے انکار کریں گے، لیکن نہ صحت پرست سکھوں ہی پیچوں نے اس سے کم دیش پر سود کیا تھا ہی کے ساتھ ہی لکڑی میں شریک ہوا میں گے شکلات (Compromises) پر حاکم ہیں کہتے ہیں کہ میں، بیٹھ ہی غلامی ہوا ہے۔

۴۔ مشکلات کا جائزہ

اب میں ایک نظریں مشکلات پر ڈالتی چاہتے ہیں۔ سے نصف دہائی کے بعد یہ غراں کی رہی اختیار کی جا رہی ہیں۔ کیا حقیقت میں یہ ایسی ہی مشکلات ہیں کہ ان کو حل نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تکوار یہاں سے بچنے کے لیے ان نظریوں کو جو ایک دوسرے تکلیف دہ لگا دیے ہٹ کر مضمون کے اس حصہ پر نگاہ ڈالیں جو چھوٹی سے بڑی مشکلات کی تشریح کی ہے۔ پہلی مشکل

پہلی مشکل کا خلاصہ ہے کہ اسلام موصوفاتی ہے نہ سیاحی، اور داخلی مسائل کا حل ہی پیش نہیں کرتا بلکہ عقائد، عبادات اور غور و فکر سے جو ایک اصول ہی اس کے ساتھ دیتا ہے، اور اس کو قبول کرنے کے معنی انسان کی یہی زندگی تبدیل ہو جانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ہر قوم کو اس طرح چھیننے نہیں دیتی جس طرح دوسری قومیں چھینتی ہیں۔ لیکن

بمقابلہ نظام جتنی زبردست نظر آتی ہے، دوسری اتنی ہی کمزور اور بے حیثیت ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا نظامی فلسفہ یا مسلک ہی نہیں ہے جو انسان زندگی کے اعلیٰ مسائل کا جو حل پیش کرتا ہو اس کے ساتھ چھٹنے کی استعداد اور اپنی ایک ضروری غنہ نہ رکھتا ہو۔ چند امور ابجد الطبیعت (Metaphysical Problems) ایسے ہیں جن کے حلق سبورا یا اپنی حیثیت سے ایک ایک ساتھ قائم کرنا ہی سوال برائے مسلک کے لیے ناگزیر ہے جو انسان کے لیے ایک ضروری زندگی بنانے کا لازم کرے۔ یہ سوچت کہ کائنات کا یہ نظام کس ذریعہ سے ہے؟ اور اس نظام میں انسان کی کیا حیثیت ہے؟ اور انسان کی زندگی کمال کی ہے؟ اور کیا دنیا میں سب کچھ زندگی ہے؟ اور کیا دنیا میں کچھ ہے یا سب کچھ انسان کی زندگی کے قیادی سرحدات میں ہیں اور کیا کمالی کمال مل (Workable Solution) پیش کیے بغیر کوئی ذہنی ماحول، جیسا کہ انتہائی نظام بتایا ہی نہیں جاسکتا اور کسی نظام کے ہی حلق سبورا پر غور کر کے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ سبب تک کہ ماحول ماحول کے قیادی نقطہ یا پیمانہ بن جائے جس کے استناد سے کوئی تہملہ نہ کرے۔ پس ایک انتہائی نظام پر ناگہا اسلام ہی کی کوئی زندگی ضروری نہیں ہے۔ اس صورت سے اگر اسلام کی راہ میں کوئی مشکل پائی ہے تو ایسی مشکل ہر اجتماعی مسلک کی راہ میں پائی ہے۔ ہر اجتماعی مسلک کی تاریخ ایک مذہب ہی ہے اور ہر اس کی پیروی اختیار کرتا ہے وہ حقیقت میں ایک مذہب کو چھوڑ کر نہ سکتا۔ مذہب اختیار کرتا ہے، خواہ اپنی سادہ روی کی بنا پر وہ کہتا اور جانتا ہے کہ میں بدستور اپنے پہلے مذہب پر ہوں۔

میں ایک مسجد کی سی مثال سے اس تکنیکی مزاج کو رخ کروں گا۔ یہ کمزور مذہب کے مانع ہے۔ اسی کو مثال میں لے لیجئے۔ اگر اسلام ابجد الطبیعی فلسفہ سے اپنے مسلک کی ابتدا کرتا ہے کہ خدا ہے تو کمزور میں نفی سے چلتا ہے کہ خدا نہیں ہے، یا کہ مذہم اس کے بعد ہند سے لے کر غارت کر رہا ہے۔ اگر اسلام یہ نقطہ نظر اختیار کرتا ہے کہ یہ دنیا خدا کی سلطنت ہے اور انسان یہاں سے کوئی چیز ہر ہے تو کمزور مذہم یہ نقطہ نظر اختیار کرتا ہے کہ یہ دنیا ایک مخلوق و مادی ہے اور انسان یہاں مطلقاً خود مختار (Independent) ہے۔ اگر اسلام یہ

یہ دیکھتے ہیں کہ انسانی کو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ خدا کی چاہیوت اور اس کے
 اندر سے آتی ہے تو کچھ نرم یہ پہنچتے ہیں کہ کوئی چاہیوت خدا کی نہیں آتی۔
 اگر اس میں ختم ہے تو کچھ خدا کی ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے جس
 میں انسانوں کو یہ زندگی کے بعد سے اس کا سبب دیکھتے ہیں تو کچھ نرم اس میں ختم
 ہے چنانچہ کہ جو کچھ ہے یہی زندگی ہے اور بعد میں وہ کوئی زندگی ہے نہ صاحب کتاب۔
 دیکھیے یہ دونوں یکساں ہیں اور ان میں فرق ہے جس میں وہ دونوں میں سے کسی کو بھی قبول یا مسترد
 ہے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ سب کو کسی مانتھیلک ٹیم کے بغیر بعض اعتدال اور تسبیح
 شہادت کو یہاں پر بہت سے وہ لوگ جو ان تک کیرنسٹ دیتے ہیں کیرنسٹ کے نقطہ نظر
 کو قبول کر سکتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آخر ان میں وہ سبب اس پر بہت سے وہ لوگ جو آج
 مسلم نہیں ہیں ان کے ساتھ کچھ فرق نہیں کر سکتے؟

اس میں ایک اور ہی پر جان دے کے اس میں وہ دونوں میں مشترک ہے۔ اگر مسلم
 ہونے کے لیے مسند رسول اللہ پر ایمان دے گا تو کیرنسٹ ہی آخر اس پر ایمان
 قائم ہے۔ چنانچہ ایک شخص جو ان تک کہ کسی دھندلی دیکھ کر اس کی تہمت کر دیکھ کر اس
 کو پتا نہ تھیں کہ اس کے ترائوں میں چیرا ہے کہ ایک دھندلی جو ان تک معلوم تھا
 آج مسند رسول اللہ کی زندگی، ان کی تہمت اور ان کے کہتے کہ دیکھ کر ان کو پتا نہ تھیں
 تسلیم کر لے؟

یہاں یہ سوال جو حقیقی مضبوط (Party Discipline) کا ہے۔ اگر اس میں لوگوں
 کو اس کی چاہیوت میں خالی ہیں، دیکھتے ہیں کہ مضبوط کا یہ جو ہے تو کیرنسٹ پادری
 ان لوگوں کو جو اس کی چاہیوت میں خالی ہیں، کسی مضبوط اور کسی تاحہ سے میں نہیں جکڑتا؟
 چرچہ بہت ہے کہ انسانی کیرنسٹ کے امور میں یہ ایسا کرنے کے بعد کیرنسٹ پادری کے
 مضبوط کی پادری قبول کر لیتے ہیں تو آخر اس میں ہی کہ حقیقی مضبوط میں کوئی نہ تھا
 ہوتا ہے کہ جو لوگ اس میں کے امور کو چیرا کر لیں یہ ان کے لیے تیار ہیں گے ان
 کو نہ تھا ان کی صورت دکھا کر جگہ سے گاہ

اس مثال سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اسلام میں خدائی حق خدا کی توحید کا اعتقاد یا ان کے اعتقاد پر پختہ کی ناقابلِ شکست و غیر مشروط (Inadaputable Leadership) اور توکل کے آخری منہج کا نکلنے پر لے کر اعتقاد و شرط لازم ہونا اور خداوند اور کائنات کے مربوط کی پابندی فرض ہونا، ہرگز کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے پھینکنے اور غیر مسلموں کے اس کی طرف کھینچ کر لے جانے میں سبوتاہ ہو۔ مابعد الطبیعی اعتقاد اور سماجی مربوط و دوسرے مسکوں میں بھی موجود ہیں، اور جو انسانوں میں مسکوں میں اپنی زندگی کے مسائل کا حل اپنی سمجھ کے مطابق سمجھ پاتے ہیں وہ ان کے عقائد اور مربوطوں کو قبول کرتے ہی ہیں۔ ہر کوئی دیر نہیں کہ اگر اسلام ان کے مسئلے تمام مسائل زندگی کا بہترین حل پیش کرے اور ان کی اپنی نفس و صورت اور دست و پاؤں کے مسئلے کو درست کرے عقائد اور مربوط کی شرط صورت اسلام ہی کے سامنے بنی کے لیے غیر معمولی رکاوٹ ثابت ہو۔ رکاوٹ اگر ہے تو فی الواقع صورت ایسی منجانب ہے کہ لوگوں کے لیے باہموم اپنے پڑانے سک کو چھوڑ کر کوئی دوسرا منجانب اختیار کرنا مشکل ہوتا ہے۔ یہی جو کتاب بھی دنیا میں پھیلی ہے اسے ہر جہاں اس رکاوٹ سے بہتر پیش آتا ہی ہے اور ہر لوگ کسی توکل پر ایمان لاتے ہیں وہ ہر جہاں اس رکاوٹ کو چھوڑ کر کے ہی نئے قدم بڑھاتے ہیں۔ اس کو سامنے کھڑا دیکھ کر راستہ کھڑا کرنے کی کوشش صورت ہی نفس کو اسے گامیہ قرار پھنایا ہی جی میں صادق نہیں ہے یا بہت بہت دور کا انداز ہے۔

ابن اسلام کے حق میں اس رکاوٹ کو جس چیز کے خلاف قرار دیا گیا ہے وہ چاروں جہاں اور جگہ مدح و مذہبیت ہے جسے کئی اسلام سمجھتا ہے۔

اس سے کثرت مذہبیت کا پھر زیادتی نقص ہے کہ اس میں اسلام کے عقائد و منہج ایک دھرم (Religion) کے احکامات (Dogmas) بتا کر رکھ دیتے ہیں جتنا کہ وہ ایک کئی فلسفہ، جماعت اور نظام تمدن کی تخلیق بنی ہوئی ہے۔ اور ایسی طرح اس کی عبادت بعض پر جاوہر چھوڑنا کر رکھ دی گئی ہیں، حالانکہ ان کی معنی اور اخلاقی بنیادوں کو ضیوع و مستحکم کرنے کے دکان ہیں جن پر اسلام نے پورا نظام اجتماعی تعمیر کیا ہے۔ اس کلی توحید

لاخیر ہے کہ لوگوں کی بھروسہ کسی طرح کی بات نہیں آتی کہ ان کو ایک سیاسی، سماجی اور
 تمدنی و فکری عمل کو پہنچنے کے بعد وہی عقائد اور ان عبادات کی ضرورت ہی کیا ہے۔
 دوسرا خیالی تصور اس مسیح شدہ ہیبت میں یہ ہے کہ اس میں اسلامی
 شریعت کو ایک جنم دیا گیا ہے۔ اس میں حدیث سے و احکام کا موازنہ
 بند ہے جس کی وجہ سے اسلام ایک زندہ و قریب کے پہنچنے میں جیسا کہ شرعی ایک کتاب کی
 یادگار ہے کہ ایسا ہے اور اسلام کی تعلیم دینے والی حدیث میں اس آثار قدیمہ کے عقائد و اصول
 میں تبدیلی ہو گئی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی فکر اس چیز کو دیکھ کر زیادہ سے زیادہ فکری
 فحاشی کی بنا پر اظہارِ عقیدہ شناسی اور کٹھن ہے، مگر تو یہ اس سے نہیں کی جاسکتی کہ وہ
 حال کی قدر و قدر مستقبل کی تعمیر کے لیے اس سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت
 محسوس کی جائے۔

تیسرا ہم نقص اس میں یہ ہے کہ عزائمات کی ناپ تول، مقدمات کے غیر مخصوص
 آئین، اور اس سے بڑھ کر مظاہرہ و مادی و دینی دیکھنے کی زیادتی اس میں حد سے
 بڑھ گئی ہے۔ اس قدر خیروں کی تعریف تو کیا کرے گی انہی چیزوں کی تفسیر کا مستند ہی رہی ہے۔
 اس غلط ہیبت کے جبر و اس کی زندگی دیکھ کر اس میں کہ اتنی باتیں کہ کوئی اس سر پر
 میں پڑ جائے کہ انہی کی ادبی فکر و فحاشی کا دیکھ کر انہی چھٹی چھٹی چیزوں پر چھٹی
 پر یہ لوگ اتنا دیکھتے ہیں؟

اسلام کے راستے میں یہ ہیبت بڑی رکاوٹ ہے مگر یہ اسلام کا تصور نہیں ہمارا اپنا
 تصور ہے اور ہمارا فرض ہے کہ پہلے اس نظامِ تعلیم کو دیکھیں جس سے وہی کے تصور کو اتنا
 غلط و سرسبز ہیبت کے علم کو اس قدر جلوہ دار کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک زندہ و قریب کے
 عقائد کے بنی پر تو نہیں اٹھ سکتی۔ ہیں اس کے عقائد کو مستقل و دائمی کے ساتھ پیش کرنا
 ہرگز۔ ہر عقائد کے ساتھ عبادات کا اور عبادات کے ساتھ زندگی کے قوانین کا مستقل ربط
 واضح کرنا چاہیے گا۔ پھر ان قوانین کو زندگی کے تمام عملی مسائل پر منطبق کر کے یہ ثابت
 کرنا ہوگا کہ جتنی انسانی ضروریات ہیں ان سب کا حل ان قوانین میں موجود ہے۔ تب

کبھی ملک میں نظام کو ایک معقول نظام کی حیثیت سے نہیں دیکھیں گے اور جب وہ ایسے کبھی
 گئے تو قریب ہی کو سفر پر نکلے ہوں گے یہ قہری کام ہے کہ مختلف شعبہ ہے اس لیے
 اس شعبہ سے ہی پڑا ملک بننے جاتا ہے کسی طرح کی طرف سے دیکھتے ہیں، اگر
 نہیں سوچتے کہ اپنے مقصد تک پہنچنے کے لیے بہتر بنانے کی رحمت جہرول میں اٹھانی
 ہی پڑے گی۔ میں نے کہا کہ تو تصورِ عظیم پیش نظر رکھا ہے اُسے یہ رحمت اٹھانی پڑی ہے اور
 اگر واقعی ہم اپنے مقصد میں حلاق ہیں تو میں اس کام کے لیے تیار ہونا چاہیے۔
 گو سسری مشکل

اب سو سسری مشکل کر پیچھے۔ میں تعقیبات کو اسلام کی راہ میں حاکم بنایا جاتا ہے ان
 کا تجربہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ۔

ایک نام کا تعصب تھا کہ جو بوجہ ہر شخص کے اندر اس چیز کے غلبہ ہوتا ہے جو
 اس کے لیے نئی ہو، میں پڑاں سے اپنے باپ دادا کو دیا یا جو والد میں سے وہاں نہیں نہیں
 یہ تعصب عروقت ہے اس کام کی راہ میں حاکم نہیں ہے، اپنے بھی نہ آئی تھا، اور یہ کہ میں
 اور اہل خانہ کو چکا ہوں یہ عروقت اسلام ہی کی راہ میں حاکم نہیں ہے، درخت سیریک کی راہ میں
 حاکم ہوتا ہے۔ تاہم یہ ایسی رکاوٹ نہیں ہے کہ میں کو دائرہ دیکھا جاسکتا ہو۔ اپنے بھی اس
 رکاوٹ کے باوجود اسلام جیسے ہے اور اب بھی چلی سکتا ہے۔

دوسری نام کا تعصب یہ ہے جو اصل اسلام کے حقائق نہیں بلکہ مسلمانوں کے
 حقائق پیدا ہوا ہے اور مسلمانوں کے واسطے سے اسلام کی راہ میں حاکم ہو گیا ہے۔ مسلمانوں
 نے کبھی کبھی یہ بھی غلطی کی ہے کہ غیر اسلامی طریقے اپنی خواہشات نفس کی پیروی میں اختیار کیے
 اور اب بھی اپنے غلطی کو دائرہ اندازت کی بدلتے ہیں میں غیر اسلامی سیرت کا اندازہ کرتے ہیں
 ہیں یہ مادے تعقیبات کی حیثیت سے ہی کے ہر کاتے ہوتے ہیں۔

اس واقعہ کے کوئی انکار کر سکتا ہے کہ چند مسلمانوں کو اصل اسلامی حکومت نفس
 اسلامی اخلاق اور حقیقی اسلامی تمدن سے لگاتار کشیدہ ہونے کا کبھی موقع نہیں ملا۔
 نہ تو میں مسلمانوں کو اس کے مسلمان اس کے مسلمان نظام اسلامی کا دلی اندازہ ہوں

نے، مسلمان فرزندوں اور بیٹوں نے اور مسلمان عوام نے اپنے بتاؤ سے اسلام کا جو فرد
 بنی کیا وہ ہرگز زیادہ حاکم اس ملک کے ہم پر مشنوں کا اسلام کا گروہ بن سکا۔ بلکہ اس
 کے برعکس انسانی افواج کے لیے جو کشش تھی کہ وہ غیر مسلم سے جو حرکت کر کے وہاں پہنچے
 وہاں تک پہنچتی رہی اس نے اسلام کے عکس مستقل ترقی کی انتہا پیدا کر دی۔

اس تاریخی پس منظر کے ساتھ اسلام کا جو فرد تھا اس زمانہ میں مسلمان اپنی انفرادی
 زندگی اور اجتماعی طریق کار سے پیش کر رہے ہیں، وہ بھی کہ یہاں جو صورتیں ہیں، یہ کہ اس
 قسم کے فرقے کہہ کر کہہ کر اس قرابت کے حلقہ پر جاتیں ہیں کی نمائندگی اس شان سے کی
 جا رہی ہے۔ انفرادی زندگی میں ایک عام زندگی ایک عام غیر مسلم سے ان کو کسی چیز پر برتر
 نظر آتا ہے کہ وہ اس برتری کے لیے کی جستجو کریں، اس کے بتاؤ میں، اس کے احاطہ میں،
 اس کے ساتھ میں کہاں کوئی شخصیت ہی چلے گی ایسی فرد ہوتی ہے جس سے یہ ظاہر ہو
 کر یہ شخص ذاتی قرار پا کر جو قوموں کی پیروی کرتا ہے، کیا ایک مسلمان زمیندار یا "شرعیہ"
 اصطلاحی "کینز" کے مطابق اپنے طبقہ کے کسی غیر مسلم "شرعیہ" یا "شیں" سے کہہ کہہ کہہ
 تو بتاؤں کہ ہے، کیا ایک مسلمان کا ہر یا پیشہ واری اپنے ہم پیشہ غیر مسلم سے کہہ کہہ کہہ
 متاثر ہو رہا ہے، کیا ایک مسلمان حاکم یا عہدہ دار اپنے خفیہ دوست کے استیصال میں کسی غیر مسلم
 ہمسرے کہہ بہتر اخلاق اصولوں کی پیروی کرتا ہے، کیا ان فروع کے مسلمان حاکم رات دن
 اپنی تمام ذیلی طرحوں کی پیروی نہیں کر رہے ہیں جن کی پیروی ان کے غیر مسلم ساتھی
 کرتے ہیں، کیا وہ ہی جانتے ہیں کہ ان فروع سے اپنی قوم کا تعصب، وہی کینز ہوں سے
 غیر قوم داروں کو نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتا، اور اپنی چھوٹی چھوٹی ذہنی افواج کے
 پیچھے ٹھہرے ہیں، کیا ان کی شکایت یہ غیر مسلموں سے کرتے ہیں، خود ہی کا بھی راستہ ان کا
 مشعل نہیں ہے، پھر جب ایک غیر مسلم اسلام کوئی خاصہ کی زندگی میں اپنی چھوٹی
 تربیت کا نشان نہیں دیتا، جب وہ ان میں ہی وہی سب کہہ کہہ کہہ دیکھتے ہیں جو وہ دیکھتا
 ہے، وہ جب وہ ان میں ہی انہی خاصہ کے لیے لڑتے جھگڑتے اور کشش کرتے دیکھتے
 ہے، یہی کے لیے خود ہی جھگڑتا اور کشش کرتا ہے، ان فروع کی چیزیں کی اس

مسک کی طرف، اہل کرکٹن جہ میں کی ناشکی یہ لوگ کہہ رہے ہیں، بلکہ جب ایک ہی غرضیت اور نیا پرستی کے میدان میں وہ اندر کے جوہر میں آتا ہے تو اپنے حریفوں کے ساتھ ہر وہ کھلے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس کی طرف سے کیا ہے؟ ایک طرف پہلے ہی کی تعہد اور پھر ہی کی نفسانی کشش، کیا یہ دونوں چیزیں اس کے دل کے حدود و قیود پر غور کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں؟

انفرادی زندگی سے وسیع تر قومی دائرے میں مسلمان اس وقت تک میں پامیسی پر مصر میں، بلکہ جسے اپنی حیاتیات اجتماعی کا نشان بھرتا ہے، میں وہ کیا ہے؟ اصول اسلام اور مقام اسلام کا کس نام تک نہیں آتا؟ کس خطبہ کس تفسیر، کس دین و دوش میں آپ ایک غور تک یہاں نہیں پاسکتے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ لوگ اپنی افواض اور اپنے دینی مقاصد کے لیے نہیں بلکہ انسانوں کی فطرت کے لیے عالمگیر اصول لے کر آئے ہیں اور ان کی مثالی معنی اصولی حق کی خاطر ہے۔ اس کے برعکس آپ دیکھیں گے کہ ان کے اور دوسری قوموں کے درمیان، اہل برابر کی قوم پرستانہ جنگ رہا ہے، انہوں ایک سطح پر آئے ہیں، ایک ہی رتبہ کی انسانی افواض کے لیے کشش کر رہے ہیں، ایک ہی قسم کی چالیں (Tactics) بازی، اصطلاحات اور اصولی نزاع اختیار کر رہے ہیں، اور دوسرا دھڑا اور لڑائی جھگڑا انہی چیزوں کے لیے ہے، یہی وہی کے یہیوں کے گائیوں کا دھڑا اور لڑائی جھگڑا ہے۔ پھر کس طرح یہ بات غور میں پاسکتی ہے کہ ان لوگوں سے آپ انہی افواض کے لیے مساوی حوصلہ پر لڑتے ہیں، ان سے آپ متاثر ہو کر حریفی کا لڑا اور لڑا نہ سفتہ رکھتے ہیں، ان کے ساتھ آپ کی سیاسی اور معاشی مسائل کے لیے کشش برپا ہو، وہ آپ کی طرف سے کسی اصولی قربان کی دعوت پر اسی طرح کھلے دل سے غور کرنے کے لیے تیار ہیں گے جس طرح وہاں اشتراکیت یا ڈیموکریسی یا کسی اور مسک کی دعوت کے لیے تیار ہوتے ہیں؟

یہ تعہد اسلام کے راستے میں دوسری عظیم مثالی رکاوٹ ہیں، مگر ان کا علاج ہے کہ ہم ہی تعہد کی پیدائش کے سبب کوئی دیکھیں اور پھر ان کی سرحد کی

بہادر بنا کر اپنے مقصد کی طرف برو و راستہ پیش قدمی کر رہے تھے۔ مگر ان کا کلی
 علاج یہ ہے کہ ہم اپنے نفس و دلی اور اجتماعی طریقہ عمل کو دلیں اور اس طرح تمام تعصبات
 کی بڑکاشت کر اپنے مقصد کی طرف بڑھنے کے لیے سیدھا راستہ چار کریں۔ جو لوگ
 بعض بر سرری نگاہ میں یہ دیکھ کر کہ اسلام کے غلط ہندو سکھ، عیسائی، پارسی، تمام اقوام
 میں مختلف تعصبات پھیلے ہوئے ہیں، یہ فیصلہ صادر کر دیتے ہیں کہ اس ماحول میں اسلام
 ایک خاص اصولی تحریک کی حیثیت سے نہیں پھیل سکتا، وہ ماحول واقعات کو غلط رنگ
 میں دیکھتے اور غلط نتائج نکالتے ہیں۔ جیسا کہ نہیں ہے اور یہ ثابت کیا ہے۔ یہ تعصبات
 اسلام اور اسلامی سیرت کے بڑکاشتے ہوئے نہیں ہیں۔ جس سے ان کو کوئی نقصان
 میں کہ بھی مبالغہ پیش آیا ہے، بلکہ اسلام کے ان غلط فاعلوں کی بددش سے پیدا ہوئے
 ہیں جو مسلمان ہوئے کے باوجود غیر اسلامی طریقوں پر چلتے رہے اور غلط طریقہ کام
 کرنے کے بجائے اپنی دُشمنی اور مافوق انسانی خواہشات کے ساتھ کام کرتے رہے۔
 لہذا ان تعصبات کے تدارک کی بجائے صورت یہ ہے کہ اب اپنی سیرت، اپنے اعمال، اور
 اپنی اجتماعی ہندو جہد سے اسلام کی صحیح نشاندہی کیجئے، نہ کہ تعصبات کی موجودگی کو اس غلط
 روش پر چلنے کے لیے جہت بنائیے جس کی وجہ سے تعصبات پیدا ہو رہے ہیں، اور جن
 اگر یہ مان لیا جائے کہ قومی تعصبات کی موجودگی میں اسلام کا ایک خاص اصولی تحریک
 کی حیثیت سے چلنا ممکن ہے، تو سوال یہ ہے کہ اسلامی مقصد کے بہانے مسلمانوں کا تاریخی
 منہار کے لیے جو کشمکش آپ کے اور دوسری قوموں کے درمیان برپا ہے اور ان کے کام پر تمام
 طریقوں کے جواب میں دیکھتے ہیں تو یہ طریقے جس طرح آپ اختیار کرتے ہیں، کیا
 اُس سے یہ تعصبات کبھی حیرت تک ہی نہ ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو چہ نہ کیجئے کہ
 اس وقت کہ خاص ماحول ایسے ہیں جس کی وجہ سے اسلام ایک خاص اصولی تحریک
 کی حیثیت سے نہیں چل سکتا، بلکہ یوں فرمائیے کہ اتنا ہی ہمیشہ ایسے ہی ماحول
 موجود ہیں گے اور اگر اسلام آپ ہی کا وہ طریقہ کار ہے تو وہ ہمیشہ ہی اس سرخی کی
 طرح بعض آپ کا قومی مذہب ہی کہہ جائے گا، ایسی ایک عالمگیر حرکت نہیں ہو سکے گی۔

یہ انسانی غفلت کا اختراع ہے کہ خود غرضی کے جواب میں خود غرضی اور قوم پرستی کے جواب میں قوم پرستی پیدا ہوتی ہے۔ غفلت اس کے بے غرضانہ حق پرستی کے مقابلہ میں تمام تعقیبات اور تمام مخالفات و جذبات کو ان اختیار ڈال دیتے ہیں اور ایک بچے سے لوٹ حق پرست کے آگے انسانی عقیدت و جنت کے سوا اور کوئی چیز پیش کرنے پر قادر ہی نہیں رہت۔ اگر مسلمان اپنی وہی حیثیت قائم رکھتے جو دامن ان کی حق پرستی پر ملنے لگا کر ہندوستان میں ان کے غفلت و تعقیبات پائے جاتے ہیں کی آج شکایت کی جاتی ہے۔ لیکن انہوں نے خود اپنی وہ حیثیت کھو دی۔ انہی غفلتوں کے لیے دوسری قومیں بھڑکنے لگیں اور اصولی حق کے بدلے اپنی افراطی ذاتی ذاتی کو انہوں نے اپنی حدود چھوڑ کر نکال دیا۔ اس کے جواب میں اگر دوسروں کے اندر تعصب و پیرا ہیز تو تعجب کی بات تھی۔ جی سمروں کا آپ نام لیتے ہیں ان کی آپ خود پیروی نہیں کرتے بلکہ دھرم دین اپنی شخص اور اجتماعی زندگی میں ان کے غفلت عمل کرتے دیتے ہیں۔ میں تصدیق کا آپ اظہار کرتے ہیں آپ کی عملی حدود اس مفہوم کے لیے نہیں ہے بلکہ آپ کے افراد انفرادی طور پر اور آپ کی پوری جماعت عیسیت برہمنی اس کو پس پشت ڈال کر دوسرے عقائد کے پیچھے چلی جا رہی ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے خیالی نصب العین اور اپنے معنی دہان اموروں کے لیے آپ کی اپنی اموروں پر مارا نہ ہو، اگر وہ اس دین میں آپ کو سمجھتا ہے اس کا آپ کی تبلیغ کو غرضانہ چاہی بلکہ حقائق نگاہ کریں، تو آخر اس میں حیرت کی بات ہی کہاں ہی ہے؟

ظاہر ہے کہ کوئی غیر مسلم مشرعی کے حوالہ سے اس کا تعلق پر تو ایمان نہیں دے سکتا۔ نہ

۱۹۱۹ء میں پیش کیے گئے۔ اس کتاب کی اصل عبارت انگریزی میں ہے: (Pakistani Movement) (Historic Documents) صفحہ ۱۰۰ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہی کتاب کارنیل پور میں چھاپی گئی۔
 مسلم ہرجا ہے کہ اس وقت کے مسلمانوں کو تشدد سے بچنے کے لیے جب تک (بقی صفحہ ۱۵۵ پر)

مسلم ایک یا مجلس اور یہ جیسف اسلام کے یہودی پرستوں میں کوئی ایسی چیز ہے جس پر کوئی یا کھ
 دے۔ یہی اگر کوئی دے سکتا ہے تو وہ لانا اس پر دے سکتا ہے بشرطیکہ ایک جماعت یا
 گروہ کے لیے چنے اور اسی پر موقوفہ اس کے ساتھ موجود ہو۔ مگر وہ ہے کہاں؟ کوئی
 کسی جماعت آپ کے اندر ایسی موجود ہے جس نے خاص اخص امت مسلمہ کو اپنا مسکن اور
 خاص دین کے تمام کو اپنی گروہوں کا مرکز و محور بنالیا ہو؟ وہ اسلام کی دعوت اور اس
 کے اصول و احکام کو لے کر نہیں دیکھتے ہیں اور اس کے معنی سمجھتے ہیں۔ مگر اس پر عمل کرنا
 اور اس کے نصب العین کے لیے کام کرنے والی سوسائٹی ان کو کہیں نہیں ملتی۔ پھر وہ جانتے
 تو خود کہاں رہتے ہیں؟ کیا اس سوسائٹی میں شامل ہوں جو ذات میں دنیاوی کتب کے لیے جاتی
 ہے اور انہی دستور پر عملی ہمارے یہودی پر غیر مسلم چلتے ہیں؟ آپ کی ایک جماعت
 ہے اس لیے کہ وہی ہندو پر انگریز کے جہان کے جہانستانی کا اقتدار قائم ہو۔ لیکن یہی چیز
 ایک شخص کو غیر مسلم چھوڑ کر جاتی ہے۔ پھر وہ آپ کے پاس کیوں آئے؟ آپ
 کی دعوت طریق ہے اس لیے کہ ہندو کے مقابل میں مسلمانوں کے ذہنی معیار
 کا نقطہ کیا ہے؟ یہ چیز اس کو خود اپنی قوم پرستی کی حیثیت سے نظر آتی ہے۔ پھر وہ اپنی
 قوم پرستی کو چھوڑ کر آپ کی قوم پرستی پر کیوں آئے؟ انہی کو غیر مذہب کے نقطہ ہے
 لکھ کر لے والی جماعت آپ میں ہے کہاں کو کوئی اس کے اصول و مقاصد پر ایمان دے گا اور
 اس میں شامل ہونے کے لیے آگے بڑھے؟

تیسری مشکل

سب سے بڑی گتھی جو ہمارے سوچنے والے دافوں کے لیے ناقابل حل رہی
 ہے وہ ہے کہ یہاں کوئی دین کی تعداد میں ایک ہیں قوم جتنی ہے جو نہ یہی مسلمان ہے

غیر مذہبی ہے، انگریز حکومت میں رہتی ہندوئی کے ایک اور ملک میں ماننے کی صورت میں
 تعلقات کو نام نہان لکھتے تھے۔ اس لیے جو وہ وہم تو مسلمانوں کے آئین نقطہ کے لیے مجبور کی
 کو انہی کی صورت دیتی۔ (مجموعہ)

عہد کی غیر مسلم۔ اس قوم کے اس حال میں وہاں موجود ہونے سے شدید پیدہ مسائل پیدا ہو گئے ہیں جن میں فاکٹری عملی کارکنوں کو انہیں رہتا ہے وہی وجہ سے رہتا ہے ان کی سب پر گندہ عمل ہو رہے ہیں۔ مثلاً کے طور پر نہیں ان چند بڑی بڑی ایجنسیوں کی طرف اشارہ کریں گا جو اس مصیبت حال سے پیدا کر رہی ہیں۔

بعض لوگ غلط سوالوں سے دھماکا لگا کر اس غلط فہمی میں پڑ گئے ہیں کہ اصل سوال اسلام کے حوالہ (Revival) کا نہیں بلکہ مسلمانوں کے احیاء کا ہے۔ یعنی یہ قوم جو مسلمانوں کے نام سے پائی جاتی ہے اس کو ایک مذہب اور طاقت کا قیام بنانا اور برسرِ عروج و فاعلیٰ نمود ہے اور اس کا نام اسلام کا احیاء ہے۔ یہ غلط فہمی ان کو مسلم قوم پرستی کی عینک پہننے کی ہے۔ جس طرح ٹورنگے اور سائڈنگ کے لیے مولیٰ و صندوق کے حوالے کا ہے جس طرح مسٹرین کے لیے دعاوی قوم اور بٹلر کے لیے جرمی قوم کے حوالے کا سوال ہے۔ اسی طرح ان مسلم قومی کسٹروں کے لیے اصل سوال ان مسلمان قوم کے حوالے کا ہے جن میں یہ پیدا ہونے میں اندر میں کے ساتھ ہی کی قسمیں دہستہ ہیں۔ یہ اسلام کی خدمت میں کر جاتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعلیم (خلیج غزالی سے کہہ دیں) تعلیم کی کمی ہے، ان کی معاشی خوش حالی (غلاموں کی قوم کے ذریعے سے حاصل ہے) اندر ان کی سیاسی و ملکی تعلیم (موجود قومی تعلیم پر اپنا زور صرف کیا ہوتا ہے) اور ان کو ایک ذریعہ دست قوم بنایا جاتا ہے۔ ہر جیب یہ ان کا مقصد قرار پایا تو انہوں نے معاملات کی اس نظر سے دلچسپی شروع کیا کہ ان کی ہی تدبیر اس مقصد تک پہنچنے میں مددگار ہو سکتی ہیں۔ اور جو تدبیریں وہی ان کو دنیا میں قوی حوالے کے لیے مفید مانا نظر آتی ہیں ان کو بے تحلف انہوں نے استعمال کرنا شروع کر دیا، خواہ وہ اسلام سے ہی کتنی ہی دُور سے جاسے وہانی ہوں۔ یہ ذہنیست سرسید اور غلامی کے وقت سے آج تک مسلمانوں کے اکثر بیشتر رجحانات کا رکن اور اصولوں پر مستند ہے۔ اسلام کے نام سے جو کچھ سچا بہادری ہے مسلمانوں کے لیے سچا بہادری ہے اور اسلام کی قید سے آزاد ہو کر سچا بہادری ہے۔

مشی مسافروں اور غیر مسلموں سب کو کہ امن و شہر کی حفاظت دے دی، میں نے اسے
 قبول کیا اور غیر مسلک و شہر کی حالت ترک کر دی اسے اپنے بچے میں شامل کر لیا اور پھر
 ان لوگوں کو کہہ کر اپنی انعام و اجرت میں دی، حق کو قائم کرتے کے لیے براہ راست جہاد و جہد
 شروع کر دی یہاں تک کہ اس کو قائم کر کے چلا۔

غیاثی طریقہ ہے جس کی پیروی کوئی حق سمجھتا ہو، اس کی پیروی کرنا چاہتا
 ہو، اس کا مشورہ اس سب لوگوں کو دیتا ہوں جو ان حسب امین و عاقل ہیں۔

(روحانی معجزات - جلد ۱ - ص ۱۹۸)

اسلامی حکومت کی طرح قائم ہوتی ہے؟

اس مقالہ میں مجھے اُس عمل (Process) کا تشبیہ کرنی ہے جس سے ایک ایسی تعمیر کے طور پر اسلامی حکومت وجود میں آتی ہے۔ اُنکا ال نہیں دیکھ رہا ہوں کہ اسلامی حکومت کا نام بالکل کچھ افعال کا ہونا ہے۔ مختلف سطحوں سے اس تصور اور اس تصور کا اظہار ہوتا ہے مگر ایسے ایسے عجیب راستے اس منزل تک پہنچنے کے لیے تجویز کیے جاتے ہیں جن سے اُنکا تک پہنچنا اتنا ہی مشکل ہے جتنا موٹر کار کے ذریعے سے اور کچھ تک پہنچنا۔ اس نام خیالی (Loose Thinking) کی تمام تدوین ہے کہ بعض سیاسی و تاریخی مباحث کے کسی ایسی چیز کی خواہش تو پیدا ہو گئی ہے جس کا نام اسلامی حکومت ہوا مگر خاص میں (Scientific) طریقہ پر تدوین کئے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس حکومت کی درست کیا ہے اور نہ جانتے کی کوشش کی گئی کہ وہ قائم کیو نہ ہو سکتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اسی طریقہ پر اس مسئلہ کی پوری تحقیق کی جائے۔

نظام حکومت کا طبعی ارتقار

یورپ اور اٹلی میں یہ کہہ بھی نظر نہ آئے ہیں وہ جانتے ہیں کہ حکومت خود انکی نوعیت

کی ہر مصنوعی طریقہ سے نہیں رہا کرتی۔ وہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ کہیں وہ بن کر تیار ہو جائے۔
 پھر آخر سے دیکھیں کہ اس جگہ کیا ہوا کرتا ہے۔ اس کی پیدائش ہی ایک سووائی کے اندر اتفاق،
 نفسیاتی، انتہائی اور تاریخی اسباب کے تداخل سے طبعی طور پر ہوتی ہے۔ اس کے بعد کچھ
 اجتماعی لازم (Prerequisites) کی پوری اجتماعی ضرورت، کچھ فطری مستحیات ہوتے ہیں
 جن کے فراہم ہونے اور نہ ہونے سے دور دور میں آتی ہے۔ جس طرح خلق میں آپ
 دیکھتے ہیں کہ غیر پیشہ مشاقت (Practices) کی ترتیب ہی سے برآمد ہوتا ہے، جس
 طرح علم الجیہا میں آپ دیکھتے ہیں کہ ایک یکبارہی مرکب، پیشہ یکبارہی کشش دیکھنے
 والے اجزاء کے انفرادی طریقہ پر پختہ ہی سے برآمد ہوتا ہے، اسی طرح اجتماعیات میں
 بھی یہ حقیقت ناگزیر نکلتی ہے کہ ایک حکومت صرف ان حالات کے انتظام و انتہر ہوتی
 ہے جو کسی سووائی میں ہم ہو گئے ہوں۔ پس حکومت کی ذمیت کا تعین بھی بالظہار
 حالات کی کیفیت پر منحصر ہوتا ہے جو اس کی پیدائش کے متعلق ہوتے ہیں۔ جس طرح وہ ممکن
 نہیں کہ مقتدا کسی ذمیت کے ہوں اور ان کی ترتیب سے نتیجہ کچھ اور نکل آئے،
 یکبارہی اجزاء کی غایت کے ہوں اور ان کو جاننے سے مرکب کسی انداز میں نہیں نکلتا
 وضاحت یہیں کا لگایا جائے اور نشوونما پانچواں، چھٹے نام کے دیتے ہوئے، اس طرح یہ بھی ممکن
 نہیں ہے کہ اسباب ایک خاص ذمیت کی حکومت کے فراہم ہوں، ان کے مل کر کام
 کرنے کا ذمہ کسی بھی اس ذمیت کی حکومت کے نشوونما پانچواں کے لیے مناسب ہو، مگر
 ارتقائی مراحل سے گزر کر جب وہ تکمیل کے قریب پہنچے تو انہیں اسباب اور اسی عمل کے
 نتیجہ میں بالکل ایک دوسری ہی ذمیت کی حکومت دی جائے۔

یہ لگان دیکھیے کہ میں یہاں جبریت (Determinism) کو دخل دے رہا ہوں اور
 انسانی ارادہ و اختیار کی نفی کر رہا ہوں۔ جیسا کہ حکومت کی ذمیت متعلق کہ نہیں اور ارادہ
 و اختیار کے ارادہ و عمل کا بہت بڑا حصہ ہے، مگر اصل میں یہ ثابت کر رہا ہوں کہ جس
 ذمیت کا بھی نظام حکومت پیدا کرنا مقصود ہو، اسی کے مزاج اور اسی کی ضرورت کے
 مناسب اسباب فراہم کرنا اور اسی کی طرف سے جاننے والا طریقہ عمل اختیار کرنا بہر حال

ناگزیر ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دوسری ہی قسم کی اسٹے، اسی قسم کے انفرادی
 لیبر کو ترجیح دیں، اسی طرح کا اجتماعی حقوق بنے، اسی طرح کی پیشہ مشاغل ہو، اور اسی کیفیت
 کا اجتماعی عمل ہو جس کا اقتدار اس خاص نظام حکومت کی نوعیت فطرۃ کرتی ہے جسے
 بہر حال ناپاہتتہ ہے۔ یہ سارے اسباب و عوامل جب ہم جوتے ہیں اور جب ایک
 طریقہ ترقی تک جتو دیکھ کر دیکھتے ہیں کہ ان کے اندر اتنی طاقت پیدا ہو جاتی ہے کہ ان
 کی تیار کی ہوئی سوسائٹی میں کسی دوسری نوعیت کے نظام حکومت کا جینا دشوار ہو جاتا
 ہے تب ایک نئی نوعیت کے طور پر، خاص نظام حکومت ابھرتا ہے جس کے لیے ان
 طاقت و اسباب سے جتو دیکھ کر ہو۔ بالکل اسی طرح میں طرح کی ایک ہی ہے جب
 درخت پیدا ہوتا ہے اور اپنے درخت میں بڑھتا چلا جاتا ہے تو نشو و نما ایک خاص حد
 پہنچتا کہ اس میں وہی پل اُسے نشو و نما ہوتے ہیں جس کے لیے اس کی فطری طاقت
 زندہ رہی تھی۔ اس حقیقت پر جب آپ غور کریں گے تو آپ کو تسلیم کرنے میں قضا
 مائی نہ ہوگا کہ جہاں قریب، پیشہ مشاغل، انفرادی سیرت، اجتماعی حقوق، اور حکومت عالی
 ہر ایک چیز ایک نوعیت کا نظام حکومت پیدا کر کے کے لیے موزوں و مناسب
 ہو، اور امید یہ کہ ہائے کہ ان کے نتیجہ میں بالکل ہی ایک دوسری نوعیت کا نظام
 پیدا ہوگا، وہاں بے شعوری، خام خیال اور جنم کاری کے برادر کوئی چیز کام نہیں کر
 رہی ہے۔

اصولی حکومت

اب ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ حکومت میں کوہا اسلامی حکومت کہتے ہیں، اس
 کی نوعیت کیا ہے۔ اس سلسلہ میں متوجہ پہلی خصوصیت جو اسلامی حکومت کو تا کہ دوسری
 حکومتوں سے ممتاز کرتی ہے وہ یہ ہے کہ نوعیت کا عنصر اس میں قلعی ثابت ہے۔ وہ
 تجرؤ ایک اصولی حکومت ہے۔ انگریزی میں اس کو (Ideological State) کہیں گے۔ یہ اصولی حکومت وہ چیز ہے جس سے دنیا ہمیشہ نا آشنا رہی ہے اور
 آج تک نہ آشنا ہے۔ قدیم زمانہ میں لوگ موت، فناء، انوں یا جنتوں کی حکومت سے

واقف تھے۔ بعد میں نئی اندوزی محکموں سے واقف ہوئے۔ محض ایک اصولی حکومت اس بنیاد پر کہ جو اس اصول کو قبول کرے وہ جو انگریز سیاست اسٹیٹ کو چھانے میں حصہ دار ہوگا، دنیا کے ملک زمین میں بھی نہ سہی۔ یہ سیاست نے جس تکلیف کا بہت ہی دھند سا نقش پایا، مگر اس کو نہ مکمل نظام فکر نہ مل سکا جس کی بنیاد پر کوئی اسٹیٹ تعمیر ہوتا۔ انتہائی فرائض میں اصولی حکومت کے خیال کی ایک نیا ہی جگہ انسان کی نظر کے سامنے آئی مگر تیسٹ سٹیم کی تیار کی میں اگر برقی اسٹیشن ایکٹ نے اس خیال کا اندازہ چاہا، حتیٰ کہ ایک حکومت بھی اس کی بنیاد پر تعمیر کرنے کی کوشش کی، اس کی وجہ سے دنیا کی حکومتیں پریشان ہو گئیں کہ کچھ اچھے رائے خاں، مگر اس کی رنگ دیکھو، یہی خیال تیسٹ سٹیم ٹرس گیا۔ ابتدا سے آج تک تمام دنیا میں معروف اسلام ہی وہ ملک ہے جو آزیت کے ہر شانہ سے پاک کر کے حکومت کا ایک نظام خاص آئیڈیالوجی کی بنیاد پر تعمیر کرتا ہے اور تمام انسانوں کو دولت دیتا ہے کہ اس آئیڈیالوجی کو قبول کر کے قیروی حکومت بنائیں۔

یہ چیز جو ٹکنڈال ہے، اگر وہ پیش کی تمام دنیا اس کے علم پر ہی ہے جس سے دعوت غیر مسلم بلکہ خود مسلمان بھی اس کو اس کے بلکہ تحفرت (Implication) کو چکنے سے قاصر ہو رہے ہیں۔ جو لوگ مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئے ہیں، مگر جن کے اجتماعی تحفرت تمام تربیت کی تاکید اور پچھلے ہی کے سیاسیات اور علوم (Social Sciences) سے بہت ہیں، ان کے ذہن کی گرفت میں، تیسٹ سٹیم نہیں آتا۔ بیرونی ہند کے وہ ملک جن کی بیشتر آبادی مسلمان اور سیاسی حیثیت سے ان کا ہے، وہ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں جب تمام حکومت اُنی تو ان حکومت کا کوئی نقشہ ہی حکومت (National State) کے سوا دوسرا کچھ نہ ہو، اسلام کے علم و شوق

نے اس کی بنیاد تحفرت پر رکھی اس لیے مشرق ہی سے خود ہی قوم کے لوگوں پر علم و شوق لگے اور اس تک پہنچے وہی سے قتل عام کیا گیا کہ پچھلے لوگوں کے تھکے ہونے کے لیے اس کے بعد اس کا رخ تیسٹ سٹیم حکومت پر گیا۔ (تجدید)

اور اصولی حکومت کے تصور سے بالکل غلط فہمی تھی۔ ہندوستان میں بھی یہی لوگوں نے اس طرز کی داخلی تربیت پائی ہے، اس مشکل میں مبتلا ہیں۔ اسوی حکومت کا کام سمجھنے میں اگر سب پارے اپنڈو اور سنی کی ساخت سے بھر دیں، گریہ پھر کر جو نقشہ بھی نظر کے سامنے آتا ہے قری حکومت ہی کا آتا ہے، قوم پرستانہ طرز فکر (Nationalistic Ideology) ہی میں رہا دستور و راستہ چھنس جاتے ہیں، اور جو پروگرام سمجھتے ہیں وہ بنیادی طور پر قوم پرستانہ ہی ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک مشرقی نظریہ مسئلہ کی نوعیت میں یہ ہے کہ مسلمانوں کے نام سے جو ایک 'قوم' بن گئی ہے اس کے ہاتھ میں حکومت آجاتے ہیں، کم از کم اس کی سیاسی اقتدار نصیب ہو جائے۔ اس حسبِ امین ملک پہنچنے کے لیے یہ جتنا بھی داغ پر زور لگاتے ہیں، اس کے سوا کوئی طریق کار انہیں نظر نہیں آتا کہ دنیا کی قومیں عموماً جو تداریسر اختیار کیا کرتی ہیں وہی اس قوم کے لیے بھی اختیار کی جائیں۔ جی، اجلاس یہ قوم مرکب ہے ان کو جو لوگ ایک طرح سے جوہر بنایا جاتے، ان میں سیشنلزم کا پورے پورے ناکہ ہوتا ہے، ان کے اندر کوئی اقتدار ہر ان کے سیشنل گروہوں منظم ہوں، ان کی ایک قومی جیٹیا تیار ہو، ان جہاں اکثریت میں ہوں وہاں اقتدار اکثریت (Majority Rule) کے مسلم عہدی اصول پر ان کے قومی سٹیشن ہی جائیں، اور چھوٹے ان کی تعداد کم ہو وہ ان کے حقوق کا تحفظ ہو جاتے، ان کی انفریوریت اسی طرح انفریور میں مسیحی دنیا کے ہر ملک میں

۱۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا ان کا یہ تصور ہے کہ ان کا سیشنلزم اگر بنیاد پر رائج ہے کہ ان کی اکثریت ان کی اکثریت میں نہیں رہے ہے جب ۱۹۴۷ء میں ان کی تحریر کی گئی تھی، ۱۹۵۰ء میں یہ بات چک رہی تھی کہ ان کا مشرقی پاکستان میں رہنے کی بنیاد پر ایک سیشنلزم نے مسلمانوں کو مسلمان سے چھوڑ دیا، خود مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو تنہا ہی عام ہندو جس کی نظیر مسلمانوں کی کیا ہے، نہیں تھی۔ پھر ۱۹۵۱ء میں یہ بھی دنیا کے دیگر ملکوں میں بھی مسلمانوں کی اکثریت میں رہنے والے مسلم اور غیر مسلم ایک قوم ہیں، اور مسلمان مسلمان نہیں رہتے، ہندو مسلمان ہی قوم ہیں، دیگر کچھ دلوں نے یہاں تک کہا کہ مسلمان ہیں ان کو پہنچنے کا ان کی نہیں ہے۔ (دبیر)

کرو گئے کی قرابہ خود ایک مقدمہ عدالت میں دائر کرنے سے شروع کی جا سکتی ہے؟

خلافتِ الہیہ

اسی حکومت کی دوسری خصوصیت ہے کہ اس کی پوری طاقت خدا کی حاکمیت کے تصور پر قائم کی گئی ہے۔ اس کا بنیادی نقشہ کشی ہے کہ ملک خدا کا ہے۔ وہی اس کا مالک ہے۔ کسی شخص یا قائدان یا طبقہ یا قوم کو بلکہ پوری انسانیت کو بھی حاکمیت (Sovereignty) کے حقوق حاصل نہیں ہیں۔ حکم دینے اور قانون بنانے کا حق صرف خدا کے لیے خاص ہے۔ حکومت کی یہ شکل اس کے سوا کوئی نہیں کہ انسان خدا کے طبقہ کی حیثیت سے کام کرے اور یہ حیثیت صحیح طور پر صرف وہ صورتوں سے قائم ہو سکتی ہے جو ان کو اس انسان کے پاس براہِ راست خدا کی طرف سے قانون ایک مستقیم حکومت آیا ہو۔ یا وہ اس شخص کی پیروی اختیار کرے جس کے پاس خدا کی طرف سے قانون ابود مستقیم کیا ہے۔ اس خلافت کے کام میں تمام وہ لوگ شریک ہوں گے جو اس قانون پر ایمان قائم اور اس کی پیروی کرنے پر تیار ہوں۔ یہ کام اس انسان کے ساتھ چلایا جائے گا کہ ہم سب یہ حیثیت جموں، اہم ہیں جسے ہر ایک فرد اور خدا کے ساتھ جواب دہ ہونا اس خدا کے سامنے جو ظاہر اور پوشیدہ ہر چیز کو جانتے والا ہے، جس کے علم سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی، اور جس کی گرفت سے ہم ہر کچھ نہیں چھوٹ سکتے، ان کی ذمہ داری جو ہمارے سپرد کی گئی ہے، یہ اس لیے نہیں ہے کہ ہم لوگوں پر اپنا علم چلائیں، ان کو اپنا غلام بنائیں، ان کے سرواچنے آگے جھکوائیں، ان سے ٹپکس وصول کر کے اپنے عملی تعمیر کریں، یا ان کا دا اختیارات سے کام لے کر اپنے پیش، اپنی نفس پرستی اور اپنی کبریاں کو سامان کریں، بلکہ یہ سارا بار ہم پر اس لیے ڈال گیا ہے کہ ہم خدا کے قانونِ عمل کو اس کے بندوں پر جاری کریں۔ اس قانون کو بڑا بندی

اور اس کے نفاذ میں ہم نے اگر خدا ہی کو تاحی بھی کی، اگر ہم نے اس کام میں خدا پر ہر بھی خود غرضی، نفس پرستی، تعصب، جانب داری یا بددیانتی کو دخل دیا تو ہم خدا کی عداوت سے سزا پاتے گے خواہ دنیا میں ہر سزا سے محفوظ رہ جائیں۔

اس نظریہ کی بنیاد پر جماعت اعلیٰ ہے وہ اپنی بڑے سے بڑے جھوٹ سے جھوٹ شایوں تک ہر چیز میں دنیوی مکتوتوں (Secular States) سے بالکل مختلف ہوتی ہے اس کی ترکیب اس کا مزاج اس کی نظریات، کوئی چیز بھی اس سے نہیں ملتی۔ اس کو ناسخ اور چھاننے کے لیے ایک خاص اسم کی ذہنیت، خاص طرز کی سیرت، اور خاص نوعیت کے کردار کی ضرورت ہے۔ اس کی فوج، اس کی پولیس، اس کی عدالت، اس کے مالیات، اس کے قرضے، اس کے حاصل، اس کی انتظامی پالیسی، اس کی خارجی سیاست، اس کی معراج کے ساتھ، سب کے سب دنیوی ریاستوں سے مختلف ہیں۔

اس کی عدالتوں کے چیف جسٹس اس کی عدالت کے لوگ، بلکہ چھوٹی سے بڑے جج کے اہل نہیں ہو سکتے۔ ان کی پولیس کے انسپکٹر جنرل وہاں کا انشیل کی جگہ کے لیے بھی مقرر نہیں ہوتے۔ ان کے جنرل اور لیفٹننٹ جنرل وہاں ہاؤس میں مقرر کرنے کے قابل ہی نہیں۔ ان کے خدا کے غار ہر وہاں کسی شعبہ پر تو کیا نافر ہوں گے، شاید اپنے جھوٹ، دغا، افسوس دینا، تمسک کی بدولت، جیل جانے سے بھی محفوظ نہ ہو سکیں۔ غرض وہ تمام لوگ جو ان مکتوتوں کے کاروبار چھاننے کے لیے تیار کیے گئے ہوں، ان کی اخلاقی و ذہنی تربیت بھی کے مزاج کے مناسب حال کی گئی ہو، اس کی حکومت کے لیے تھیں، ان کی اس کو اپنے شہری، اپنے دلاور، اپنے کونسلر، اپنے اہل کار، اپنے سپاہی، اپنے جج اور مشرiffs، اپنے محکموں کے ڈائریکٹر، اپنی فوجوں کے جنرل، اپنے حکام، اپنی مذہبی افسران، اپنی اجتماعی زندگی کے تمام اہلکار، اپنی انتظامی مشین کے تمام اہلکار، بالکل ایک نئی ماحول کے ساتھ ہیں۔ اس کا اپنے لوگوں کی ضرورت ہے، ان کے دلوں میں خدا کا خوف، خود خدا کے ساتھ اپنی ذمہ داری کا احساس، کہتے ہیں، جو دنیا پر ان کو ترجیح دینے والے ہوں، ان کی نگاہ میں اخلاقی نفع و نقصان کا فرق دنیوی نفع و نقصان سے زیادہ ہو، جو ہر حال میں اس

مقابلہ اور اس مسئلہ حل کے پائندہ ہوں جو اس کے لیے مستقل طور پر بننا چاہیے۔ دینی کی تمام
 سہولتیں و جہاد کا مقصد مقصد خدا کی رضا ہو، جن پر انھیں اتنی اخلاقی کی زندگی اور ہر چیز
 کی اخلاقی مسئلہ نہ ہو، جو تگ و نظری و تحسب سے پاک ہوں، جو ان کی حکومت کے
 نقشہ میں درست ہو جیسے واسطے نہ ہوں، جو دولت کے حوالے اور اقتدار کے بڑھنے کے
 غم ہوں دینی کی سیرتوں میں یہ طاقت ہو کہ جب دین کے فوائد ان کے لیے دست قدرت
 میں آئیں تو وہ سچے انسان بن جائیں، جب سببیتوں کی حکومت ان کے
 ہاتھ میں آئے تو ان راتوں کی نیند سے محروم ہو جائیں اور لوگ ان کی حفاظت میں اپنی
 جان، اہل، آبرو، ہر چیز کی طرف سے بے خوف رہیں، جب وہ فلاح کی حیثیت
 سے کسی ملک میں داخل ہوں تو لوگوں کو ان سے قتل و غارتگری، ظلم و ستم اور
 بدکاری و فحشیت والی کا کوئی اثر نہ ہو، بلکہ ان کے ہر سہاوی کو مقرر حکم کے
 باشندے اپنی جان و مال اور اپنی عورتوں کی عصمت کا محافظ بنیں، ان کی دعا
 میں ہاتھ کی سیاست میں اس درجہ کی ہو کہ ان کی راستی، انصاف پسندی، اصول
 اخلاقی کی پابندی اور عہد پائی پر تمام دنیا میں اکتان کیا جائے۔ اس قسم کے اور صورت اسی
 قسم کے لوگوں سے اسوی حکومت بن سکتی ہے۔ اور یہی لوگ اس کو چاہ سکتے ہیں۔ یہ ہے
 فائدہ پرست، افادہ یافتہ (Utilitarian Mentality) دیکھنے والے لوگ، جو
 دینی فائدوں اور انھیں یا دینی مصروفوں کی خاطر ہمیشہ ایک نیا اصول بناتے ہوں دینی کے
 پیش نظر خدا پر، نہ خوف، بلکہ حق کی مدد کو کششوں کا مرکز و محور اور دینی پابندیوں
 اور صورت دینی فائدہ و نقصان ہی کا خیال ہو اس ایسی حکومت بنانے یا چھاننے کے
 قابل تو کیا ہوں گے، ان کا اس حکومت کے دائرے میں موجود ہونا ہی ایک محالیت میں
 دیکھ سکی ہو مگر کامیاب ہے۔

اسلامی انقلاب کی سبیل

اسلامی حکومت کی اس راستہ کو نہ ہی میں ملکہ خدا کیسے کہ اس منزل تک پہنچنے کی
 کیا سبیل ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ میں بعد میں عرض کر چکا ہوں، کسی صورت میں جس قسم

ہے۔ اپنی مثال کے بعد اس میں اپنے ہر قول اور ہر فعل سے اپنی اس مخصوص آئینہ یا عین کا
منظرہ دکھائی جس کے عکس وہ بھی کر دے اٹھیں۔ اور اس کی ہر حرکت سے جہاں ہو کہ ایسے
بے خوف، بے غم، راست، باز، پاک، صیحت، اختیار، حقیقہ، با احوال، خیراتیں، لوگ
انسانیت کی نوح کے لیے جس اصول حکومت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اس
میں غور انسان کے لیے عدل اور امن ہو گا۔ اس طرح کی جدوجہد سے سماجی کدو
تمام من مریں کی غمرت میں کچھ بھی رہی اور اس کی موجود ہے اس تحریک میں کچھ آئیں
گے، بہت سیرت لوگوں اور اس کی وجہ کے طریقوں پر چھنے والوں کے اثرات اس
کے مقابل میں دھتے چلے جائیں گے، عوام کی ذہنیت میں ایک انقلاب رونما ہو گا
اجتماعی زندگی میں اس مخصوص نظام حکومت کی پیاس پیدا ہو جائے گی، اور اس بدل
ہوئی سماجی میں کسی دوسرے طرز کے نظام کا چہن مشکل ہو جائے گا۔ آخر کار ایک نئی
اندیشہ ترقی کے طور پر یہی نظام حکومت قائم ہو جائے گا جس کے لیے اس مخصوص
تجربہ کی گئی ہو۔ اور جوں ہی کوئی نظام قائم ہو گا اس کو پھوٹنے کے لیے ابتدائی اہل کاروں
سے لے کر وزراء اور نظامداروں کے ہر درجہ کے مناسب اہل کاروں سے اس نظام تعمیر و
ترسیل کی جدوجہد ہو جائے گی جس کا ذکر ابھی نہیں کر چکا ہوں۔

یہ ہے اس انقلاب کے بعد اس حکومت کی پیدا ہونے کا نظری طریقہ جس کو
اسلامی انقلاب اور اسلامی حکومت کہا جاتا ہے۔ دنیا کے انقلابات کی تاریخ آپ کے
سامنے ہے۔ آپ سے یہ بات پر مشید نہیں رہ سکتی کہ ایک خاص ذہنیت کا انقلاب
اسی ذہنیت کی تسریک، اس ذہنیت کے یثرب اور کارکن اور اسی ذہنیت کا اجتماعی
شعر اور تمدنی و اخلاقی اصول چاہتا ہے۔ انقلاب طرہ اس کو وہی خاص اخلاق و ذہنی
امان اور کارتی جو دعوہ، دائرہ اور موشکیو جیسے یثربوں سے تیار کی۔ انقلاب دوسری
صورت دیکھ کے انگار اور مین انگار اس کی یثرب اور اسی ہر ذہنیت اور کارکن ہی
کی بدعت رونما ہو سکتا ہے جس کی زندگی اس شریعت کے ماننے میں داخل ہوگی نہیں۔
جس کا پیش رو مشوم اس مخصوص اخلاقی، غیبی اور تمدنی زمین ہی میں جو پھر سکتا تھا جو پہلے

لختے، لگوتے، پختے، اور بہت سے نظریوں کے نظریات اور بشر کی پیش قدمیوں کی تائید کی۔
 اس طرح سے اس کی انتہا میں عربی اور اسلامی صورتوں پر پورا ہو سکتا ہے جب کہ ایک عمومی
 تقریباً قریبی نظریات، آئینہ دار اور عمومی صورتوں کی بنیاد پر آئے ہیں اور انہیں ان کی
 کی مدد دینی، اخلاق، انبیاء اور تہذیبی بنیادوں کو طاقت و جبروت سے بدل ڈالے۔
 یہ بات کہ ان کی میری بحر میں نہیں آئی کہ ان پر مستند اور صحت کی کوئی تقریباً اور انہیں نظریات
 ناقص حکم تسلیم ہو جس میں وہ قسم بہت سے ہیں پایا جاتا ہے اور جس کی بنیاد ان کی اخلاقیات
 (Utilitarian Morals) اور صحت پرستی (Pragmatism) پر ہو اس کی
 انتہا میں اس طرح پورا ہو سکتی ہے اس میں اس قسم کے جبروت پرستی نہیں ہو سکتی ہیں پر فرض
 کے ساتھ مذہبی اور علم پرستی میں نہیں ہو سکتے تھے۔ یہی قیاس کائناتی میں کہ میں تہذیب کی تہذیب
 ویسے ہی تہذیب بنام ہوں گے۔

خام خیالیاں

ہمارے ہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ ہر مسلمانوں کی تنظیم ان کے تمام حدود کی بنا
 ہے: اسلامی حکومت، یا "اڈا" اور ہندوستان میں ان کی اسلام کے تحت ایک پہچان کی پہلی
 یہ بھی ہوا ہے کہ مسلمان قوم میں ان کے انفرادیت کے تحت ہے وہ سب ایک دوسرے پر عمل ہیں،
 متحد ہیں، اور ایک مرکزی قیادت کی طاقت میں کام کریں۔ لیکن وہ اصل یہ تو یہ ہے کہ
 ہر گروہ ہے۔ جو ان میں پانچوں گروہوں کے لیے ہندو جبروت بنا چکا ہے گروہی طریقہ کار
 اختیار کر کے گروہوں ہندو قوم میں، یا سکھ، یا جبر میں، یا ان کی قوم کے عشق میں ڈوبا
 بنا ایک پیشہ جو مروجہ دلائل کے تحت مناسب نہیں ہیں پختہ میں ہر گروہ اور جن میں
 حکم جو کہ ان میں تائید و جبروت ہو، ہر گروہ کی سرحدی کے لیے مفید ہوتا ہے، خواہ

کہ مذہبی حکم میں ان کی طاقت سے چند پہلوؤں میں جن کے ہر اس وقت مزید علم ہے،
 مذہبی پرستی کے لیے کہ ان کے اب ان میں کو صحت ایک جبروت ہی ہو سکتا ہے اور یہی
 جبروت کائناتی ہوں (تعمیم)

دوسرے ہمارے ہر باپ بزرگ مسلمان۔ ایسے بڑوں دلوں میں جو حق و حرام کے بچے
 اپنے پیش کی اطاعت میں منظم حرکت کر سکتے ہوں۔ ہر قوم کا جتنا بلند کر سکتے ہیں۔ ان کی نظر
 اس سے کہ وہ باپانیت پر ایمان رکھتے ہوں یا جینیت پر۔ پس اگر مسلمان ایک نئی و
 تمدنی تربیت کا نام ہے اور وہی نظر متعدد صورت اس کا بدلہ بنا کرنا ہے تو اس کے لیے
 واقعی بھی سبیل ہے جو تہذیب کی بنیاد پر ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک قوی حکومت کی بنیاد
 آسکتی ہے اور بدعنوانی و فتنہ حکومت میں پیدا نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اسلامی
 انقلاب اور اسلامی حکومت کے مستحکم پہنچنے کے لیے یہ پہلو ختم ہی نہیں بلکہ اس کا
 قدم ہے۔

پہلی میں قوم کا نام مسلمان ہے۔ دوسرے میں ملک و مملکت سے جڑی ہوئی
 ہے۔ تیسرے کے اعتبار سے جتنے نائب کا قیام میں پائے جاتے ہیں۔ اس سے بھی اس
 قوم میں ہی موجود ہے۔ حاکم میں جمہوری گراں ہواں دیکھنے والے ہیں تو ان قیام و قیام
 کوئی ہی غالب اس حساب سے ہے ہی ختم کرتی ہے۔ و حکومت اپنی ذات، جہت
 اور دوسرے تمام دائم اخلاق میں یہ گفتار سے کہہ کر نہیں ہے۔ یہ سب جہت اور دولت
 کہنے کے لیے جو تہذیب پر نظر کرتے ہیں وہی اس قوم کے لوگ ہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی
 دیکھیں ہاں یہ جو لوگوں کے خلاف اپنے نیکو کی پیروی کرتے وقت خدا کے خوف سے۔
 اتنا ہی غالی ہوتا ہے جتنا ایک غیر مسلم دیکھ کر ہوتا ہے۔ ایک مسلمان دیکھ کر تو
 ایک مسلمان جہت و حکومت پا کر وہی سب کہہ کر کہتا ہے جو غیر مسلم کہتا ہے۔ یہ اخلاق
 حالت میں قوم کی جو اس کی تمام اعلیٰ اور سفید چیزوں کو بچ کر کہے ایک منظم لکھی جائے گا۔
 سیاسی تربیت سے ان کو لازمی کی پیشہ داری سکھانا یا قومی تربیت سے ان میں جو چیز
 کی زندگی پیدا کر دینا جو ان کی قومی روحانی حاصل کرنے کے لیے توفیق ہو سکتا ہے۔ مگر میں
 جہت میں اس سے اس کے لئے اللہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کون ان کی اخلاق پر تہذیب
 حتم کرے گا اس کی نگاہیں ان کے سامنے عورت سے چلیں گی؟ اس کے دل میں
 نہیں دیکھ کر اس کے لیے جہت و حرام پیدا ہوا؟ انہیں ہی کے "افغانی قدم" سے

یَسْتَشْفَعُونَ فِيَّ وَبَيْنِي وَاللَّهُ يَكْتُوبُ لَهَا كَاتِبًا مَحْذُورًا كَمَا فِي سَائِرِ الْكُتُبِ ۖ اُس کے لئے گا، کس جگہ اس کی رحمت
 اور رحمت کا جگہ ہے گا؟ اور زمین پر بچنے والے کہیں اس کا غیر مقدم اپنے نبوت و بندوں
 کی حیثیت سے کریں گے؟ اعلانے گئے الخ میں چیز کا نام ہے اس کے لئے رحمت
 اس کا کہنوں کی عزت ہے جو خدا سے خود سے اسے اللہ کے قانون پر قائم و
 نقصان کی پر دایکے بغیر بچنے والے ہیں، خواہ وہ اس نسلی مسلمان قوم میں سے ہیں یا
 کسی دوسری قوم سے بھرتی ہو کر آئیں۔ ایسے دس گاویں اس مقصد کے لئے دیا جاتی ہیں
 بہ نسبت اس کے کہ وہ زمین میں لائیں اور پر ذکر کیا ہوں ۲۵ ذکر یا پہاں لاکھ کی تعداد
 میں بھرتی ہو جاتے۔ اسلام کو کتابے کے ان سکڑوں کا خزانہ مطلوب نہیں ہے جس پر
 اثری کا ٹھپ لگایا گیا ہو۔ وہ سکڑ کے نقوش دیکھنے سے پہلے یہ دیا جاتا ہے
 کہ ان نقوش کے نیچے قاعدے سے لکھا ہوا ہے یا نہیں۔ یہ ایک سنگھیل طریقہ
 کے ذریعہ اس کے نزدیک یاد دہانی ہے۔

پھر میں یہاں شپ کی اصطلاح کے لئے عزت ہے وہ ایسی یہاں شپ
 ہے جو ان اصولوں سے ایک اپنی ہی پٹنے کے لئے تیار نہ ہو جن کا اول بگاڑنے کے
 لئے اسلام اٹھا ہے، خواہ اس ہٹ کی بدولت کام مسلمان جو کے ہی کیوں نہ ہو
 بگاڑ تیج ہی کیوں نہ کہیتے جائیں۔ ہر معاملہ میں اپنی قوم کا فائدہ تلاش کرنے والی
 اور اصل سے بے نیاز ہو کر ہر اس تدبیر کو جس میں قوم کی دوسری فلاح نظر آئے اختیار
 کر لینے والی یہاں شپ اور وہ یہاں شپ جس میں تقویٰ اور خدائے مآب کا رنگ مقبول ہو
 اس مقصد کے لئے تعلق نا کارہ ہے جس پر اسلام نے اپنی نظر بادل کی ہے۔

پھر وہ نظام تعلیم و تربیت میں کیونکہ اس شہید مقولہ پر لگی گئی ہے کہ جو قوم
 دیکر کہ ہوا ہو دیکر کی ہے اس اسلام کی خدمت کے لئے اس طرح موزوں ہو سکتا ہے
 جس کا تعلق نا قابل ترمیم فیصلہ ہے کہ ہذا خواہ کسی طرف کی ہوا تم ہر حال اس راستہ
 پر چلو جو خدا نے تمہارے لئے معین کر دیا ہے۔ یہی آپ کی جتنی دقتا ہوں کہ اگر آپ
 کو ایک خطہ زمیں حکومت کرنے کے لئے دے دی جائے تو آپ اسلامی اصول پر

اس کا انتظام ایک دن بھی نہ چلا سکیں گے۔ اسلای حکومت کی پالیسی، عدالت، فوج، مال گزاری، ٹینٹس، تعطیلات اور فلاحی پالیسی کو چلانے کے لیے جس ذہنیت اور جس اخلاقی روح رکھنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے ان کو فراہم کرنے لاکرٹی حکومت آپ نے نہیں کیا ہے۔ یہ تعلیم جو آپ کے لائبروں میں دی جا رہی ہے، غیر اسلای حکومت کے لیے سیکرٹری اور وزراء تک فراہم کر سکتی ہے، مگر بڑا مفید ہے، اسلای عدالت کے لیے جہاں اسلای اور اسلای پالیسی کے لیے لائبریں تک فراہم نہیں کر سکتی۔ اور ریاست جو یہ تعلیم ہی تاک محدود نہیں ہے۔ بلکہ پورا نظام تعلیم جو لوگ ان میں باہر سے سے نکال ہی نہیں ہے، اور بھی اس معاملہ میں آٹھنا کار ہے کہ اس دور جدید میں اسلای حکومت کے لیے ایک قاضی، ایک وزیر اعلیٰ، ایک وزیر جنگ، ایک ناظم تعلیمات اور ایک سفیر بھی پڑنا نہیں کر سکتا۔ اس چکاری پر اسلای حکومت کاوصلہ سوائے اس کے اندھا کہا جاسکتا ہے کہ جو لوگ یہ نام نہیں پرہاتے ہیں ان کے نہیں اسلای حکومت کے لیے قصور سے نکالی ہیں۔

بعض لوگ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر اسلای طرز ہی کا سہی، مسافروں کا آرمی اسٹیٹ قائم تو ہو جائے، پھر رفتہ رفتہ تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصول کے ذریعہ سے اس کا اسلای اسٹیٹ میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ مگر میں نے تاریخ، سیاسیات اور اجتماعیات کا دور غور کیا ہے۔ اس کی بنا پر میں اس کو بالکل ہی مسترد کرتا ہوں۔ اگر یہ منصوبہ کامیاب ہو جائے تو میں اس کو ایک عجوبہ سمجھوں گا۔ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں، حکومت کا نظام اجتماعی زندگی میں بڑی گہری جڑیں رکھتا ہے۔ جب تک اجتماعی زندگی میں تغیر واقع نہ ہو کسی صورتی تدبیر سے نظام حکومت میں کوئی مستقل تغیر پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو امور یہ غور و خوض کی پلٹتے ہیں، ان میں کی ایک بڑی طاقت برقی، اس معاملہ میں قلمی، نام پر چلنے والی طاقت برقی اس معاملہ میں قلمی، قلمی اور قلمی کے باوجود نظام حکومت میں کوئی تغیر نہ ہوگا۔ اور درحقیقت جیسا کہ جو لوگ اس نظام حکومت میں نہیں بلکہ صرف

اس کی اپری شکل میں غیبت سے تبدیلی پیدا کرنا چاہتا تھا اس میں بھی ناکام ہوا یہ
 اس وقت کا حال ہے جب کہ ایک شخص کی طاقت بہت کم کر سکتی تھی۔ اب میں یہ
 جگہ سے تھرہوں کہ قری مشیختہ چھوٹی طرز پر قائم ہوگا وہ اس بنیادی اصول میں
 انوکھی طرح مددگار ہو سکتا ہے۔ چھوٹی حکومت میں اقتدار ان لوگوں کے ہاتھ میں آتا ہے
 جن کو دلوں کی پسند و ناپسند حاصل ہو۔ دلوں میں اگر اسلامی ذہنیت اور اسلامی فکر
 نہیں ہے۔ اگر ویسے اسلامی سیرت و کردار کے عاشق نہیں ہیں، اگر وہ اس بے داغ
 عدل اور ان بے پلاس امور کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، چھوٹی اسلامی
 حکومت چھوٹی جاتی ہے، تو ان کے دلوں سے جس "مسلمان" قسم کے آدمی منتخب ہو کر
 پارلیمنٹ یا اسمبلی میں نہیں آسکتے۔ اس ذہنیہ سے تو اقتدار انہی لوگوں کو ملے گا جو عام
 عوامی کے رجحان میں چہرے مسلمان ہوں، مگر اپنے نظریات اور طریق کار کے اعتبار
 سے ہی کراسلام کی ہر اچھی دہلی ہیں۔ اس قسم کے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کے معنی
 یہ ہیں کہ ہم اسی مقام پر کھڑے ہیں جس پر غیر مسلم حکومت میں تھے۔ بلکہ اس سے بھی بدتر
 مقام پر کیونکہ وہ "قوی حکومت" جس پر اسلام کا انشائی جیل لگا ہوگا، منتخب راستہ
 روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری ادب بے باک ہوگی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔
 غیر مسلم حکومت جس کا سر پر قید کی سزا دی جاتی ہے، وہ "مسلم قوی حکومت" ان کی
 سزا جیسا کہ اللہ جل جلالہ کی صحت میں دے گی اور پھر بھی اس حکومت کے پیڑھے جیسے ہی
 غازی اور مرے پر دستہ اندھیرا ہی رہے گا۔ پس یہ سمجھنا غلط ہے کہ اس قسم کی
 "قوی حکومت" ایسی معنی میں ہی اسلامی اقتدار ہے جسے میں مددگار ہو سکتی ہے۔
 اب سوال یہ ہے کہ اگر ہم کو اس حکومت میں بھی اجتماعی زندگی کی بنیادیں بدستور ہی کی
 لاسٹش کرنی پڑے گی، انداز میں یہ کام حکومت کی امداد کے بغیر بلکہ اس کی مزاحمت
 کے باوجود اپنی قربانیوں ہی سے کرنا ہوگا، تو ہم کئی ہی سے یہ سارا عمل کیوں نہ اختیار
 کریں؟ اس نام نہاد مسلم حکومت کے انتظار میں یہ نواقص یا اس کے قیام کی لڑائی
 میں اپنی قسمت حلق کرنے کی طاقت اگر ہم کیوں کریں جس کے منتظر رہیں یہ معلوم ہے

کہ وہ ہر سہ قسم کے بے ذمہ و غیر ذمہ داری بلکہ ذمہ داری متوازن ثابت ہوگی :

اسلامی تحریک کا مخصوص طریق کار

اس میں ایک حق پرستی یعنی کے ذریعہ سے اس امر کی تشریح کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی انقلاب کے لیے اجتماعی زندگی کی بنیادیں ہستے اور سرور و تندرستی کی صورت کیا ہوتی ہے، اور اس پر وہ جہاں مخصوص طریق کار (Technique) کیا ہے جس سے وہ کامیابی کی منزل تک پہنچتی ہے۔

اسلام دراصل اس تحریک کا نام ہے جو خدا سے واسطی حاکمیت کے نظریہ پر انسانی زندگی کی ہر ہی غفلت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ یہ تحریک قدیم ترین زمانہ سے ایک ہی بنیاد اور ایک ہی اہم سنگ پر چلی آ رہی ہے۔ اس کے پیشرو ملک متحدہ ہی کو رائل اسٹڈنڈ رجمنٹ کے فرما سے الجھا ہوا ہے۔ جس میں اس تحریک کو چاہا ہے کہ وہ حال ہی پیشرو کے طریق عمل کی پیروی کرتی ہوگی، لیکن اگر اس کے برعکس انداز عمل اس خاص وصیت کی تحریک کے لیے ہے کہ وہ بد ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں جب ہم انبیاء و عظیم مقام کے عقلمند قدم کار اور آگاہانے کے لیے نکلتے ہیں تو ہمیں ایک بڑی دولت کا سامنا ہوتا ہے۔ تو یہ زیادہ میں جو عبادت گاہ سے ہیں ان کے کام کے حقوق ہیں کہ زیادہ مسودات نہیں بنتیں۔ قرآن میں یہ عنصر اخلاقیات ملنے ہیں اگر اس سے مکمل تسلیم نہیں ہو سکتی۔ اقبال کے جیو جیو (New Testament) میں سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے کہ فریستہ انوار ہی ملے ہیں جس سے کسی سنگ اس پہلو پہنچتی ہوئی ہے کہ اسلامی تحریک اپنے اصل ہستی و روح میں اس طرح چھائی ہوئی ہے کہ اس کی ساری اس بات پر عمل آئے ہیں بلکہ بعد کے مراحل حضرت یحییٰ کو پیش ہی نہیں آئے کہ اس کے حقوق کوئی خدا وہاں سے ہی ملے گا۔ اس معاملہ

نہایت اہم ہے کہ ان باتوں میں اس حاکمیت پر عمل کرنا چاہیے کہ اس سے (جیو جیو)

کہ یہ طریق کار اپنی تفسیر سے اس تحریک کو اتنا روشن کرے کہ اس کے لیے منہ ہے اس کے لیے عملی اصلاحات کے چند اقتادات اس شخص کے اندر کے اندر سے نکلتے ہیں۔ (تقریر)

میں ہم کو موت ایک ہی جگہ سے صاف اور مکمل رہنمائی ملتی ہے اور نہ سستہ ناموسل انداز
 و علم کی زندگی ہے۔ اس طوط ہمارے وجود کو لے کر وہی حقیقت مندی ہی نہیں ہے
 بلکہ اصل اس رہا کے فطریہ و دروز معلوم کر لے کے ہے اس طوط درجہ کر خود ہم کو
 اسی ترکیب کے کام چاند میں سے موت ایک ناموسل انداز و علم ہی نہ تھا ایسا ہی
 کی زندگی میں ہم کو اس ترکیب کی ابتدائی صورت سے لے کر اسی اسٹیج کے تمام تک اور پھر
 تمام کے بعد اس اسٹیج کی شکل و صورت میں خود ہی پائی۔ اور نظم و نکت کے پورا تک ایک
 ایک مرحلے اور ایک ایک پیر کی پوری تفصیلات اور نہایت مستند تفصیلات ملتی ہیں۔ چنانچہ
 میں اسی ماخذ سے اس قسم کی کے طریقہ کار ایک مختصر نقشہ آپ کے سامنے پیش
 کرتا ہوں۔

اصل ناموسل انداز و علم جب اس کام کی صورت پر نامور ہوتے ہیں تو آپ کو معلوم
 ہے کہ وہ ان میں بہت سے اخلاقی، تمدنی، سماجی اور سیاسی مسائل کی حل طلب تھی۔ اسی
 اسی نامی پر پیرایہ ہی موجود تھا۔ طبقاتی امتیازات بھی تھے۔ گاہ تو سماجی اختلاف
 (Economic Exploitation) بھی پر ہوا تھا اور اخلاقی نظام کی پچھلے ہوتے تھے۔
 خود آپ کے اپنے ملک میں بہت سے ایسے پیچیدہ مسائل موجود تھے جو ایک یونٹ کے نامی
 ترمیم کا انتظام کر رہے تھے۔ مذہبی رسوم و عادات، اخلاقی پستی، انفاس، طوائف، انحراف اور
 عادات جی میں مبتلا تھی۔ کرپشن سے بھی ملک مشرقی اور مغربی عرب کے تمام سماجی حقائق حراق
 کے ذخیرہ موجود ہیں۔ اسی انتظام میں تھے شمال میں ہزاروں سرخشاہی تسلط پہنچ چکا
 تھا خود ہزاروں پیر کی کسویں صدیوں کے بڑے بڑے گروہ ہوتے ہوئے تھے اور انہوں
 نے عربوں کو اپنی موجودگی کے حال میں پچاس لاکھ تھا۔ مغربی ساحل کے بھی متقابل جہش کی
 عیسائی حکومت موجود تھی جو چند ہی سال پہلے کٹر پیر وصال کر چکی تھی۔ اس کے ہم مذہب اور
 اس سے ایک گروہ سماجی و سیاسی تعلق رکھنے والوں کا ایک جتنا خود ہزاروں کی کسویں
 ہزاروں کے مقام پر موجود تھا۔ سب کچھ خالص میں یونٹ کی شکل نے رہنمائی کے لیے متوکیا تھا
 اس نے دنیا کے اور خود اپنے ملک کے وہ بہت سے مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ کی طرف

اسی طرح کی، بجز خدمت اس چیز کی دولت ہی کہ خود کے سوا تمام الہیہ کو چھوڑ دے اور موت
اس ایک ہی زندگی قبول کرے۔

اس کی وجہ، ذاتی کو اس پر بحال ٹھہری اور دوسرے مسائل کوئی اہمیت نہ رکھتے تھے۔
یہ کسی قوم کے ذاتی ہی نہ تھے۔ آپ کا رسوم یہ ہے کہ اگلے چل کر اس نے وہی سبب نہیں
کہ دولت تو یہ کہ ایک ایک ملک کے مل گیا۔ مگر ابتدا میں ان سبب کی طرف سے
نظر نہیں کر رہی ایک چیز پر تمام زور مرکب کر کے کہ وہی تھی کہ اس کی طرف کے نقطہ نظر
سے انسان کی اختلاف، قاعدہ فی زندگی میں جتنی غلطیاں ممکن پیدا ہوئی ہیں ان سبب کو فیہادی
مختلف ان کی اپنے آپ کو خود تکرار (Independence) اور غیر ذمہ دار (Responsibility)
سمجھنا، ہر شے کو ایک اپنا اثر مانتا ہے، یا پھر ہے کہ وہ اثر انہیں کے سوا کسی دوسرے
کو صاحب امر تسلیم کرے۔ خواہ وہ دوسرے کوئی انسان ہو یا غیر انسانی۔ یہ چیز جب تک
پیش میں موجود ہے اس کی نظر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہی اصول، انفرادی بلکہ اجتماعی
خوابید کو زندہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ ایک طرف سے خرابی کو زندہ کیا جائے گا
اور کسی دوسری طرف سے وہ سر نکال لے گی۔ لہذا اصلاح کا آغاز اگر ہو سکتا ہے تو صرف
اسی چیز سے ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو انہیں کے دماغ سے خود تکرار کی ہوا کو نکال دیا
جائے اور دوسری طرف سے انہیں دنیا میں رہنا ہے وہ وہ حقیقت ہے بادشاہ کی عظمت
نہیں ہے، بلکہ فی الواقع اس کا ایک بادشاہ موجود ہے، اور اس کی بادشاہی زیر تکرار تسلیم
کرنے کی حاجت ہے، اور تکرار سے مٹانے سے مٹ سکتی ہے، ذاتی اس کے حدود و عظمت
سے نکل کر انہیں جا سکتا ہے۔ اس راستہ، اس آئی و اٹھ کر موجودگی میں جبر اور آزادی کا لازم
ایک اعتقاد خود انہیں کے سوا کچھ نہیں ہے جس کا انحصار و مدار تکرار سے ہی اور نہ بادشاہ۔
حق اور حقیقت پرستی (Deism) کا اعتقاد ہے کہ اس سیدھی طرح اس کے علم
کے آگے سر جھکانے اور علیٰ بندہ کی کردہ۔ دوسری طرف اس کو اقتدار پر پہنچ رہی
وہ کہہ رہا ہے کہ اس پر ہی کائنات میں صرف ایک ہی بادشاہ، ایک ہی ملک اور ایک
ہی مزارعہ ہے۔ کسی دوسرے کو نہ یہاں علم چھوٹے کا حق ہے اور نہ واقع میں کسی کا

علم چاہیے۔ اس لیے اس کے ساتھ کسی کو بندہ نہیں، کسی کا حکم نہیں، کسی کے اگے سر نہ
 جھکا۔ یہاں کوئی ہزار تین نہیں ہے، دس تین صرف ایک ہی کو زیادہ ہے۔ یہاں کوئی
 ہزار تین نہیں ہے، ہزار تین ہدی کی ماری کسی ایک کے لیے خاص ہے۔
 یہاں کوئی ہزار تین نہیں ہے، ہزار تین ہتھیار کسی ایک کا ہے۔ یہاں کوئی
 قانون ساز (Law Maker) نہیں ہے، قانون کسی کے ہے اور وہی قانون بنانے کا
 حق دار و کسلا ہے۔ یہاں کوئی سرور کوئی اُن و نا، کوئی ملک و کار ساز، کوئی رعایا
 ٹکٹے والا اور فراہم نہیں ہے۔ کسی کے پاس اقتدار کی گنجیاں نہیں ہیں۔ کسی کو بڑی
 فوقیت حاصل نہیں ہے۔ زمین سے آسمان تک سب بندے ہی بندے ہیں۔ وہاں
 اور کوئی عورت ایک ہے۔ لہذا اگر خدائی ہر امانت، ہر باندی سے انکار کرے اور
 اسی ایک کا حکم، علیحدہ بندہ حکم کی ہر تمام امتداد کی ہر ایک چیز ہے۔ اسی
 بنیاد پر انفرادی سیرت اور اجتماعی نظام کی پوری صورت اور عمل اور ہر ایک نئے نقطہ
 پر مشتمل ہے اور ہر سے ساری جو انسانی زندگی میں کام سے لے کر اب تک پیدا ہونے
 اور اب سے تیار تک پیدا ہوں گے، اسی بنیاد پر ایک نئے طریقے سے حل
 ہوتے ہیں۔

محل علی علیہ السلام نے اسی بنیاد پر صحت کی دعوت کو پیش کیا۔ سابق بنیاد پر
 کسی تہذیب کی اصلاحی کدو اور راستہ پیش کر دیا۔ انہوں نے اس دعوت کی منزل تک
 پہنچنے کے لیے کوئی ہر چیز کا اختیار دیا کہ پہلے کچھ سب سے یا سوشل لارڈز کا کام کر کے
 لوگوں میں اثر پیدا کیا جاتے، پھر اس اثر سے کام لے کر کچھ مالک اختیار حاصل کیے
 جاتے، پھر ان اختیارات سے کام لے کر ذرا رتہ لوگوں کو چھتے ہوئے اس مقام تک
 لے آتے۔ سب کچھ نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شخص اٹھا، اور چھتے ہی
 اُس نے لا الہ الا اللہ کا دعویٰ کر دیا۔ اس سے کم کسی چیز پر ایک لوگ سے ہی
 اس کی فکر و تھیوری۔ اس کی ذرا غرض پیچیدہ جراثیم و جراثیم نہیں ہے۔ حاصل یہ ہے
 کہ ایک کا طریق کار ہی ہے۔ وہ انسانی انفرادی اقتدار کو دوسرے قطع سے

پیدا کیا جاتے۔ اس اصول کے کام میں کچھ بھی عداوت نہیں رہے جو لوگ اللہ والا اللہ کہہ سکیں اور جنہیں آپ کا ساتھ دیتے رہے ہوں وہ اس دنیا ہی تعمیر پیدا کرنے میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتے۔ اس کام میں تو وہی لوگ مفید ہو سکتے ہیں جو آپ کی طرف اللہ والا اللہ کی کاروائی کر رہے ہوں، اس چیز میں ان کے لیے کشش ہے، اسی حقیقت کو وہ زندگی کی بنیاد بناتے، اور اسی اس پر وہ کام کرنے کے لیے نکلتے ہیں۔ پسند اس کی تحریک کو چلانے کے لیے جس خاص قسم کے قدر اور محنت اعلیٰ کی ضرورت ہے اس کا تقاضا ہی یہی ہے کہ کسی تہیہ کے بغیر کام کا آغاز اسی صورت تو میرے کیا جاتے۔

تو میری تعریف معنی ایک مذہبی عقیدہ نہیں ہے، جیسا کہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں اس سے ایسا ہی زندگی کا وہ جو نظام جو انسان کی خود کشی، یا غیر خشکی، عاقبت و آخریت کی بنیاد پر بنا ہو، جو بنیاد سے اگر بننا ہے ایسا ایک دوسری بات پر مبنی حاکمیت تیار ہوتی ہے۔ آج دنیا آپ کے مرنے کو اللہ دین والا اللہ کی عداوت کرنے پر ہے اس لیے ٹھنڈے پٹوں میں لیتی ہے کہ وہ پاس سے دلا ہوتا ہے کہ کیا پاس نہ ہوں، دھنسنے والوں کو اس میں کوئی سنی ہو کوئی عقیدہ نظر نہ آتا ہے، لیکن اگرچہ مسلم ہو جائے کہ اس دھنسنے کا عقیدہ ہے، اور اللہ ان کو دے دلا ہوا ہو جھگڑا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ میرا کوئی باؤسٹھ یا فرزند نہیں ہے، کوئی عورت میں تسلیم نہیں کرتا، کسی کا خون کوئی نہیں، ان میں جو کچھ عداوت و عقیدہ (Hostility) ہو شک نہیں رہتا، کسی کا علم میرے لیے علم نہیں ہے، کوئی علاج ادا کوئی دھم مجھے تسلیم نہیں اس کے اتنی ہی حقوق، کسی کی ریاست، کسی کا اقتدار، کسی کے اختیار میں نہیں ہوتا، ایک شے کے جو ان میں سب کا الائی اور سب کی عزت ہو، تو آپ کو سکتے ہیں کہ اس عداوت میں ہی ٹھنڈے پٹوں پر داشت ہیں کیا ہو سکتا۔ آپ خود کسی سے ڈرتے ہیں یا نہ ہاں، دنیا خود آپ سے ڈرتے آپ کو شے کی، نہ کوئی جہت کہتے ہی آپ کو یوں دھو بیٹھا کہ ایک زمین و آسمان آپ کے دھن میں لگے ہیں اور ہر طرف آپ کے لیے رہنے پانچو

حق کو دوسری صورت نام لکھ کر اس میں کہنا کہ اس میں سے چھانٹ کر ایک ٹکڑی لینے کی
اس کے سوا حق کو ہی اس کے دوسری جگہوں سے لے کر لیتے۔

پھر وہ لوگ کہتے ہیں کہ اپنی کسی ذاتی غرض کے لیے یا کسی نامعقول یا قوی مقصد کے لیے
نہیں۔ بلکہ حق و صداقت کے لیے صرف خدا اور اس کی رضا کی خاطر مصائب و ملامت کا
مقابلہ کر لیں۔ اس کے لیے وہ چٹے اسی کے لیے بڑے بڑے اسے دیا جی کہ ہے، دیا جی کہ
جدا لایوں کا خوف شوق ہے۔ اس کا تجربہ ہوا کہ ان میں مزید اس کی ذہنیست پیدا ہوتی
گئی جس کی ضرورت تھی۔ ان کے اندر خاص اس کی صورت پیدا ہوتی۔ ان کی نفس پرستی
میں غلوں کا آلودہ بڑھتا چلا گیا۔ مصائب کی اس ذہنیست تربیت گاہ میں کہ غیبت و اس کی
کٹاری میں ہونا ایک ایسی اور تھا۔ جب کوئی شخص کسی مقصد کے لیے اٹھتا ہے اور اس کی
ماہ میں کشاکش، جتن و جد، بصیرت، تخلیق، پریشانی، اور قید، ناقہ، جلا وطنی وغیرہ
کے مرحلوں سے گزرتا ہے تو اس ذاتی قہر کی بدولت اس مقصد کی تمام کیفیات اس کے
غلبہ و مدد پر چھا جاتی ہیں اور اس کی پوری شخصیت اس مقصد میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
اس مقصد کی نگاہ میں مدد دینے کے لیے نالوں پر غرض کی گئی تاکہ نظر کی پرانہ نگاہ کا ہر
امکان گدرد ہو جائے۔ اپنے غلبہ میں پرانی کی نگاہ بھی نہیں، جس کو وہ عالم میں ہے
جس میں اس کی حاکمیت کا بار بار اقرار کر کے وہ اپنے غلبہ سے میں مضبوط ہو جائیں، جس
کے حکم کے مطابق انہیں اب دنیا میں کام کرنا ہے اس کا علاج و غیب و اللہ کے
ہونا، اس کا عالم کے یوم الحساب ہونا، اس کا قلعہ فوق حجاب ہونا پوری
غرض ان کے ذہنی غلبہ پر جاتے، اور اس حال میں ہی اس کی اہمیت کے سوا دوسرے
کی اہمیت کا خیال ایک ایسے کے دل میں نہ گزرتا ہے۔

ایک طرح کے عالمی کی تربیت اس طرح ہوتی ہے کہ اس میں حق اور دوسری طرح اسی کشاکش
کی وجہ سے اس کی تربیت میں ہی ہے کہ جب لوگ دیکھتے تھے کہ چند انسان چھٹے جاتے
ہیں تو وہ ان کے اندر معلوم کرنے کا شوق پیدا ہوتا تھا کہ انہیں سارا جگہ سے کس
لیے؟ اور جب ان میں معلوم ہوتا تھا کہ ان میں کسی چیز کے لیے ہی نہیں ہے، کوئی

ہی کی ذاتی طرف سے نہیں ہے۔ یہ اللہ کے ہند سے موت اس لیے پیش ہے جس کو ایک سوچ کی صداقت میں پر شکست ہوئی ہے۔ تو ان کے دلوں میں آپ سے آپ یہ جذبہ پیدا ہوا تھا کہ اس چیز کو معلوم کریں، آخری کیا چیز ہے جس کے لیے لوگ ایسے ایسے معاصی و بدعت کر رہے ہیں؟ پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ چیز ہے **قَالَ اللَّهُ**، اور اس سے انسانی زندگی میں اس نوعیت کا انتخاب روٹنا پڑتا ہے۔ اور اس صورت کو لے کر ایسے لوگ اٹھتے ہیں جو عقل و صداقت و حقیقت کی خاطر دنیا کے سب سے فائدہ مند کو ٹھکر رہے ہیں اور جان، مال، اور ہر چیز کو قربی کر کے جس کی آواز کی انہیں کچھ ہوتی تھی۔ ان کے دلوں پر جتنی بڑے بڑے ہرے تھے، وہاں ہر شے گنتے گنتے تھے اس کی خاطر کے ساتھ یہ کھانے کی چیز تھانے پر آ کر لٹتی تھی۔ یہی دور تھی کہ ہر طرح کی لوگوں کے لیے کوئی ذوق و بہت کے بغیر یا بعد پرستی کی حالت میں ان کو حیرت و نیرو کی منت سے اندھا بن کر رہا تھا۔ سب لوگ اس ترکیب کی طرف کھینچے پھرتے۔ کوئی جلدی کہنے اور کوئی زیادہ سے زیادہ اس کی شکل کی مزاحمت کرتا، مگر یہ یا میرے پروردگار پسند ہے ورنہ نہ ہی کوئی طرف کھینچا ہی پڑا۔

اس ملک میں یہ تشکیک کے بیذ نے اپنی شخصی زندگی سے اپنی ترکیب کا اصول کا انداز اس چیز کا جس کے لیے یہ ترکیب اس کی تھی وہ دیکھنا سیکھنا ہوا کیا۔ یہی کی ہر وقت ہر شخص اور ہر حرکت سے اسلام کو دور لپکتی تھی اور آدمی کی بھر میں آتا تھا کہ اسلام کے کچھ نہیں۔ یہ ایک بڑی تفصیل طلب بحث ہے جس کی تشریح کا یہاں ہرگز نہیں، مگر مختصر چند نمایاں باتوں کا یہی پہلو دکھا کر دے گا۔

ان کی یہی صورت خیر علی جان کی سب سے زیادہ امداد و مدد و حق اور اللہ کے مال سے جہالت کرتے تھے۔ جبہ اسلام کی بدعت شروع ہوتی تھی انگریز اس کے ساتھ کہہ دیتے اور لگایا کہ ہر شے اپنی رحمت میں صورت پر تھے۔ اور تمام لوگ اپنا دل بنا لینے کے بعد یہ کام چلی سکتا تھا۔ جو کچھ پہلا انداز تھا اس کو یہاں اندیری دونوں نے اس تشکیک کے ساتھ ہر چند دل میں لگا دیا۔ آخر کار بہت یہاں تک سبکی کہ جب انگریز علی اندھیر و ظلم اپنی تیلنے کے سلسلہ میں طاقت کو صرف سے گئے تو ان شخصوں کو بھی

جہاں تک چار تھا، اس کو ساری کے لیے پاکستان میں ایک میسج بنوا۔

[illegible]

قرض اور سب کے سب دلوں سے کہہ کر کہ ہم تمہارے ہیں کیسے انہیں اور تمہاری
 باتیں کیسے نہیں سب کو تمہاری باتیں میں ہر وقت غلام بخش و سخی لگا، کہیں لوگ بھیجتے
 ہیں۔ ہمارے ان سب سے زیادہ بچے بھیجے کے لوگ ہیں ان کو تم نے اپنے گزند پریش
 میں لے لیا ہے، انہیں ہٹا دو تم تمہارے میں۔ مگر شخص جو انسان کی اور بچہ یا بڑا لوگ نہ
 لایا تھا اس کے دلوں کی خاطر فریاد کو نہ سنا دینے سے انکار کیا۔

اپنی قرآن کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک حکم میں تمام اپنے پیغمبرؐ
اپنے اصحاب اس کے منہ کی کھوپڑیوں کی جیسی پیرزے دنیا کو چھین دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی
بیعت منہ کی طرح کے چھ اٹھے ہیں، اور اسی چیز سے آپ کی دعوت کی طوٹ ہر
قوم کے انسانوں کو کھینچا۔ اگر آپ اپنے اصحاب کی فکر کرتے تو فرما دیتے کہ اس طرح کے
وہیسی برسلتی تھی، اگر آپ اس بات کے لیے کبھی پہنچیں ہوتے کہ قریش کے اقتدار کو کوئی
طرح بہاول تر غیر قریشی عربوں کو کھینچی تھی کہ اس کام میں شریک ہوتے، اگر آپ عرب کی
برتری کے لیے اٹھے تو بخش کے وہ شہم کے عزیز، اسناد اس کے خاندانی کو کیا غرض
تھی کہ اس کام میں آپ کا ساتھ دیتے، ہر اس میں پیرزے سب کو کھینچا اور اس خدا پرستی تھی،
برزاق اصحاب ان قریشی، غرض قریش سے ملنے پہ ملے تھی۔

تک ہے جب تک کہ جیسے خدا کی پڑی توں تاں ہم ہاتھیں جو دشمنوں نے آپ کے پاس دھرائی تھیں، ان کو آپ کو لوٹنے کے لیے کریں۔ ہر ایک کی ہمت اس کو بھڑکاتا ہے۔ تو ہر مسلمان اپنے سر پر جو کچھ ادا کرتا ہے، اسے کر چکے ہیں۔ مگر خدا پرست سے اپنی ہیں

کے دشمنوں سے پہلے ہوں گے یا اس کا دل ہی انہیں دہائی پہنچنے کی فکر کی اور اس وقت کی
جب کہ اس کے حق کا فیصلہ کر چکے تھے۔ یہ خدا تعالیٰ تھا جس کو دلچسپ کر عرب کے ملک تک
یہ لکھنے والے اس کے خیر خواہ کر جب وہ دل کے بہرہ سکینہ میں انہیں نے
نہیں دیکھے کہ اس کے خیر خواہ کے آواز کے دل اندر سے کہہ رہے ہیں کہ تم اس سے
دور رہو جس سے اس کے ساتھ مختلف انداز سے برائی ہو سکتی ہے۔ اس وقت
میں انہوں نے حق اور انصاف کی روشنی کو نہیں بخیر کیا اور اس وقت ان کے ہاتھ کی
دھار نہ تھی کہ ان کے دل اندر سے کہہ رہے ہیں کہ جب نہیں کہہ دیں گے کہ ان کی
شکست کا خالق اللہ ہی ہے ایک جہاد یہ بھی ہے۔

۱۴ بڑی کی شدید جہاد کے بعد اس وقت کا جب دین میں اسلام کا ایک چھوٹا سا
مشیطہ قائم کرنے کی کوشش ہوئی۔ اس وقت اس وقت میں اس کی تعداد دیکھ کر آدمی ہرچکے
تھے کہ اس سے ایک ایک اسلام کی چوری غریبیت ہمارے قابل ہے چنانچہ اس میں مشیت
میں اس کے اس وقت کے مشیت کی مشیت سے اس کا انجم دے سکے۔ اس نے
گنگا کی مشیت کی مشیت کے لیے تیار تھے۔ چنانچہ وہ قائم کر دیا گیا۔ اس میں ایک
اصلی انداز میں مشیت کی مشیت کی پہلی کی اس میں مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
کی اس میں مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
ایک مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
نقد ہے کہ اس میں اسلام کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
پاکی کا ایک ایک پہلو درخشاں ہے۔ ہر مشیت کی مشیت کے لیے اس میں ہے۔ اس میں کہ
عمل مشیت پر مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
خبر ہے یہ کہ اس کے اندر وہ مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
نقد میں دین ہے ایک مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
ہر ایک میں وہ اسلام کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت
تھے انہوں نے اس کے کمال پر پہنچے تھے کہ ان کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت کی مشیت

وہ جس کی نگاہ میں انسانی زبان کی کوئی قسمت تھی، وہ جو اپنی پیشین گوئی کو آپ اپنے ہاتھ سے زندہ
 بنی کر سکتے تھے، ان کے اندر وہاں کا اندازِ حرام پیدا ہو گیا کہ کسی اور کو بھی ہے، وہی عقل
 ہوتے دو لکھ لگتے تھے۔ وہ جس کی استعداد ہی وہ خواہش کی ہو کہ سب کی عقل اس کے
 عدل و انصاف سے مستحق ہو، عدل ہو گیا کہ خبر کی سطح کے بعد جب اس کی تکمیل و درجہ بدیوں سے
 سرکاری معاوضہ وصول کرنے گیا تو بدیوں نے اس کی ایک پیش قدمی اس طریق کے لیے
 پیش کی کہ اس کی سب سے زیادہ مطالبہ کی گئی کہ اس نے شرف لینے سے انکار کر دیا اور
 حکومت اور بدیوں کے درمیان پیدا ہوا تنازعہ صرف اس طرح ختم کیا کہ بدیوں کے
 لیے آئینے لٹائے گئے، اس سے ان کے لیے یہ ہو گیا کہ اختیار کیا کہ وہ ان میں سے جس طرح کو چاہیں
 اٹھ سکیں۔ اس زالی قسم کے فیصلہ کو یہ طرزِ عمل دیکھ کر بدیوں کی انگشت بدلتی ہو گئی
 اور یہ اختیار ان کی غیبتوں سے نکلا کہ اس عدل پر زمین و آسمان قائم ہیں۔ ان کے اندر
 وہ گورنر پیدا ہوئے جو کہ آئینہ بدیوں میں نہیں بلکہ عدل کے درمیان میں جیسے گھروں
 میں رہتے تھے، والدین میں پیدا ہوئے تھے، والدین پر وہاں دے سکتے تھے، والدین
 عدل میں ہر وقت جو بہت مقاموں سے ان کو روک کر رکھا تھا۔ ان کے اندر وہ قاضی پیدا ہوئے
 جس میں عدل کے ایک بدیوں کے خلاف خود غیبت و وقت کا دعویٰ اس بنیاد پر قائم کر
 دیا کہ غیبت اپنے تمام ہوا چنے بیٹے کے سوا کوئی گورنر پیش نہ کر سکتا۔ ان کے اندر وہ سپر
 پیدا ہوئے جس میں سے ایک نے عدل کی جگہ میں ایک اثر غالی کر کے وقت کی اجازت
 یہ کہ اگر ان کی غیبت کو چاہیں، اس سے باہر ہر بدیوں کی مخالفت سے قاصر ہیں، لہذا ان کی
 ہم نے مخالفت کے سبب جن میں عدل کی مخالفت سے لگنے لگے ہیں کوئی حق نہیں۔ ان میں وہ
 صلیب ہو اہستے ہیں جس سے ایک کے سپر بدیوں کے گورنر جن میں وہ تمام کا سوا
 سب سے انسانی گھبراہٹ ہو گیا اور ان کے جتنی وقت چاہیں اس پر اس خیمہ کو چھلانگ
 لگتے ہیں کہ بدیوں کے بدیوں میں اس بدیوں کے خیمہ کی عزت و وقت کا ہی اسی وقت

بڑا کی ہر گمان میں رہا ہری پیدا ہونے ہی کے بعد انسانی زندگی کا اس کا ہر دست
 حال میں ہر قسم کی سزا کا لگنے اور چرند و کرکس کو مینے کی صورت میں دی جاتی تھی ان
 کا اقبال خود اگر کرتے تھے اور قاتل کرتے تھے کہ سزا سے کرا نہیں لیا اسے ہلکا کر دیتے
 تاکہ وہ چھوڑ دینا کی حیثیت سے خدا کی عاصف میں نہ پیش ہوں۔ اسی میں وہ سزا ہی پیدا
 ہونے پر خوش ہے کہ اگر نہیں کرتے تھے بلکہ اس سلسلے کی تلاش میں پہنچا ہوا ہوتے تھے،
 اپنے غریب پر سزا ہی جگہ میں ہاتھ اور پھر وہی غنیمت ہاتھ گناہ سزا کا سزا داکر
 سہرا داکر کے سامنے نکدیتے۔ کیا جہتہ ہی ان کی اور ان کی غنیمت کا آثار پر دست
 تھیں معنی ڈیڑھ کے لئے سے ہر سزا کا اختیار ایک کے سامنے موجود ہے۔ اس کا آپ
 کو کوئی ایسا مثال ملتی ہے کہ خود کے لئے خود اس طرح نکل کر پہنچا ہوا ہے۔
 وہ حقیقت یہ ایک عیب ہوتا ہے کہ اس کی جہت میں تو لگ دیا جاتا ہے
 غریبوں پیدا ہونے کے لئے کہ اس میں سزا کا ایک سزا ہو گیا اس لئے شریک
 حق میں کہہ سکتے ہیں یہ عیب عیب تو بھیجی کہتے ہیں۔ وہ کوکرات داخل مانت ہے۔
 جب تک اس نئی کڑی داری پر لنگ کا نشہ نہیں دھاتا، اور ان کی ہر میں نہیں آتا حال
 کوئی اسم کا پیدا کر لیا جاتا ہے۔ اور ان کے کشتہ ہاتھ میں پیدا ہوتے تھے۔
 کوئی کچھ بڑی فاصلہ دھاتی ہیں۔ کوئی (جسے معنی زبان کی ماری قرار دیتا۔ کوئی کچھ ان شخص
 ہنری ہو گیا ہے، اس کوئی اس کے معنی ایک نیا لکادی (Widdow) قرار دے لگایا اپنے
 نیا ایک مانتے لکادی کا قرار دیتا۔ اس وقت خود غیر سزا سمجھا دیا جاتا ہے کہ لکادی
 لک ہی ایسی ہوتے ہیں کی نکاح حقیقت میں ہوتے تھے سب میں ان کی غرض کی صورت میں
 دیکھ سکتی تھی۔ اگر جب اس نظام فکر پر ایک نکل نظام حیات ہی گیا اور ان کے اپنے انگوٹوں
 سے ان کا آپ خود ہوتے دیکھ دیا اور اس کے نکل ان کے سامنے عیاں آگئے تب ہی کی
 سمجھ میں لگا کہ چیز جی جی کو جانتے کے لیے وہ ان کا ایک بندہ دیا جو ان کا علم سہرا داکر
 اس کے بعد خود اور سزا دھری کے لیے ہاتھ داکر لکادی کوئی سزا جاتی خود بھیجی کی پیشانی
 بڑی دھانگیں تھیں اور ان کے انگوٹوں میں لکادی اس کے لیے انگوٹوں دیکھی حقیقت سے انگو

کی غیر غرض ہو گی۔

یہ ہے اس اجتماعی منتصب کے لئے اصرار میں کہ ہمیں ہر ایک کا ہر کام ہے۔
 ہیں اس کا اندازہ ہے اس کو مناسبت سے شروع ہوتا ہے اس کی تدبیر کے ساتھ لگے ہوئے
 ہے۔ ملک اس کو جوئی کی قسم اور آخر میں کہہ دیتے ہیں کہ اب یہ کہہ کر دیکھتا ہے۔ ہمیں ہی
 اُس کے نزدیک کام ہوں۔ لیکن تاریخ کا مطالعہ میں جتنا کہہ کر یہ بالکل ایک ایسی قسم کا اندازہ ہے اس
 میں صحت و معلول کا یہاں مطلق ہر وہ آتشک و بد میں اقرار ہے۔ آج بھی ہم اس کو مناسبت
 پر کام کریں تو وہی زندگی برآمد ہو سکتی ہے۔ بشریہ کے کچھ کام کے لیے یہاں، شعور
 اور ہی، اور ہیں کی کیسوں، مضبوطی و توجہ، فیصلہ، اور فطرتی جذبات اور ذاتی اہلیوں کی مختلف
 قرآنی مناسبت ہے۔ اس کے لیے ملنے میں ہر قسم و رنگ کی دوست ہے ہر حق پر یہاں دے گئے
 کے بعد اس پر یہی طرح نظر ہادیں، اس کی ساری چیز کی طوٹ تو جہد کریں۔ دنیا میں خواہ کچھ
 ہو کر ہے، وہ اپنے نصب العین کے راستے سے ایک اپنا دہیں۔ دوسری زندگی میں اپنی
 ذاتی زندگی کے مدار سے انکسار کر فرماں کریں، اپنی استعداد کا اور اپنے دماغ کی توانائی
 کا ان کو کتے پرستے تو بچیں، عورتوں اور بدستوں کے ٹھہرتے ہاتھ کا غم نہ کریں، سوشل
 حکومت، قانون، اقوام، وطن پرستوں میں ہی کے نصب العین کی راہ میں ملنے میں اس سے ڈر
 ہائیں۔ ایسے ہی لوگوں نے پہلے ہی شہرہ آفرین کیا ہے۔ یہ ہے ہی ملک آج بھی کریں گے،
 اور یہ کام ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے ہو سکتا ہے۔

(قرآن القرآن، ستمبر ۱۹۱۱ء)

استدراک

یہاں کے مضمون میں دعویٰ منتصب کے طریقہ کار کی توضیح کی گئی ہے۔ لیکن یہ
 خود مختار اس جلد میں شامل ہے اور اس کی کوئی اور کتاب میں نہ ملے گی۔ یہی کتابت کے مرتب
 ہیں کہ منتصب کیا گیا۔ (۱۹۱۱ء)

جہانے خدا کا ہے۔ لیکن مناسب موسم ہر تاج پہ کر دیاں مسیح علیہ السلام کے جہاں ازل ایک
 ہاں قریب کے ساتھ نقل کر دیتے تھے۔ یہی سب اس ترکیب کے استقامتی و مضبوطی کی نشانی
 پڑتی ہے۔ ہر تاج پہانے موجود نہانے کے عادت کی عادت سے بہت جتنے جتنے ہیں
 جی میں سیتے تاج علیہ السلام نے اہل غلیلیں اور کورنثیہ الیہ کی خدمت دی تھی اس لیے ان
 کے طریق عملی ہم کو مفید ہدایت دل سکتی ہیں۔

”قیہوں میں سے ایک نے — اس سے پہچان کر کہ
 میں اہل کرنا ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ ازل ہے، اے اسرائیل میں،
 خداوند ہلا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خدا خدا پہنے خدا سے اپنے خدا سے
 دل اسلامانی ساری پاس اسلامانی عقل اور اپنی ساری طاقت سے بہت کہ
 قیہ کے اس سے کہا کہ خدا کیا خوب اترنے چاہا کہ
 ایک ہی ہے اور اس کے برابر نہ کوئی نہیں۔“

(مرقس - ۱۲: ۲۸-۳۴)

”خداوند اپنے خدا کو ہمہ کر اور وہ اس کی عبادت کر۔“

(لوقا - ۱۴: ۷)

”ہیں تو اس طرح اعلان کیا کہ اسے ہمارے پاس آ کر جو آسمان پر
 ہے۔ تیرا نام پاک ہے۔ تیری بادشاہت آگے تیری مرضی میں آسمان
 پہنچ رہی ہے۔“ (متی ۶: ۹-۱۰)

آخری آیت میں حضرت یحییٰ نے اپنے نسب ایسی کو واضح کر دیا ہے۔ یہ جو عام
 غلط فہمی پھیل رہی ہے کہ خدا کی بادشاہت سے ان کی مراد معنی روحانی بادشاہت تھی،

لے ”خداوند اور خدا“ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں۔ (تلمیح)

عربی میں بھی کہاں خدا کے لیے یہ الفاظ جڑ و مستند استعمال ہوتے تھے۔ اے ساری اہل کلام کہہ دیا کہ خدا اس
 کے معنی میں تھے کہ خلق اس کی خدمت ہے۔ (دیکھو)

انجمن سے تعلق رکھنے والے علماء کی طرف سے جو کچھ کر سکتا ہے ۹

(continued)

”ہفتہ واسطے میں پرانی سچ دیکھ چکی ہوں کہ جو لوگ خواب کرتے ہیں

اور میں جو تعب ٹکاتے اور چرتے ہیں، بجھا پنہ لیے اُٹھائی پر ہل جاتا ہوں۔

(F-4110)

ماکئی آدمی سب کو کہہ دے کہ میں لوگوں سے تمہارا اسباب نہ لے رہا

کفرت میں لپکتے۔۔۔ جنہوں کی فکر کا نام پاکیزگی ہے۔ یکبارگی

گفتگو کے بعد — لیڈر کی طرف سے

دہشتے میں مذکور میں سے ایک گوتے میں پرجی تہہ کا سنی پانی اکٹھا ہے۔

ایمانی سے لایا تھا جس کے لئے ہم میں چاروں نے جو کچھ کی ضرورت تھی

تقریری میں راجد کے اور پرشاک کے بعد کیوں غلطی ہو؟ اصل غلطی کا بخیر

کدھلی کو وہ کس طرح جانتے ہیں۔ وہ غنیمت کہ کدھلی ہیں، نہ کہ کدھلی ہیں۔ چھوڑ دیں

ہے اپنا ہر اس سببوں کی وجہ سے کہ وہ اپنی تعلیم و تربیت کے لیے کسی کے

ماخذ: پتاک پچھتہ ہرستہ، نظامِ پس جب امدادیں کی تلاش کو برآج ہے اور

ملی حکومتیں مجبور ہو گئیں کہ ایسی پوزیشن اختیار کر لیں کہ ان کے لیے مفاد اور کام کو

یہودی خلیفہ کے ۹۷ — یہودیوں میں یہ دعویٰ تھا کہ ان کی نسل سیدنا داؤد علیہ السلام سے ہے۔

[illegible]

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے مستفاد ہو کر

قیارے واسطے کوڑھنے کا (مختصہ: ۱۰۰)

عام غلط فہمی ہے کہ سنیہ نامیچ کے پرہیزانیت اور ترک و تجزیہ کی تعلیم دی جاتی ہو۔

۱۰۔ ایک کے آقا میں دلوں کو جو کھل جائے اور ان کی علی اللہ کی تعظیم و تہلیل ہو جائے

چارہ بری جس میں ایک نظام تقویٰ سیاست پوری طاقت کے ساتھ قائم ہے

تو ہر امت تمام سماں و فضا کی زندگی اس کے قبضہ و اختیار میں ہوں۔ یہی جگہ کوئی جگہ

۹۔ فقیر اور فریج کوئی لی گئی ہوتی ہے۔ پس جو کچھ وہ نہیں دیکھتے
وہ سب کہہ دے اور یوں ان کے سے کام نہ لے۔ لیکن وہ کہتے ہیں اور کہتے
نہیں۔ وہ ایسے بھاری پر جرجی کا اٹھانا مشکل ہے۔ باغ و گردن کے
گندھوں پر کہتے ہیں گلاب انہیں اپنی انگلی سے بھی نہ انہیں پہنچتے۔
وہ اپنے سب کام رنگوں کے دکھاتے لگاتے ہیں۔ اپنے تمیز ہٹے بناتے
اور اپنی پوشاک کے گنا سے چمٹے۔ کہتے اور ضیافتوں میں مصروف رہتے ہیں
عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیوں اور عزاؤں میں سلام ادا کریں گے
کوئی کچھ نہ کہتے ہیں۔

۱۰۔ اسے دیا کہ فقیر اور فریج سیرا تم پر انہوں سے کہ انہوں کی اولاد
لوگ پر بند کہتے ہیں شاپ داخل ہوتے ہو اور داخل ہونے والوں
کو داخل ہونے دیتے ہو۔

۱۱۔ دیا کہ فقیر اور فریج سیرا تم پر انہوں سے کہ ایک مرد کہنے
کے لیے تری اور غشی کا انداز کہتے ہو اور جب وہ مرد ہو چلتا ہے تو اسے اپنے
سے دو گنا جھلم کا زبردنا دیتے ہیں۔

۱۲۔ اسے اندھے دو تانے والوں آتم چکر کو ترجیح دیتے ہو اور اونٹ کو
بھل جاتے ہو۔

۱۳۔ اسے دیا کہ فقیر اور فریج سیرا تم پر انہوں سے کہ تم خدیجی پوری ہوئی
قبول کے اندر ہر مرد سے توڑ بیروستہ کھنٹی دیتی ہیں مگر اندر دوس کی
بہنیں اندر طرح کی تہمت سے جبری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں
کو دست باز دکھائی دیتے ہو مگر داخل میں دیا کہی دے دیتی ہے بھروسے

ہوتے ہو۔ (حق ۲۲ : ۲-۲۸)

یہاں دوست کے علاوہ دو اور شہریت حاصل تھیں۔ وہ علم رکھنے کے باوجود بعض بندگی نفس کی وجہ سے آپ ہی گمراہ تھے اور عام لوگوں کی طرح رہتے تھے اور اس نقاب کے ماتر میں وہ ایک قہقرو سے بڑھ کر وہی ہمارے تھے۔

۴۰ اس وقت زبیروں نے جاکر شہید کیا کہ اسے لیکر کہہ دوں گی چلتی

پس انہوں نے اپنے شاگردوں کو یہ بتا دیا کہ اس شخص کے پاس میرا اللہ
 انہوں نے دینی شاگردوں نے کہا کہ اسے اس حد تک پہنچتے ہیں کہ تو چاہے
 اور سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دینا ہے اور اس کی پھر انہیں کہ —

جیس جی تو کیا بہت جلد تیرا کہ جس سے وہ بڑا دوست بنائیں؟ میوں نے اس کی شہادت مان کر کہا اسے یہ لکھ دیا جائے کیوں کہ کہتے ہو: جو یہ کہہ سکا ہے وہ لکھتا ہے۔ وہ دربار اس کے پاس سے آئے۔ اس نے اس سے کہا یہ صحت دار ہے۔ کسی کا ہے؟ انہوں نے کہا قیصر کا۔ اس پر میں نے کہا: قیصر کا چھ وہ قیصر کا اور جو خدا کا ہے خدا کا لکھو۔

(7-12) σ

اس نقشہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دہلی میں ایک چھٹی تھی۔ فریسی میں تقریباً کھلم کھلے کیے جا رہے تھے کہ حضرت شیخ کا قبل از وقت حکومت سے تھکام کر دیا جاتے اور تقریباً کے بڑا کھانے سے پہلے حکومت کے دورے سے اُسے گھبرا ڈالا جاتے۔ اسی لیے سرور دیہست کی سی گاڑی کے سامنے، سوال اٹھایا گیا کہ تیسرے کٹھن دیا جاتے ہیں۔ جواب میں حضرت مسیح علیہ السلام نے جملہ دستورات کہیں اس کو دے ہزار برس سے کسی اور غیرہ کی سب اس سخی میں ہے۔ ہے ہی کہ جہاد حق خدا کی کرو اور اطاعت ہر اس

میں نے یہ سچا حیرانہ دم کھانا دیا ہے میں نے انھیں ان کے ایک عزیز میں چھوڑ دیا ہے۔ یہ انھوں نے کہا کہ اس پر وہ بھی
 یہاں سے ہم کو چھوڑ دے گا۔ ہم ان کے ان عزیزوں میں سے کسی کو بھی نہ روک سکے گا۔ اس کو ان کے عزیزوں میں سے کسی کو بھی نہ روک سکے گا۔
 یہ وہ ہیں جو وہ اس پر یہاں سے کسی کو بھی نہ روک سکے گا۔ (تخلیم)

کے متعلق مددگار بن جائے۔ اگر کسی شخص یا گیل کی ضرورت پڑے تو آپ اسے لاخواب قرار
 دینے کی کوششیں اپنے نزدیک لکھی اور یہ ہے کہ اگر ضرورت پڑے تو کسی ملکیت
 پائے گا۔

ایک صالح جماعت کی ضرورت

[illegible]

100 - *Scaphiophylax* *Scaphiophylax*

فلسفہ کا اندر شروع ہو کر اس طرح آخری اسلامی فلسفہ کی شکل کے انداز اور روح اور باہمی تہذیب کی پیداوار کے درمیان گزر چکا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی ٹوٹ پھوٹ کے دوران میں کسی نئی تعمیر کی صورت بن گئی ہو۔

سرواہ دار اور جہودیت، قوی اہمیت و پیشانی پر مشتمل اور اشتراکیت و کمزوری کی جڑا فتنے اس وقت آپس میں مقابلاً ہیں۔ اصل ایک ایک تہذیبیں نہیں ہیں بلکہ ان کے درمیان انتخاب، اور ان میں سے بہتر کے ہاتھ ملنے والی کوئی سزا ہی حقیقت میں ہے ایک ہی تہذیب کی تین شاخیں ہیں۔ ایک ہی تصور کائنات، ایک ہی تصور انسان، ایک ہی فلسفہ حیات، اور ایک ہی اساس اخلاق ہے جس پر ان تینوں کی تعمیر ہوتی ہے انسان کو یہاں سمجھنا، دنیا کو بے خدا فرض کرنا، عوام نہیں سے انسانی زندگی کا قانون اخذ کرنا۔ اور اخلاق کی بنیاد جس پر مصلحت اور غرضائیت پر مبنی ہے، جو سب کی مشترک بنیاد ہے۔

ان کے درمیان فرق صرف اس حیثیت سے ہے کہ اس باہمی تہذیب نے سب سے پہلے فرد کی آزادی اور قوموں کی انفرادیت کا یہی بڑا خاص جس سے قوی دنیا نظروں کے ساتھ سرواہ دار اور جہودیت پیدا ہوئی اور حقیقت ہے کہ وہ ایک انسانیت کو تباہ و برباد کر رہی ہے۔ پھر جب اس کے غلام کو ستم سے انسانی معنائیں مدد کرنے لگے تو اس تہذیب نے اشتراکی انتخاب کو بطور طاعی مٹا دیا۔ مگر بہت جلد ہی ظاہر ہو گیا کہ یہ طاعی اصل مدنی سے بھی زیادہ تباہ کن ہے۔ آخر کار وہی تہذیب پھر ایک دوسری تجویز سامنے لائی جس کا نام لائبرلزم یا پیشانی پر مشتمل ہے اور چند سال کے بکھرے گئے غائب ہو کر اس ام القیاس کے ان آخری پر فتنہ انگیزی و شروراری میں پہلے دو فتنوں پر غصہ ادا کر کے ابھی بازی سے لگ چکا ہے۔

اب دنیا کے لیے اس تہذیب کو کون سا ذراہ اُن کے لاکھائی موقع ہاتھ نہیں دے رہا ہے جو انہی کو جان بوجھ کر اس پانچ کو بے گلام فرض کر کے اپنا کام شروع کرتا ہے اور اس کے اندر جہودیت بفر سے لے کر بدترین قسم کی حد تک ہر وہ چار دیواری پیدا کرتی ہے جو آریستو کے حق میں نہایت ہلکے ہیں۔ حقیقت یہ چار دیواری تہذیب اپنی تمام

خافوں ہیست و طریقیں کر پیچ پلچ پلچ ہے، احقان کی محنت ختم کر چکی ہے، اس کے پاس رہ کر ہی اور انھیں ایسا باقی نہیں رہا ہے جس کو یہ انسانی مسائل کے حل کی حیثیت سے پیش کر سکے۔ اور بالخصوص اگر یہ اپنی زندگی کی بہت بڑھانے کے لیے کسی اور بڑے کام کی تخلیق کا بہادار ہے بھی تو خدا کی مشیت اب یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اپنے زمین کو خدا سے بھرنے کا کوئی اور موقع دے گا۔ بہت ممکن ہے کہ موجودہ اٹھارہ کے بعد اس کی خافوں میں سے کوئی شایع باقی رہ جائے، مگر یقیناً اس کا بہت دور ہی رہا، جلدی ہی وہ شایع خود ختم کر اپنے خد سے آگ بھائے گی اور آپ اپنی ہی آگ سے جلی کر کستر ہو جائے گی۔

اب ہم یہ سوال کر آیا اس تہذیب کی تباہی کے بعد دنیا میں پھر کوئی حکومت، لاکھوں کا جہاد کوئی نئی تعمیر شروع ہوئی ہے، تو اس کا فیصلہ دو چیزوں پر منحصر ہے۔
 ایک یہ کہ جاہلیت و غفلت کی نالی کے بعد کوئی اور ایسا فلسفہ، انسان کو تباہ کر نہیں دے پھر پچھلے فاسد نظریوں سے بہتر ہو جس سے انسانی عقل صلاح کی توقعات وابستہ کر سکے اور جس پر ایک ہمارا اور طاقتور تہذیب قائم ہو سکے۔

دوسرے یہ کہ لوگ انسانی میں سے کوئی ایسا گروہ اختیار کرے یا نہیں جس کے اندر بہادار ایسا اجتہاد کی صلاحیتیں اور قوتیں ہوں جو ایک نئے نظریے پر ایک نئی تہذیب کا قعر تعمیر کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ اور جس کے اخلاق و اوصاف ان لوگوں سے مختلف ہوں جن کی عبادت و شرافت کا اسی قریب ہی میں انسانی کو تجربہ ہو چکا ہے۔

اگر ایسا کوئی نظریہ بہ وقت ملے گا کہ اس کے لئے کوئی ایسا ایک مددگار طاقتور گروہ اختیار کیا جائے انسانی ایک دوسرے کو ڈرگت (Dark Age) سے بچا سکتی ہے، اور اگر کوئی قوت اس کو اس کا ایک گڑھے میں گرنے سے نہیں بچا سکتی یہ مددگار طاقت میں سے انسانییت اس وقت مددگار ہے، یہ چیزیں سے بدتر ملک ہر اس وقت کوئی آدمی کے ساتھ کر رہا ہے، یہ ہے آدمی کی سنگلی جو کبھی آدمی و وحشت میں بھی آدمی سے ظاہر نہیں ہوتی تھی، یہ ہے وہی وقاصوت جس کی نظیر و سندہ ہمارے میں پیش کرنے سے عاجز ہیں، یہ علم و حکمت کے تاریخی جو آج جہاں سوز و غم میں اور انسان پائے ہوئے

کی شکل میں دیکھے جا رہے ہیں، یہ تخلیقی تقابلیتوں کے ثمرات جنہوں نے آج غارت گری
 فوجوں کی صورت اختیار کی ہے، یہ صنعتی ترقی کے پہلے جہاز آگاہ جنگ کی نیپالنگ
 شکل میں نمودار ہو رہے ہیں، یہ وسائل نشر و اشاعت کا کمال ہیں، آج دنیا میں جھوٹ
 پیوستہ اور قوموں میں منافرت کے رنگ بہنے کا کام پایا جا رہا ہے، یہ سب کچھ انسانی کمال کوڑ
 دینے والا اس کا پختہ آپ ہے اور اپنی مددنی تقابلیتوں اور ماحولیتوں سے دیوی کر دینے
 کے لیے داخل کافی ہے، اور اس کا نظریاتی تجربہ ہی ہو سکتا ہے کہ نوجوانی دنیا ٹکستہ اور اس
 ہو کر صدیوں کے لیے نیند اس لیے ہوشی کی حالت میں رہ سکتا ہو جائے۔

جیسا کہ اوپر بیان کر چکا ہوں، انسانیت کا اس دردناک انجام سے اگر کوئی چیز بچا
 سکتی ہے تو وہ صرف ایک فعل انسانی اور ایک جماعت کا رویہ اور انداز ہے۔

مگر وہ کونسا فعل ہو سکتا ہے جس کے لیے آج کا یہانی کائنات مروج ہو؟

مشترکہ جاہلیت جس پر دنیا کی بہت سی قدیم چیزیں قائم ہوئی تھیں، اب اس
 کے اجماع کا کوئی اطلاق نہیں۔ شرک کی جو بنیاد کھڑی ہے۔ جہانی حرم پر چاہے اس کا
 تسلط ہی ہوتا ہو، مگر حرم فعلی نہ کہنے والے ملک اب اس دہم میں مبتلا نہیں ہو سکے، کائنات
 کے نظام کو بہت سے خدا چلا رہے ہیں اور انسانی نوع و سعادت کا سرکشتہ و بے تابی
 یاد دہانی سے وابستہ ہے۔ حدود و پریح حقیقت ہے کہ شرک کا نظریہ سے انسانی زندگی
 کے پیچیدہ مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ پیچیدہ گیس کچھ اور بڑھ جاتی ہیں۔ سب سے بڑی
 مشکل جس نے اس وقت دنیا کو پریشان کر رکھا ہے نوجوانی میں وحدت کا فقدان
 ہے۔ مگر شرک اس شکل کو حل نہیں کرتا، بلکہ وہ دھندلے پیدا کرنے کے بجائے مزید تفریق و تقسیم
 کے اسباب فراہم کرتا ہے۔ لہذا کسی شرک کا شکریہ کے لیے کچھ دنیا میں برسرِ اقتدار آنے
 لگانی گناہ منہ نہیں ہے۔

بابہا نہ جاہلیت دنیا میں کبھی کوئی طاقت مذہبی دینی ملتی ہے۔ لہذا اللہ کا مشیخہ ہر
 آپنا اللہ ہر دست کے نظریات، وحدت اور وحدہ بہتوں کو بہت اور تواتر ملکر
 انہیں تحلیل کی چٹک میں مست کر دینا ہے، یہ اپنے انسانی جہاز ہی نہیں رکھنے لگتی

کئی پرکئی ایسی تہذیب پیدا ہو سکے جو عزمی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے سکتی ہو اور دنیا کی بہت دیرپائی کے منصب چیل پر قادر ہو سکتی ہو۔ کوئی نہ یہی توں ہوں جس میں بدعت پھر نکلنے کی جتن پاس ہے کوشش کر لیجئے یہ فلسفہ بہت بھی گہرا دنیا کے تمام سے آگے بڑھ کر ایک نئی انسانیت کی تخلیق اور ایک نیا عالم کی بنیاد بنائے۔ ایسی ایک دنیا تہذیب کی تعمیر تک نہیں پہنچ سکتے۔ لہذا مودہ اور مدد جن ال توں توں فلسفہ بہت کے پھر میں پڑی ہو سکتی ہیں مگر کسی زندہ اور ابھرنے والی قوم کے خیال کو کبھی اپنی ٹھنڈی نہیں پہنچ سکیں گے۔

ہم ہی جاہلیت کا عنصر تو اس کا احساس کی پیداوار کا اب دنیا کا نیا کائنات ہے ہر جگہ ہے کہ مغرب کا اس سے ایسے ہونے والی ہے۔ انسان کا اپنے آپ کو جانور فرقی کرنا، جانوروں کی زندگی سے نکلنا اور عقائد اور اخلاقیات کی بنیاد پر انسانیت کے آئینہ کار بننے کے لیے اٹھنا، انسانی توانیاں اور ذہن کو تصور حیات طیراۃ، تحریکات اور مسائل کی افق کا انداز قرار دینا، اور کسی فرقہ یا انسانی اقتدار اعلیٰ کو تسلیم نہ کرنا، جو کچھ نئی چیزیں پیدا کر رہا تھا وہ سب اپنی تمام چیزوں کے ساتھ ساتھ اٹھنے لگے ہیں۔ اس فلسفہ بہت کی بدولت انسان کو جو کچھ ملتا ہے، توڑی اور نئی تعمیرات ہیں، رنگ و نسل کی برتری کے دھوکے میں، توں یا ستروں کی بھلائیوں اور سیاسی نکالنے میں، تعمیریت اور دستور اور سماجی نوٹ کے نکلنے میں، افراد سے لے کر بڑی بڑی قوموں اور مملکتوں تک کا اپنے مداخلت میں ہر اخلاقی قید سے آزاد ہو جانا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کا داخلی جانور کی کام کرنا اور دوسرے انسانوں کے ساتھ جانوروں کا سا جگہ سے دور مٹینوں کا سامنا کرنا ہے۔ یہ نظریات اگر عبوریت پیدا کر سکیں تو ایسی قومیں ہیں، افراد کو علم اور کسب حرام اور نفس اور بے حیائی کی لذت دیتی ہے۔ اور اگر اشتراکیت یا جماعتیت پیدا کر سکیں تو ایسی قومیں ہیں، افراد کو جھڑپوں کے لگنے کی بجائے ایک زنجیر یا ایک چوٹی کی پادری کے حوالے کر دیا جاتا ہے تاکہ وہ انہیں میں ملے پاس ہے ہونے انسان کو جبری پاس ہے نہ اس کے چل جان نظریات سے پیدا ہونے ہیں، کسی انسانی غلطی کا تجربہ نہیں ہیں، بلکہ اس شعیر غیبت کی میں غفلت کا تقاضا ہی ہے کہ اس

ہے۔ پہلی پیداہوئی۔ پہلا جو طرح اسے ایک انسان اس سے کسی قسم کی اخراج نہیں ہو سکتا ہے
اسی طرح آئندہ جو ترقی نہیں آتی یا سکتی کہ انسانیت کے اس حوالی تصور اور اخلاقیات کے اس
بات پر مستانہ نظریہ اور اخلاق کی اس تجربی اور محسوس پرستہ بنیاد پر کوئی ایسا اجتماعی مسئلہ
پیدا ہو سکے جو انسان کے لیے موجب صلاح ہو۔

ان سب نظریات کی ناکامی کے بعد دنیا کی کسی نظریہ سے نظروں کی امیدیں وابستہ کر سکتی
ہے تو نہ عربوں ایک یہ نظریہ ہی ہو سکتا ہے۔

جو انسان کو انسانی قرار سے ذکر و تذکرہ اپنی ذات کے تحقق انسان کی راستہ کو بہتر
بنائے جس کا تصور انسانیت مغربی سائنس کے تصور حوالی "اس سائنس کے پیدا ہونے کی گواہی"
اور ہندو مت کے "پوروتانج" سے بلند تر ہو۔

جو انسان کو حق و مطلق اور شریعہ پرستہ بنائے جو اسے شعاعی انسانیت کے اقتدار و حق
کا آئینہ قرار دے اور اس کے گنگے ذریعہ و دریاؤں کی طرح رہے۔

جو اخلاق کے ایک ایسے تقابلی عمل بنائے کہ انسان کو پابند بنائے جس میں اپنی خواہشات
کے مطابق و مقید بدل کہنے کا حق کو نہ ہو۔

جو ذاتی بنیادوں پر انسانیت کو تقسیم کرنے کے بجائے ایک ایسی اخلاقی و روحانی بنیاد
فلیم کو کہ جس پر انسانیت متحد ہو سکتی ہو۔

جو اجتماعی زندگی کے لیے ایسے اصول انسان کو دے جن پر افراد اور جماعتوں اور اقوام
کے درمیان صلح اور تعاون عمل قائم ہو سکے۔

جو زندگی کے نفس پرستانہ تصور سے بلند تر مقاصد و مقاصد و قیمت کے ساتھ پرستار
معیاروں سے بہتر معیار انسان کو دے۔

اور جس سب خصوصیات کے ساتھ جو عقلی و عقلی اور تمدنی و تمدنی اور روحانی کی
مرویت و مدد ہی نہ کرے بلکہ صحیح رہنمائی بھی کرے اور ذاتی و اخلاقی امور و حیثیتوں سے لے کر

ترقی کی طرف سے بنائے۔

ایسا ایک نظریہ اسلام کے سوا دنیا میں اور کو نہ ہے۔ انسانی کمال کا کل ہی کا نام ہے

کتاب انسانیت کا مستقبل اسلام پر منحصر ہے۔ انسان کے اپنے ہاتھ ہونے تمام نظریات اسلام پر چکریں۔ ان میں سے کسی کے لیے کامیابی کتاب کوئی موقع نہیں۔ اور انسان میں اب اتنی مستعدی نہیں ہے کہ پھر کسی فلسفہ کی تصنیف اور اس کی آزمائش پر اپنی قسمت کی بات لگ سکے۔ اس حالت میں مومن اسلام ایک ہی نظریہ دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے خود کو قیامت و جزا کے لگتا ہے۔ ان کے لیے کرب و غم ان کی ہر بات کے لگتا ہے۔ اور جس کی ہر بات کی اختیار کے انسان کی تباہی کی گنتی ہے۔

نہیں اس سے یہ تجربہ نکالنا صحیح نہیں کہ دنیا میں مشرق ہونے کے لیے تیار ہو چکی ہے، اسلام کی غریبیوں پر ایک دستخط اس پر ایمان دے کہ اس کے لیے ایک رحمت و مشعل ہونے کی اور ہے۔ پھر ایشیا، یورپ، مغرب، اور کج سب کو جو تھے چلے جائیں گے۔ ایک تہذیب کے ساتھ اس طرح اچانک نہیں ہوا کہ اگر کئی آدمی کا یہ ہو گئی۔ اور یہی تہذیب کا قیام ہی اس طرح واقع نہیں ہوا کہ کئی پٹریں میدان سے ادھل گئی اور کئی آدمی کے لئے کھلیاں تعمیر ہو گئیں۔ گئے والی تہذیب کے انکار، اصول طریقے، مذہب، مذہب اور ان کے داخلوں پر محرم و مذہب پر اور تہذیب و معاشرت پر پانڈاڑ جاسکتے تھے ہیں۔ اس کے انکار استیصال خود خود نہیں ہو جاتا، اگر نہ سے ہوتا ہے۔ اس طرح گئے والی تہذیب کے طریقہ بھی انسانی پذیر ہونے کے باوجود سادہ سال تک ان میں پر قبضہ جاسکتے تھے ہیں۔ وہ خود جگہ چھوڑ کر نہیں ہٹ جاتے، ہٹانے سے ہٹتے ہیں۔ علیٰ خدا قیاس اس نئی تہذیب پر نئی علامات جانا ہی کوئی نہیں ہے کہ ایک رحمت سے بیٹھے ہیں اور وہ خود ہی جاسکتے۔ اس کام کے لیے ایک ذہن مستعدی، تسبیحی انداز تعمیری تقریب کی ضرورت ہے جو ایک طرف علم و فکر کا وقت سے لگائی تہذیب کی جڑیں انکار سے اور دوسری طرف محرم و فحش و آداب کو اپنی تقویٰ میں لگائی جیسا کہ پر از صرف مقدی کو ہے، عقلی کو ذہنی دیا ہر اس طور پر جاسکتے کہ لوگ اسی کے طرز پر چھوڑ اور عیسوی کرنا شروع کریں۔ ایک طرف ان کے لئے مانڈوں کو لگائے جن میں انسانیت و عاقلانہ عقلی اور دوسری طرف نئے مہلکے تیار کر کے جن میں نئے اطلاق اور نئی سیرتوں کے کوئی ڈھنگ لگیں۔ ایک طرف پرانے نظام تمدن و

سیاست کو بند مٹاتے اور دوسری طرف ایک نیا نظام تدوین سیاست اپنے اصولوں پر موقوف کر دیتے۔

پس دنیا کو ایک ندرِ غفلت کے غلو سے بچانے اور اسلام کی نعمت سے بہرہ ور کرنے کے لیے مروت، اخلاقیات کا انہیں نہیں ہے کہ یہاں صحیح نظریہ موجود ہے۔ صحیح نظریہ کے ساتھ ایک عملی جامعیت کی بھی ضرورت ہے۔ اس کے لیے ایسے لوگ حاکم ہیں جو اس نظریہ پر چننا چاہیں دیکھتے ہوں۔ ان کو سب سے پہلے اپنے ایمان کا ثبوت دینا ہوگا اور وہ مروت، اسی طرف دیا جا سکتا ہے کہ جس امتداد کو تسلیم کرتے ہیں اس کے خود ملیں نہیں ہیں تا پھر پڑیں ان لاجتے ہیں اس کے خود پابند ہوں جس اخلاقی کریم کہتے ہیں اس کا خود فروغ نہیں، جس چیز کو فرض کہتے ہیں اس کا خود التزام کریں، اللہ میں چیز کو حرام کہتے ہیں اسے خود چھوڑیں۔ اس کے بغیر ان کی عدم استعداد ہی مشتبه ہوگی لہذا کہ کوئی ان کے آگے سر تسلیم خم کرے۔ پھر ان کو اس ناسور نظام تہذیب و تمدن و سیاست کے غلط نمونہ بتا دیتا کرتا ہوگا، اس سے اور اس کے پیروں سے تعلق توڑنا ہوگا، ان تمام قائدوں، فکروں، دانشوروں اور اسیسٹوں کو چھوڑنا ہوگا جو اس نظام سے وابستہ ہیں، اور رفتہ رفتہ ان تمام نقصانات، تلخیوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہوگا جو نظام غلطی کے خلاف بقا و بقا کوٹنے کا لازمی نتیجہ ہیں۔ پھر انہیں وہ سب کچھ کہنا ہوگا جو ایک ناسور نظام کے تسلسل کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس انتخاب کی جود جدید میں اپنا دل بھی قراں کرنا ہوگا، اپنے وقت کا عزیز بھی غور کرنے پڑیں گے، اپنے دل و دماغ اور جسم کی بددی قوتوں سے بھی کام لینا پڑے گا، اللہ قید اور جلا وطنی اور فسادِ احوال اور تنہائی اہل و عیال کے غلظت بھی بھگتے ہوں گے، اللہ تمت پڑے تو ہمیں بھی دینی پڑیں گی۔ ان رہا ہوں سے گرسے بغیر نہ پائیں، دیکھی کوئی انقلاب ہو جائے داب ہو سکتا ہے۔ ایک صحیح نظریہ کی پشت پر ایسے مددگار ایمان و لوگوں کی حاجت جب تک دہر، بعض نظریہ، غلو، دیکھنا ہی چھوڑنا ہے، کتابوں کے صفحات سے مشتعل ہو کر خوشی نہیں دیکھی جڑ نہیں پکڑ سکتا۔ نظریہ کی کامیابی کے لیے خود اس کے اصولوں کی

چھڑائیے ہائیں گے اور ان میں کڑائی کی بجلی میں تہلکا دے گا۔ اسی طرح سے
 پھر جو کہ چھڑیں دین میں جنوں نے ہی یا ان دے گا وہی کیا ہے، اس سب کا
 بہت ہی بات ہیں مرنے سے کہ شوق رکھے کہ ہے کہ ہیں اور جملے کوں ؟
 اَلْاَوْحٰی نَزَّلْنَا بِاَنَّ نَقُولَ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ
 اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ
 وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ
 وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ

(بقولہ ۱۰۴)

ایک نام نے یہ جو کہ ہے کہ شوق رکھے کہ ہے کہ ہیں اور جملے کوں ؟
 نہ کہیت تو کہ ہی نہیں جو تم سے پہلے وہاں دے وہاں پر کہ ہی ہے ہاں
 پر کہیں کہ ہیں اُن ہی اور وہ چاہے کہے کہی کہ وہاں دے کہ ہی ہے ہاں
 اس میں اُن کے کہ شوق رکھے کہ ہے کہ ہیں اور جملے کوں ؟

اَلْاَوْحٰی نَزَّلْنَا بِاَنَّ نَقُولَ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ
 وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ
 وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ
 وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ وَنَقُولُ لَكَ اَللّٰهُ اَحَدٌ ۚ

(توبہ ۱۰۴)

ایک نام نے یہ جو کہ ہے کہ شوق رکھے کہ ہے کہ ہیں اور جملے کوں ؟
 نہ کہیت تو کہ ہی نہیں کہ تم میں سے کہ ہیں اور جملے کوں ؟
 اور کیا اور شوق رکھے کہ ہے کہ ہیں اور جملے کوں ؟

وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ
 فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ
 وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ
 فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ
 وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ
 فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ وَیَوْمَ اَتَاکُم مِّنْ اِلٰہِکُمْ اِلٰہٌ ۙ فَاُولٰٓئِکَ اِلٰہُکُمْ ۚ

(الحجرات ۱۰۴)

اور کہیں سے جن ایسے ہی جو کہ ہیں اور جملے کوں ؟

اشک میں خیر عیاں یا ترخانوں کی ایسا سے ایسے نہ سے جیسے اللہ کے ہاں ہے
 لہذا چاہیے۔ ہرگز تیرے رب کی طرف سے رخ نصیب ہر جانتے تو ہی دگ
 اگر اس کے کہ ہم تو تمہارے ہی ساتھ تھے۔ کیونکہ اہل دنیا کے دلوں سے غریب
 واقف نہیں ہے؛ مگر مزبور ہے کہ اللہ یہ دیکھے کہ تم میں سے کتنا دیکھ رہی
 اور نہ تم کو نہ!

وَكَلْبَكُوا مَلَكُوا بِشَقِّهِمْ وَتَوَكَّلُوا عَلَى الْكَافِرِينَ وَكَتُفِرُوا
 أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَتَّبَعُوا أَنَّهُمْ كُفَرُوا وَكُفِرُوا بِالْغَيْبِ وَأَلْمَنُوا
 بِمَا آمَنَتْهُمْ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ
 أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ
 أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ (مَعْرِف - ۱۵۵ - ۱۵۶)

ہم مزبور کہ غریب سناتوں سے اور ہاں والی دیکھوں کے نقصان
 انہیں لگے اور اس کی شہادت دینی مستحق تھی دلوں کو جنہوں نے ہر صحبت
 کی تھی کہ ہم اللہ ہی کے ہی اساتذہ کی طرف سے ہیں پٹ کر ہونا ہے۔ یہی
 دلوں پران کے رب کی طرف سے ہر دیکھ ہیں اور نہ ہے اور ہی دگ
 ماوراست ہائے واسطہ میں!

قرآن یہ سب کچھ کہہ رہا ہے حقیقت پر ہی متبکر رہنا ہے کہ
 وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَلَا تَنفَعُكَ دِينُكَ وَلَا نَسَبُكَ إِنَّمَا يَنْفَعُكَ
 يَتَّقِ اللَّهَ - (مَعْرِف - ۶)

اللہ پر جان توڑ دی ہو سے نہ تھیں، مگر وہ تم میں سے کچھ دلوں کو کچھ
 دلوں کے ذریعہ سے آزماتا ہے۔

یہی وہ رحمت اللہ اپنے باغیوں کی سرکوبی خود نہیں کر سکتا اس لیے تم سے مدد مانگا ہے
 نہیں وہ اتنی زبردست طاقت رکھتا ہے کہ چاہے تو ایک اللہ ہی میں ان کو نہ دیکھ کر
 دے اور اپنے ہی کو خود تم کو دے مگر اس نے یہ چاہا اور نہ ہی دے تو بالی کا ہاتھ پر اس لیے

ٹھا ہے کہ وہ تم انسانوں کو ایک دوسرے کے عقائد میں گمراہ کیا کرتا ہے۔ جب تک باطل پرستوں سے تہذیب و تمدن نہ بڑھے، انداسی قصد میں صاحب دھندلدار و خطرات، وہ ہر ملک پریشاں نہیں کیجئے اپنی ایمان جوہٹے دعووں سے ٹکڑے نہیں ہو سکتے، اور جب تک کہ لوگوں میں سے گمراہ کوئی شخص نہ کرے کہ ایک مذہب یا عقیدہ جو حقائق بن سکتا ہو غلط ہے، ایسا کی زندگی نہ رہے۔

لہذا آج دنیا مستقبل بدحقیقت اس امر پر غور نہیں ہے کہ کوئی نظریہ حق یا باطل ہے یا نہیں، بلکہ کوئی نظریہ حق تو موجود ہے، البتہ اگر غور ہے تو اس امر پر ہے کہ انسانوں میں سے کوئی ایسا گمراہ شخص ہے یا نہیں جو کہ ایمان دار، دامن کے پکے اصول پر ہر چیز و جوہر پر گمراہی کرے اور وہ میں تو یہاں کہنے والے لوگوں پر مشتمل ہے۔

ہم سے کہا جاتا ہے کہ ایسے لوگ جو وہاں کہاں رہی گئے ہیں، وہ تو میں ایک بھاری فکر میں پیدا ہوئے تھے اور پھر حق نے اُس باڈی کو ہمیشہ کے لیے شروع کر دیا، لیکن یہ بھی ایک وہم ہے اور وہ وہم اپنی رگوں کے ذریعہ میں پیدا ہوتا ہے جنہیں خود اپنے آپ سے مایوسی ہے۔ دنیا میں ہر نوعیت اور معاشرت کے آدمی ہر روز میں پائے گئے ہیں اور پائے جاتے ہیں۔ جہاں میں اتفاقاً خصوصیت، کئے والے اور ضعیف افراد، لوگ اور مہر لگتے ہیں انہیں ہمیشہ پائے گئے ہیں اور آج بھی پائے جاتے ہیں، وہیں ایسے لوگ بھی ہر روز میں موجود ہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں جو کسی چیز پر ایمان رکھنے کے بعد اس کو سر ہڈ کر کے اپنے سر و مولیٰ بنائی رکھتے ہیں۔ آج آپ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ایک وہ نہیں ہر آدمی انسان ایسے ہیں جو مثلاً اور برصغیر پر ایمان رکھتے ہیں، اللہ اپنے اس ایمان کی خاطر ہوائی جہاز سے جن دشمن کے ملک میں جستہ لگاتے ہیں جہاں وہی کو معلوم ہے کہ بے شمار شکادی آدمی کی گتات میں لگے ہوئے ہیں۔ وہی کا نقشب جو اسی پر میں نہیں سال پہلے ہی کی بات ہے، اُس کی تاریخ آپ دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ ہزار ہا آدمی جو انقلابی نظریات پر ایمان رکھتے تھے، مسلسل سخت مدتی ملک ہر قسم کی قربانیاں دیتے رہے، مہاجرین کے جہاز میں بیٹھے گئے، چھانسی پر چڑھتے گئے، جلا وطنی کی حالت میں برسوں تک

۴۵

الف

مطالبہ پاکستان کو

یہود کے مطالبہ قومی وطن سے تشبیہ دینا غلط ہے

سوال: "ہر عقیدہ ہے کہ سماں کام حج عظیم کی نعمت و نعتی احکامات ہے۔ سماں کی
 رنگ کا عقیدہ ہوتا ہے کہ کسی دنیا اور اس کے مقدس مقاموں پر چنانچہ اس دور میں کہ جتنے
 کی ترقیب دینا ہے۔ اس لیے اس کا نظری نصب العین و قرار پاتا ہے کہ سماں
 عالم کرنا اور اس کے آگے حرکت کرے۔ یہی مشرورانہ انداز ہے۔ یہ سب سے پہلے
 ہوائی پاکستان چاہتے ہیں۔ چند سوس کی دیں کہ ایک گزرا مالکی کے خیال کہ
 سلطان مسلمان نہیں کی زندگی گرا سکیں۔ کیا اس میں خطہ خطر سے قادیان کو چھوڑنا
 یہودی قوم عقیدہ و مشرب قوم ہے۔ ہندو پاک نے اس پر زمین تلک کر دی ہے۔ اور
 ہر جگہ کہ اس قوم میں دنیا کے شے سے بڑے کسی وسیع و راسد ملت علوم کے ہیری
 موجود ہیں۔ یہی ان کے قبضہ میں ایک پتہ زمین کی نہیں ہے۔ ان کی وہ پناہی وطن
 بنانے کے لیے کئی نگرینوں سے ایک لگنے ہیں اور کئی ہریکی وادیوں سے۔
 میرے خیال میں مسلمان یہاں تک کہ اس کی ایک ہی کو ہی ہے۔ وہ یہودیوں
 کی طرح پاکستان کی ایک ہی جھڑی سے اور کئی نگرینوں سے لگتی ہوئی
 ہے۔ ترجمہ کیا یہ ایک عقیدہ اور مشرب قوم کی ہوئی نہیں ہے؟ اور کیا ایک عقیدہ
 مشرب قوم کی ہوئی مسلمانوں کی اسی عقیدہ میں ہاں گزرا کر شے کی؟"

جواب : پاکستان کے متعلق آپ میرے مفصل جوابات ”مسلمان اور یوں سیاسی کشمکش“ مضمون میں حاصل فرمائیے۔ میرے نزدیک پاکستان کے مطالبہ پر یہودیوں کے قوی وطن کی تشبیہ چسپاں نہیں ہوتی۔ فلسطین کی اراقتی یہودیوں کا قوی وطن نہیں ہے۔ اُن کو وہاں سے نکلے ہونے دو ہر ذریعہ سے گن چکے ہیں۔ اُن کے گھر ان کا قوی وطن کہا جاسکتا ہے تو اسی میں جن میں یہودیوں کی اکثریت کے ملک وسط ایشیا کا اپنا قوی وطن کہا جاسکتا ہے۔ یہودیوں کی اصل پڑائیلیں یہ نہیں ہے کہ ایک ملک ذاتی ملک کا قوی وطن ہے اور وہ اسے تسلیم کرنا چاہتے ہیں۔ بلکہ ان کی اصل پڑائیلیں یہ ہے کہ ایک ملک ذاتی ملک کا قوی وطن نہیں ہے اور ان کا مطالبہ ہے کہ ہم کو وہاں کے مختلف گروہوں سے میٹ کر وہاں بسایا جائے اور اُن سے بڑھ چلا قوی وطن بنادیا جائے۔ بخلاف اس کے کہ جبر پاکستان کی حیثیت ہے کہ جس علاقہ میں مسلمانوں کی اکثریت آباد ہے وہ باغی مسلمانوں کا قوی وطن ہے۔ اور مسلمانوں کا مطالبہ ہوتا ہے کہ موجودہ یہودی نظام میں یہودستان کے دوسرے حصوں کے ساتھ گٹھننے سے ان کے قوی وطن کی سیاسی حیثیت کو برقیہ پختہ ہے اُن سے اس کو توڑنا کہہنا ہے اور متحدہ یہودستان کی ایک آزاد حکومت کے بجائے متحدہ یہودستان اور مسلم ہندوستان کی دو آزاد حکومتیں قائم ہیں۔ یعنی بالفاظ دیگر یہودستان چاہتے ہیں کہ ان کا قوی وطن جو باغی ہوتا ہے اُن کو اپنی آزاد حکومت ایک قائم کر کے لاحق حاصل ہو جائے۔

یہ پیراچینہ دی ہے جو تاریخ دنیا کی ہر قوم یا ہتی ہے اور اگر مسلمانوں کا مسئلہ ہونے کی حیثیت کو نظر انداز کر کے انہیں عورت ایک قوم کی حیثیت سے دیکھا جائے تو ان کے اس مطالبہ کے حق بجانب ہونے میں کوئی گمراہی نہیں کیا جاسکتا۔ ہم صرف اس بات کے غفلت ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم کسی دوسری قوم پر سیاسی دماغی حیثیت سے مستعد ہو۔ ہمارے نزدیک صرف یہ قوم کا حق ہے کہ اس کی سیاسی دماغی ان کے اپنے ہاتھوں میں ہیں۔ اس لیے ایک قوم کو ہونے کی حیثیت اگر مسلمانوں کا مطالبہ کرتے ہیں تو یہی طرح دوسری قوموں کے ساتھ ہیں یہ مطالبہ صحیح ہے اس طرح ان کے مطالبہ کی طرح ہے۔ اور جس میں یہی چرکا خراب نہیں بنانے پر اس حوالہ سے یہودستان ہے کہ مسلمانوں نے ایک سو فیصد حمایت اور ایک نظام کو دیا

اور ہم بزرگ دست ہونے کی حیثیت کو نظر انداز کر کے صحت ایک قوم ہونے کی حیثیت اختیار کر لے ہے۔ اگر وہ اپنی اصل حیثیت کو قائم رکھتے تو ان کے لیے قوی دامن اور اس کی آزاد ملی گرواں ایک نہایت حقیر گرواں ہوتا، بلکہ حقیقتاً سر سے سے دھن کے لیے پیلا ہی نہ ہوتا۔ اب وہ گرواں ہوا ہمارا ایک خدا سے غلطے میں اپنی حکومت حاصل کر لینے کو ایک انتہائی غصہ ہمیں بھروسہ ہے چہ؟

میں نے اگر وہ نظام اسلامی کے داعی ہونے کی حیثیت اختیار کریں تو تو تھا ایک مسلمان داعی دنیا پر اپنی دینی و حقیقت اپنے اس نظام کی میں کا وہ داعی ہے، حکومت کا داعی ہر کتاب ہے اور صحیح طور پر کسی کو ہے تو اسے حاصل ہی کر سکتا ہے۔

(ترجمان القرآن، جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۴ء)

مسلم لیگ کے اختلاف کی نوعیت

مسلم لیگ کی مجلس اعلیٰ کی جانب سے حسب ذیل مراسلہ نامہ جاری ہے پاس بھیجا

جے۔

ملک اعلیٰ اصول و خطوط اور ضمیموں پر ہندوستان مسلمانوں کی سیاسی اکثریت
اصول اعلیٰ کا حق کے تحت ہوتے ہوئے ہیں اور انگریزوں کے ہوتے ہیں۔
اصول اور ضمیموں اور نقطہ نظر کے مطابق جن کے بعد ان کو کام حسب ذیل خطوط پر
اپنی تفصیلی رائے تحریر کی گئی ہے۔

دھن: ایک یہ قابل غور مسئلہ ہے کہ انگریزوں کی ایسی کے متعلق اصول
کے لیے مسلمانوں کے قصص فرقہ وارانہ میں نظر کو متاثر نہ ہو گیا ہو۔
دھن: ایک یہ مسئلہ ہے کہ انگریزوں کے اصول و ضمیموں کے ساتھ
مطابقت رکھتا ہے۔

دھن: ہندوستان مسلمانوں کی اصول و ضمیموں کے ساتھ ہوتے ہیں انہیں
نہیں ہیں بلکہ ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
حاصل کریں ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے
میں ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے ان کے لیے

اور ہرگز رش و اختلاط کو نقل چھوڑ دیتا۔ اس نصب میں اس سولی پر جو پائی کا مکر سے لگا اس کے نیچے وہ سوائت جراب کے ماتھے اُسے ہیں اقل تو سوائت سے پیدا ہی نہ ہونگے اور اگر ان میں سے بعض سوائت پیدا ہوئے ہوں تو اُن میں شکل میں نہیں ہوں گے جس شکل میں راب کے سوائت اب یہ سوائت اُسے ہیں۔ ان میں کوئی نئی ایکم داخل نہیں کرنی ہوگی، بلکہ وہ وقت لازم کرنی ہوگی جس سے وہ اس ایکم کو نکالیں، پہلے ہی بنی ہوئی رہے۔ وہ اس کی پیدا نہیں کریں گے کہ وہ سوائت وہی ایکم کے خور کے لیے سادہ رہیں یا نہیں۔ وہ سادہ سوائت کو زندہ نہیں گے تاکہ وہ اس ایکم کے لیے سادہ رہی کہنے پر آمادہ ہوں۔ غرض یہ کہ ان کا نقطہ نظر اس سادہ میں اس نقطہ نظر سے داخل غصہ ہوا جو آپ حضرات نے اختیار کیا ہے۔

میرزا خاں ہے کہ آپ حضرات ایکس پی پی پی کی بن گئے ہیں میں لاکرٹی میں شکر آپ نہ پا لیں، اور وہ پی پی پی ہے کہ ایک سوائت آپ اس پوری سوائت لازم کو سوائت کی حیثیت سے لے رہے ہیں میں کے خور سے فی صدی خور و سلام سے جا لیں، اور یہاں سے فی صدی خور و سلام سے فی صدی خور و سلام سے جا لیں، یعنی وہ خور و سلام کے طریقہ پر چلنا انہیں چاہتے اور داس منٹ کو یہ دیکھنا چاہتے ہیں میں کے لیے اس کو سوائت نکالنا ہے۔ وہ سوائت طرب آپ حضرات کے اس پسے پر جو کہ ہر اس وقت ملتا ہے، خور و سلام کی ترجم کے بعد قبول کر لیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ سوائت ہی رہی اور چروان کے اندر کسی سوائی ایکم کے خور کی گنجائش ملے۔ یہ چیز آپ کے لیے ایکس پی پی پی پیدا کرتی ہے۔ اور اس وجہ سے میرزا خاں یہ ہے کہ میں اسکی سے آپ حضرات عرض کر رہے ہیں میں لاکرٹی میں آپ بھی نہ پا لیں گے۔

دربار میں حوکن جو دانی انگست، شہزادہ اکبر ۱۵۵۴ء

وقت کے سیاسی مسائل میں جماعت اسلامی کا مسلک

مسئلہ: ”اس وقت مسلمانوں پر چند دشمنوں میں سے کون سی ذیلی اکثریت کا اقتدار ہو گا؟ مسلمانوں کے حقوق اور آزادیوں کی تحریک کے اصول پر ہندوستان کی اسلامی زندگی کی تشکیل کو کیا حق ہے۔ وہم و غم میں شمول کی اکثریت جسے مسلم لیگ چاہتی ہے وہ کون ہے؟ اور اس کے خلاف کیا کرنا ہے؟ اگر اصل میں وہی اسلامی سرکار منظور ہے؟ مسلمانوں پر جو سیاسی مشکلات ملنے کا حکم ہے، بات یہ ہے کہ وہ حل ہو چکی ہے کہ وہ ذیلی اکثریتیں وہم و غم کے خلاف ہیں۔ لیکن صرف میں یا کسی اور انسان جب وہ وقت میں ہوتا ہے تو چھوٹی جاکر توڑ کر کے۔ یہاں اکثریت کی اکثریت اور اکثریت ہے، اس کا مقصد مسلمانوں کی بہت سے ضرورت ہے، اس کے خلاف میں لیگ کی اکثریت کو یہ غور و خوی ہے، لیکن اس سے یہ غلط فہمی ہے کہ اس کو کد مسلمانوں کی زندگی کو کسی قسم پر دیتے۔ ہندوستان میں مسلم لیگ کے ایک حصہ پر ہوتے ہوئے اس کے خلاف مسلمانوں کی یہ بات ہے کہ اس وقت ہندوستان میں انتخابات کی ہم درمیت ہے اور انتخابات فیصلہ کی حیثیت رکھتے ہیں، لیگ قوت تمام بزرگی عناصر کی مسلم لیگ کو پہلے سے کشش کر رہا ہے، میں جس میں گاہ کہاب ہو جائی تو اس کا کد ہی نہیں، یہاں اکثریت کی ذیلی اکثریت مسلمانوں پر

نیز حق سندی کے رہ جائے گی۔ دوسری طرف مسلم لیگ نے اب اس کی اپنی ہے
 اس میں ایک مستقل قوم ہیں اور وہ اپنی قومی حکومت قائم کرنے کے خواہشمند
 ہیں۔ اور دونوں کا فیصلہ رائے و جہدوں کے دونوں پر منحصر ہے۔ ایسی صورت
 میں ہم کو یاد دینی چاہیے کہ کیا ہم لیگ کے حق میں دو دشمنوں اور دو دشمنوں
 یا دشمنوں کی صف میں ہیں؟ یا خود اپنے فائدے سے لڑ رہے ہیں؟

جواب ہے۔۔۔ آپ کے ذہن پر شک کے سرچشمہ سیاسی مصلحت کا غلبہ ہے۔ اس لیے آپ
 کو صرف وہی نظر آتے ہیں جسے خود مسلمان کے مسلمان سمجھتے ہیں۔ مگر لیگ آپ
 اور اس کے حامیوں سے دیکھتے تو ان دونوں کے خلاف آپ کا اندیشہ سے اخلاقی و فکری،
 تمدنی و مذہبی اور سیاسی و معاشی نظر آتے ہیں اس وقت مسلمانوں پر جو ایک بوجھ ہے
 ہیں، اس پر ایک فکری سزا ہے جو ان کی طرف سے ہر اس قوم کو عائد ہے جو کثرت الملکی
 حامل ہونے کے باوجود اس کے اتحاد سے منہ موڑے اور اس کے منشا کے مطابق کام کرنے
 سے ہی بچتا ہے۔ اس سزا سے اگر مسلمان بچ سکتے ہیں تو نہ صرف اس طرح ان کا پھانسی اصل و
 بنیاد پر مبنی ہے بلکہ ان میں ایک پارٹی میں دوسری پارتی سے ملنے مستعد ہوتے ہیں، اور اس کام کے
 لیے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ انھوں نے اس کتاب اللہ دی گئی تھی۔ لیکن اگر وہ اس سے منہ موڑتے
 ہیں تو پھر خود میری پارٹی میں لے کے دیکھیں، ان میں جانیے کہ کسی ایک فتنہ انگیز سزا ب
 دہی، بلکہ ہر تہذیب و تمدن کے لیے ہوا کرتی ہے۔

آپ نے جو سوال جماعت اسلامی کی ترقی اور فیصلے کے لیے پیش کیا ہے اس کے
 متعلق میں وہ باتیں واضح طور پر عرض کیے دیتا ہوں تاکہ آپ کو اور آپ کی طرح سوچنے والے
 اصحاب کو آئندہ اس مسئلہ میں کوئی الجھن نہ پیش آئے۔

اول یہ کہ پہلے آپ اس جماعت کے تصویق نامہ کو بھی طرح بھریں۔ یہ جماعت کسی ملک
 یا قوم کے دفعتی مسائل کو سامنے نہ کر دیتی تھی۔ یہ مسلمانوں کو مل کرنے کے لیے نہیں دیتی ہے،
 اور نہ اس کی بنائے قیام یہ قاعدہ ہے کہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے جس وقت جو
 اصول چلتے نظر آئیں ان کو اختیار کر لیا جائے۔ اس جماعت کے سامنے تو صرف ایک ہی لیگ

ہمارے ایمان اور ہمارے اسامی عقیدے سے ہے۔ اگر چند دستان کے علماء اور علماء دینیوں
 اس حیثیت سے ڈیڑھ روٹ ٹکڑے میں اور ترقی معائنوں کے لیے تفتیشیاجو جہانی سے
 ایم نہیں لگتی ہیں تو اس کی جوابدہی وہ خود اپنے اندر لے سکتے کریں گے۔ لیکن ہم کسی قائد سے
 کے چارے اور کسی شخص کے فیصلے سے جس اصول کے لیے میں جو یہ نظام کے ساتھ کسی قسم کی صحت
 نہیں کر سکتے۔ آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ جو یہ لای حیدر سکتے ہر شے آخر ہم کس طرح اختیار نہیں
 حاصل کر سکتے ہیں؟ کیا ہمارے لیے یہ جائز ہو سکتا ہے کہ ایک طرف تو ہم کتاب اللہ کی منہ سے
 ان تمام حرکت قانون سازی کرنے کو شرک قرار دیں، اور دوسری طرف خود اپنے دلوں سے ان لوگوں
 کو غلبہ کرنے کی کوشش کریں جو خدا کے امتیازی اختیارات غلبہ کرنے کے لیے ہمیں میں
 ہونا چاہتے ہیں؟ اگر ہم اپنے عقیدے میں مداخلت میں تو ہمارے لیے اس معاملہ میں عورت ایک ہی
 واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اپنا سامان اور اس اصول کے منافی ہر شے کو فریٹ کریں کہ حاکمیت عورت
 خدا کی ہے اور تمام قانون سازی کتاب اللہ کی منہ پر مبنی ہونی چاہیے۔ بسبب تک یہ اصول دینی
 یا ہمارے ہم کسی انتخاب اور کسی راستے وہی کو حلال نہیں سمجھتے۔

(ترجمہ انگریزی: ستمبر ۱۹۷۹ء)

میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ہر امت اسلامی نے تقسیم کے بعد انتخابات میں حصہ لینے اور امیدوں کی رکھنا
 حاصل کرنے کو اس وقت تک یا تو تسلیم نہیں کیا جب تک پاکستان کی دستور دہی میں نے دستور اور
 قصہ (Objectives Resolution) پاس کر کے خدا کے لئے کی حاکمیت تسلیم نہ کریں۔

نظامِ کفر کی قانون ساز مجلس میں

مسلمانوں کی شرکت کا مسئلہ

سوال۔ آپ کی کتاب ”مقدمہ فلسفہ سیاسی“ پڑھنے کے بعد حقیقت کو پیش
 ہو گئی ہے کہ قانون سازی کا حق صرف عوامی کے لیے اختصاص ہے اور اس حقیقت کے
 خلاف اصول یہ ہیں کہ قانون ساز مجلسوں کا ہر رکن جس شریعت کے خلاف
 ہے بلکہ ایک نئے قانون ساز ہے کہ اگر وہ مسلمان ہیں تو ان کی شرکت کو عزمِ تسلیم
 کر لیں تو ہر سیاسی جماعت سے مسلمان تہہ پر ہائیں گے نہ صرف کہ سیاسی
 قوت ہی سے قوم کی خدمت و سیر و کام کیا جاسکتا ہے اور ہر نئے اگر یہی قوت
 کو بالکل غیروں کے ہاتھ پر دے دے تو اس کا نتیجہ بھی برا ہو گا نیز مسلم و مشن کی
 وہ حد یہ ہے تو ان کے اندر کی گے وہ یہ نظام اور سیاسی گے جس کے لیے کچھ
 حد تک ہائیں گے، پھر آپ اس سیاسی تاہی سے بچنے کی کیا صورت مسلمانوں
 کے لیے تجویز کرتے ہیں؟

جواب۔ آپ نے ابھی سوال میں عرض کیا کہ قانون ساز مجلس ہے نتیجہ بہت آ
 آپ کی کہ یہی گئی ہے کہ وہ نظام جس میں مسلمان خود اپنا قانون ساز بن جائے یا نہ ہو
 کہ قانون سازی کا حق دیتا ہے اس سے قطعاً ہے۔ نیز یہ بہت ہی آپ کہ چلے گی کہ اس
 ہی ہے کہ علم و ہوش و تدبیر کے لیے ہے اور ان کے کاموں کے علم کا استخراج ہے نہ کہ خود

واجب مقرر ہوا۔ اب آپ کو یہ مرہا پایا ہے کہ مسلمان ہیں کے معنی آپ فکر کر رہے ہیں۔
 کس فرق کے لیے مسلم؟ ناں ایک جا صحت دیتے گئے تھے؟ کیا اس فرق کے لیے کہ
 وہ اس امر میں کہ جو قرآن سے ثابت ہے، دنیا کے سامنے پیش کریں، اس کو تسلیم کریں۔
 خدا اپنی زندگی کو اس پر قائم کریں اور دنیا میں اس کو جاری کرنے کے لیے اپنی چھٹی قوت موت
 کر دیں؟ یا اس فرق کے لیے کہ اس کے ہاں رخصت ہوا اہل ہی دنیا میں قائم ہو جاتے
 اور عساکر کی اپنی عظمتوں کی بدولت قائم ہو، اس کی مخالفت کریں اور اس کو اپنا نہیں دے
 اس کو مٹانے کی کوشش سے اس لیے گریز کرتے رہیں کہ کہیں ان کے معاد کو خداوند نہ پہنچا دے؟
 اگر پہلی بات ہے تو مسلمان کی جو کچھ کر رہے ہیں، غلط کر رہے ہیں، اور ان کا معاد اگر ہی غفلت
 سے دہستہ ہے تو ہرگز اس قابل نہیں ہے کہ اس کی ہمدی کہتے، اور ایسی مسجد حال
 میں ایک بچے سنان کر اپنی قوم کے ساتھ کہ جو کچھ کلامت اختیار کرنے کے بہانے اور حق کو قائم
 کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، غور اس کی قوم اس کا ساتھ دے یا نہ دے۔ اور اگر آپ کو یہ
 بات کے قابل ہی تو ہو رہے ہیں کہ کھنے کی ضرورت نہیں ہے، حق کو مٹانے کے باوجود خلاف
 حق طریق پر اگر حق قوی معاد کی خاطر آپ جانا چاہیں تو کیا گتے ہیں۔

یہ اذیت کتنی چلی گیا ہوتا ہے کہ اگر ہم ایسوں سے پیڑ لیں تو انہی غیر مسلم کا حق پر ان کا نظام
 عرصت کے تھا، ایک ضرورت ہی دانی کے اور اگر نظام اہل کے لے کر نہ ہے ہم ان میں تو دوسرے
 ہی دانی کے اور اس مسیحی زندگی کے سامنے کھڑا رہنا ہی ہو کر رہا ہی رہتی ہی کہ
 علم کر دیں گے، حلی کو سامہ کا نام بھنے دے ہاں ہی نہ ہیں گے کہ تم ہی سے خطاب کر سکو۔
 لیکن واقعہ ہے کہ انہی پٹے چٹنے پر خاک ہیں اس سے زیادہ عام خیال کے نوسہ ہیں مگر
 ہم نے یہ کیا ہوتا کہ موت ایک نئی پالیسی اختیار کر کے مسیحی زندگی کا سامنا کھڑا چھڑویں
 اور کوشش میں جا بیٹھیں تو یہ اندیشہ فرد کی شخصیت پر مبنی ہوتے۔ لیکن ہم اس نئی کے ساتھ
 ساتھ ایک اثبات ہی تو پیش کرتے ہیں، اور وہ ہے کہ مسلمان اس نظام کے ساتھ زندگی
 کرنے کے بہانے دنیا میں نظام حق قائم کرنے کے لیے نظم کی ضرورت کریں اور مذہبی قوتوں
 کے ساتھ اپنے ذہنی مفاد کے لیے کشمکش اور مزاحمت کرنے کے بہانے ہی کے سامنے

وہی حق پیش کریں جس کی پیروی میں تمام انسانوں کی فلاح ہے اور قرآن کے نزدیک ہے ،
میرے دوسروں کے نزدیک ہے اور اخلاق اس کی کہہ رہے ہیں دنیا میں فلاحی ، اخلاقی معاشی ،
انسانی عدویاسی انقلاب برپا کرنے کی کوشش کریں۔

ہماری اس دعوت کے جواب میں دو صورتیں پیش آسکتی ہیں ،

یکہ کہ کام چند صدیوں کے مسلمانوں ہیں کی تعداد میں گروتا ہے اور جس کے پاس ہادی ثانی
انسانی عدوی اخلاقی ترقیوں اور عقائدوں کی طاقتوں کی کمی نہیں ہے ، ایک وقت ہماری اس
دعوت کو قبول کر لیں اور اپنی اپنی اخلاقی اور عملی تمام حیثیتوں سے اسلام کے سچے والی ہو جائیں۔
اگر یہاں پہلے تائب توبہ اور شہادت ہے جس کی سب کچھ آپ کے ہاتھ سے مل جائے گا اور یہی
ہو جائے گا کہ ان کو چند مسائل میں نہیں دینا ایک بڑا مقاب آپ کے ہاتھ آجائے گا ، ہندوستان
میں اقلیت اور اکثریت کا جھگڑا کچھ دیکھنے پر ہوا ہے گا ، ہندوستان میں خاصہ اسلامی
طرح سے کام ہونے سے کوئی طاقت مذکورہ کے کسی ہیبت عمل سنت کے اندر مسلمان ہونے کی
جی کو باپٹ ہونے کی اور ہندو ترقیوں کے کسی ہادی دنیا پر چھائی ہوئی ہیں ، کسٹن ہونے سے
مستغفرا ہو سکیں گی۔

دوسری صورت پیش آسکتی ہے ، اور یہی اس وقت متوقع ہی ہے ، کہ مسلمانوں میں
سے ہندو کی قومی قومی تعداد میں پاک نفس اور اخلاقی طور کے ذہنی رکھنے والے لوگ ہندو
اس دعوت کو قبول کرتے جاتے ہیں گے اور جب تک وہ ان میں کوئی گرو منظم ہو کر ایک طاقت بنے
عام مسلمان اپنے پیشرو کی پیروی میں وہی کہہ کر رہے ہوں گے جو ایک سنت سے کرتے آ
رہے ہیں انسانی گروتا ہے جس ۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ غلطو پیش نہیں آسکتا جس کا
آپ اندیشہ ظاہر کر رہے ہیں ، کیونکہ خدا کو مسلمانوں کی عظیم مقامی اکثریت اسلام کے کام کرنے
کے لیے رجوع ہے گی جس کے ذکر نے ہے کہ یہ بھگت میں کہ مسلمانوں کا وہی خدا خاک میں ہوں
جائے گا ، اب اگر یہ مسلمانوں کے ہوتے ہیں وہ دعوت دہی ایک کام دہی میں کی طرف ہم آ
ہے ہیں اور اگر ہم ہی اس حق کے تقاضے سے انہیں چند کہ کے حق قدم اور اس کے
نفاذ کی فکر میں ہوں ، اعلیٰ کاروں کی طرف منظر جاتے ہو آج اسلام اور مسلم خدا کے نام سے ہر

وہاں ہیں تو یہ ہیں لیکن کہ وہاں ابھی تو قرآن کا بندہ ہوگا، مسلمان تو وہاں نہ تھا خود ہی اس
 ہستی کے لئے ہے۔ یہ بھی نہ نقل کیے گی جس میں وہ پیروں کی طرح عربوں میں بے شک ہوئی ہے
 کہ وہاں کتاب رکھتے ہوئے اس نے اس کتاب کا مشاہدہ کیا کہ اس نے خدا کا نام لیا۔

(قرآن القرآن - مکرّم ۵۹۵ - دسمبر ۱۹۴۳ء)

مباحات قانون سازی کی اُکثیت شرعی نقطہ نظر سے

سوال: کیا مسلمانوں کی حیثیت مسلمانوں پرستوں کے اسپین کی جیسی ہاں ہے یا نہیں؟
 اگر نہیں تو کیوں؟ یہاں مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے نمائندے اسپین کی اُکثیت
 کے لیے لکڑے پر بیٹھے ہیں اور ان کی طرف سے ووٹ حاصل کرنے کے لیے
 بھرپور ہاتھ پیر رہا ہے، حالانکہ وہاں کے مظاہر یہی ہے کہ اگرچہ بڑا عجب نہ
 ہوں کہ انسانی حاکمیت کے نظریے پر قائم ہر سفارشی اسپین اور اس کی
 اُکثیت دونوں شرعی صحت کی نگاہ میں ناہوش ہیں، مگر تاؤ فیکہ معتزل جیرو پشی
 ذکر اسکی، ووٹ کے مظاہر سے چھٹکارا پانا دشوار ہے۔

جواب: اسپین کے مطلقاً محمدیہ گروہوں و جماعتوں میں جتنے جمہوری نظام بستے
 ہیں (جی کی ایک شاندار ہندوستان کی موجودہ اسمبلیاں بھی ہیں) وہ اس مغربی طرز پر نہیں
 ہیں کہ مسلمانان ملک اپنے مباحات کے متعلق خود اُکثیت سے سیاست، سیاست، اخلاق
 اور معاشرت کے اصول وضع کرنے اور ان کے مطابق تفصیلی قوانین و ضوابط بنانے کا حق
 رکھتے ہیں بلکہ اس قانون سازی کے لیے دلائل عام سے بااثر کسی حد کی ضرورت نہیں
 ہے۔ یہ نظریہ اسلام کے نکلنے سے بالکل برعکس ہے۔ اسلام میں تو حید کے عقیدے کا دعویٰ
 ہے کہ لوگوں کا اور تمام دنیا کا مالک اور فرماں بردار اللہ تعالیٰ ہے، ہدایت اور حکم

ویناس کا کام ہے اور لوگوں کا کام یہ ہے کہ اس کی ہدایت اور اس کے علم سے اپنے لیے
 قانون زندگی اختیار کریں، نیز اگر اپنی گناہی باتیں استعمال کریں بھی تو ان حدود کے اندر
 کریں جن حدود میں خود اللہ تعالیٰ نے ان کو آزادی دی ہے۔ اس کی نظر پٹھان کی دوست
 قانون کا محافظ اور تمام مباحات و تدابیر میں روح اللہ کی کتاب اور اس کے اصول میں اللہ علیہ
 وسلم کی سنت قرار پاتی ہے۔ اور اس تفسیر سے ہٹ کر تو ان مذکورہ چھوٹی نظریات کو
 قبول کرنا گویا عقیدۂ توحید سے غرض ہر وہ ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ بڑا مسجد یا
 پارسیٹیں مسجد نہ کہ مسجد ہی اصول پر بنی ہیں ان کی کیفیت حرام ہے۔ لیکن کہ دوست
 دیکھنے کے سنی ہیں کہ ہم اپنی بات سے کسی ایسے شخص کو منتخب کرتے ہیں جس کا کام
 مسجد و دستور کے تحت وہ قانون سازی کرتا ہے جو عقیدۂ توحید کے سراسر مخالف ہے مگر
 علمائے کرام میں سے کوئی صاحب اس چیز کو حلال اور جائز سمجھتے ہیں تو اس سے اس کی
 دلیل صحیح ثابت کیجیے۔

اس قسم کے مباحث میں یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ چونکہ یہ نظام مستبد ہر جگہ ہے اور لوگ
 کے بارے میں مباحث اس سے متعلق ہیں، اسی لیے اگر ہم اتفاقاً بات میں ستر دہیں اور نظم و
 حکومت میں شریک ہونے کی کوشش کریں تو میں تو ان اصولوں سے قطعاً پرچہ ہائیں گے۔
 ایسے وقت سے کسی ایسی چیز کی ہر صورت حرام ہو، حلال ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ اور نہ عزیمت
 کی کوئی حرام چیز میں نہ ہوتے گی میں کہ مصطفیٰ اور غرضوں کی بنا پر حلال نہ ٹھہرا جاسکتا۔
 اضطراب کی بنا پر حرام چیزیں استعمال کرنے کی اجازت شدہ نیست میں ہائی تو جاتی ہے لیکن
 اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آپ خود اپنی غرضوں سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوئی ایسی چیز
 اضطراب کی حالت میں پیدا کریں، پھر اس اضطراب کو دلیل جا کر تمام عزائم کو اپنے لیے حلال کرتے
 ہائیں اور اس اضطراب کی حالت کو قائم کرنے کے لیے کوئی کوشش نہ کریں۔ جو نظام اس

لے اس مسئلہ کو بزرگ تحصیل کے ساتھ بحث ہوا ہے وہ میری کتاب "اسلام کی راستہ"

طالعہ نوائیں - (جیب)

وقت مسلمانوں پر مسلط ہوتا ہے، جس کے تسلط کو روکنے کے لیے دلیلی اخطار دیا گیا ہے،
 وہ اٹھراٹھ کاپڑ ہیں غلطیوں کا تو قیہ ہے۔ چرواہے بھلاستے اس کے کہ چار سو تین گوتہ دھلی اس
 نظام کے بدلے اسے اس اسلامی نظام قائم کرنے کی سہ میں مصروف کریں، اس میں اخطار کا بھگت
 یا اس نظام کے اندر مستعد رہنے اور چلنے پر ہونے کی کوشش کرنا ہے۔

درجہ اولیٰ القراءۃ - مرم ۱۹۵۵ء - دسمبر ۱۹۶۵ء

پُر امن انقلاب کا راستہ

سوال : ”ذیل میں مذکور بات میں کن باتوں پر اور کون سی غفلت کو ترجیح دینا چاہیے
حکمت کی بنیاد پر۔“

(۱) ترجمان القرآن کے اس وقت سے جو سترہ برس ہیں ایک سال کا سوال شائع ہوا ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کس منظم شیٹ کا سامنا نہیں کرنا پڑا، مگر حضرت یوسف
علیہ السلام کے سامنے ایک منظم شیٹ تھا اور انہوں نے جب ریاست کو
اقتدار کی منتقلی کرنے پر آمادہ پایا تو اسے بڑھ کر قبول کر لیا اور طریق کار اختیار
نہیں کیا کہ پہلے سو نہیں مانیں کہ ایک ریاست تیار کریں۔ کیا تو بھی جبکہ شیٹ
اس وقت کی گارڈین ہو چکے ہیں، اس قسم کا طریق کار اختیار کیا جاسکتا
ہے؟ اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے پر ہمارا
الٹان نہیں تھا بلکہ یہ دنیاقت کو اس وقت تک ہم کو حضرت یوسف علیہ السلام کا
اجتہاد کرنا ہی کہوں چاہیے؟ ہمارے لیے تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا تھا
اور جابر ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک روایت کی پہلی کٹی کو بڑھ کر
کے اپنے ہی خطوط پر جو ان دنیاقت کی تعمیر و تشکیل کا کام جاری رکھنے کا فیصلہ کیا
تھا اور ہمارے لیے بھی طریق کار یہی ہے! واضح فرمائیے کہ میری دہائی

کس ملک کی خط ہے ؟

۱۵) کہنے کی تحریر فرمادیتے کہ کسی دوسرے ملک سے انٹیمید ہر باتیں کہہ دو وقت
دستوری طریقوں سے ملک میں داخل کرنا ہندوستان کے ہاتھ تو ہیں اس
وقت سے قاعدہ کے نفوذ میں داخل کرنا اس ملک سے ملک میں داخل ہونا
ہے کہ راستہ نکال کر ایک ملک کے بیرون میں اپنے کسی لیے تیار ہے اور ملک
اخراج کرتی ہے۔ اس معاملہ میں اس ملک کی قریح نہایت ہے۔

جو اچھے و ہند کے لیے سارے انجیل پریم دستور و احکامات میں خود نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ بھی جا سکتے تھے کہ اس طریق پر بھی ہر کام انجام دیا جاتا ہے جب قرآن
کے دوسرے ہیں دستور ہر ہاتھ کے اس معاملہ میں کسی نے کوئی خاص طریق اختیار کیا
تھا کہ قرآن نے اس کو مستحق بھی قرار دیا ہو تو وہ دوسرا ہی دینی طریق کا ہے جیسا کہ ہر ایک
صلی اللہ علیہ وسلم کے سنوں پر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر بادشاہی پیش کی گئی تھی اس شرط کے ساتھ مشروط تھی
کہ آپ اس میں کوئی اس کی تبلیغ کو چھوڑ دیں تو ہم سب ہی کو آپ کا اپنا بادشاہ بنائیں گے۔
یہ بات اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے بھی پیش کی جاتی تو وہ بھی اسی طرح اس پر راضی نہ ہوتے
جس طرح نبی کریم نے اس پر راضی نہ کی، اس لیے ہم بھی اس پر راضی نہ ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ اس کے سامنے پیش کیے گئے تھے وہ غیر مشروط اور غیر محدود تھے اور ان
کے قبول کر لینے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام ممالک پر بادشاہ ملک کے تمام کام اس ملک
پر چھوڑ دیں جو ان کے مطابق ہیں۔ پھر اگر نبی کریم کے سامنے پیش کی جاتی تو آپ بھی اسے
قبول کر لیتے اور تمام ممالک کو اس کے سپرد کر دیتے اور وہ فرماتے جو غیر مشروط ہے پیش کیا
جائیگا۔ وہی طرح اگر کسی ہم کو یہ تمام کام کی تائید سے تمام حکومت پر اس طرح
تاج بن ہر ملک کے کہ اس کو خاص اسوی دستور پر چھوڑیں تو ہم بھی اس کے قبول کر لیتے ہیں
کوئی تامل نہ ہوگا۔

ایکشن ڈانا اس معاملہ میں جتنا اگر اس غرض کے لیے ہر ایک غیر اسلامی دین کے تحت

یاس اور سنی (Secular) جمہوریت (Democratic) ریاست کے نظام کو چاہتے تو
 یہ خود سے عقیدہ اور عقیدہ ہمارے وہی کے خلاف ہے۔ لیکن اگر کسی وقت ہم ملک کی رائے
 عام کریں جو ملک اپنے عقیدہ و مسلک سے متفق پائیں گے تو ان کو ہم کو کچھ اور کچھ
 لکھنا ہے ہم ملک کو ستر حکومت تبدیل کر لیں گے تو کون جہ نہیں کہہ سکتا کہ ہم
 نہیں۔ جو چیزیں سے غیر سے طریقہ سے حاصل ہو سکتی ہیں اس کو خدا کو نہ پڑھی انھیں وہی
 سے نکالنے کا ہم کو شریعت سے علم نہیں دیا ہے۔ اگر یہاں میں کچھ ایسے کہ ہم یہ طریقہ کا دعوت
 اس صورت میں اختیار کریں گے جب کہ:

اولاً، ملک میں ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ بعض راستے عام لاکس نظام کے لیے چار
 ہو جانا ہی خود اس نظام کے قائم ہونے کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

دو، ہم اپنی دولت و زمین سے استفادہ کی ایک ہی صورت کو چاہتے ہیں
 چاہے ہمیں وہ طریقہ اس نظام کے کھاتے اس نظام قائم کرنے کے لیے ملک میں عام تقاضا
 پیدا ہو چکا ہو۔

ثالثاً، انتخابی طریقہ اس راستہ کے تحت اس کو چھانے کے لیے نہیں ہو سکتا
 انتخاب ہی یہ مسئلہ ہو کہ ملک کا آئینہ نظام اس وقت پر قائم کیا جائے۔

(زمرہ الزامی - جلد ۱ - دیکھو ص ۱۰۰)

۱۹۴۶ء کے انتخابات اور جماعت اسلامی

۱۹۴۶ء کے انتخابات کے موقع پر مسلم لیگ کے ایک بڑے جوش و خروش نے ہجرت

اسلامی کے مسلک پر تفسیر کرتے ہوئے ایک ضمنی لیکن حتمی فیصلہ دیا جس میں یہ مندرجہ ذیل

اس کا جواب دیا کہ اس کا تعلق نہیں ہے ()

لیکن ان سے اختلافات میں ہر وقت مسودہ صائب کے اس ضمنی کا ذکر کیا گیا ہے جو

ایک سال کے عرصہ میں مسودہ، اکثر مسودہ، اور اکثر مسودہ ۱۹۴۶ء کے مضمون پر مشتمل ہوا ہے اور

اس نے انتخابات کی شرکت اور مسودہ کی کراہی کو تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ

”میں اور ایکشن کے ماحول میں ہر وقت پیش کو مسودہ صائب کی نظائیں کر

لیجے۔ میں اس انتخابات یا تشدد آئے تھے اسے انتخابات کی روایت پر لکھا گیا ہے

اور اس کا جیسا کہ میں نے ہر روز قوم پر مسلم لیگ پر لکھا ہے، یہاں تک کہ اس کا اصل ہجرت

ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے یہ نامکمل ہے کہ اس کی ترقی مصحف کو تیار

ہم ان مسودہ کی قرآنی گواہی میں یہ ہم جیسا کہ ہے۔ ہر جہت نظام کے خلاف

ہماری لڑائی ہی اس فیصلہ پر ہے کہ یہ نظام ایک سید محمد پر قائم ہے اور محمد

جس پر ہمیشہ یا ہمیں انتخاب کی ہے اس کو قانون بنانے کا غیر شرعی دین

ہے جس کے لیے کوئی بدلتا نہیں ہے۔ اس کا تسلیم نہیں ہے۔ اس کے خلاف اس کے جائز حق

ہاں اگر موجودہ قانون میں کوئی خاصیت تسمیوں کی متعلق اضافی نہیں تو باجماعت اسلامی کو میدان میں آنا چاہیئے تاکہ ملک و اپنا سداد اس اصول کے خلاف میں غرور کریں کہ حاکمیت صرف خدا کی ہے۔ کوئی مذہبی کتاب اہل کی طرف سے نہیں ہو۔ تاہم اس سلسلہ کے لئے باقاعدہ اور تنظیم کو میدان تلاش کرنا چاہیئے۔

اگر ہر معاملہ کو متعلق قرار دے کر مسلمانوں کو اس سے بچھڑا دینا چاہیئے۔ چنانچہ ان قوانین کو ہی جس کے نزدیک اس دنیا مسلمانوں کے آباد ہونے کے لئے کافی کر لی پڑے گی جو اس میں نہ ہو۔ اور وقت و زمانہ کی تبدیلی سے متاثر ہو۔ نیز یہ بھی خیال کرنا چاہیئے کہ اگر کوئی اسلامی نظام کی پیروی کریں اس سے عام ہے کہ قانونی مسائل کو اپنے ہادی داری قوانین کے تحت حل کر سکے۔ چنانچہ کسی صورت میں بھی اس مسئلہ میں نہیں کہہ سکتے۔ یہ اس نظام کے ساتھ معروضات کو سامنے لے کر یا تو ان کو اذعان التعلق اگرچہ ہی مزاحمت و ٹھکرانے ہیں۔ تاہم بھی مسلمان حق و سلطان کام کرنے کے لئے مجبور ہے۔

اس سلسلہ میں اکثر ضرورت و عقیدہ کی بحث پیش آتی ہے۔ جو اس کی نسبت عرض ہے کہ اگر ہم سوائے اسلامی صاحب نے اپنی اکثر تقریریں میں اظہار انہی کہتے ہوئے ہیں کہ باجماعت لکھا ہے کہ یہ تعلق سے اس وقت ہندوستان میں ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں اسلامی قانون و غیر کی منع و منہجیت کے اندر ہو۔ ذاتی موجود حکومت کے تحت ہندوستان میں اس قانون و تعلق میں زندگی بسر کرتے ہوئے ہے۔ چنانچہ ان کو اپنی تمام قوانین اور اعلیٰ و اعلیٰ کو نظام باطن کو اذکار کرنے سے محروم کر سکیں۔ ہندوستان کے وسیع و عریض بڑا عالم میں انہی کا ایک سچا بھائی ایسا تلاش کر سکیں جو اس نظام کے اثر سے آزاد نہ ہو۔ تاہم اگر اس سلسلہ کے طریق میں تھپڑ چٹا ٹکڑ کے قریب زمین کے ایک ٹکڑے کو دارالاسلام بنایا جاتا ہے اور اس فیصلہ کی نظام کی تمام غرائزوں کے باوجود اس کے اندر دارالاسلام ہے۔ اور یہ ایسا مجبوری کا نتیجہ ہے کہ ہر چیز میں اصل و اصل کے اس میں سے جس قدر اصل ہو سکے گی ہائے۔

پھر مردانہ دارالاسلام کے نظام کی ترویج فرماتے ہوئے اس سے وہ باریک اندازت پرستی کے شائبہ کو بھی بڑی فریاد ہے۔ لکھا ہے کہ دارالاسلام کے قیام کا مقصد اکثر خود غرضانہ انداز کی طرف سے نہیں کہ تعلق و وحدت کی جو حالت صواب اگر ہم کے دائرہ میں تعلق یا نقل و حرکت پیدا کی جائے

ہو گئی !

یہ نظام اصل سے کمالیہ تعلق رکھتا تھا۔ اصل یہ تھا کہ ہر مسلمان ایک خاص اسلامی ماحول پیدا کرے۔ لیکن اگر یہ صورت نا ممکن ہو گیا تو کلاماً ہرچے تو چھوڑ کر کون سا مسلک ہے کہ وہ تعداد تو اضطراراً بھارتیہ لکھا ہوا ہے جس سے یہ نظام کی حتمی توثیق ہو کر وہی بدن مضبوط سے مضبوط ہو رہا ہے۔ اور ان صورتوں سے اختیار آدھت کئی کر لی جاسکتے ہیں کسی قدر اسلامی مفاد بھی حاصل کرنا مقصود ہو۔ اگر اہم اور اصلی میں کسی وجہ تسمیہ کا ہر نا لازم ہے تو ایسی تدبیریں کو مسلک (چھٹنے کی راہ) کے بجائے عقوبتہ کوثر و مروت (ٹھہرنے کی جگہ) کہنا یا وہ مصلحتوں پر لگانا۔

کوثر کے اسی لہر کے تحت میر میں بڑا غور و خفاں عروج نے بھی اسی منظر پر بحث لڑائی چھٹنے کے معاملہ سے اس منظر میں اور بھی اچھ پیڑا ہو جاتی ہے اور مجدد و تامل کا شانہ بشی کی صحت پر پانچ جاتا ہے۔ آپ جہاد کے لیے دوسری مقررہ راستے ہیں۔ لکھا ہے :
 "اس کے لیے دوسری مقررہ راستے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ با اختیار امر کی تباہی
 ہیں اور کسی دوسرے نظام کا ہر دستہ کے اندر رہتے ہوئے جہاں کسی
 با اختیار امر کا وجود ممکن ہے مثال کے طور پر اسلامی اور مسلمان ہے جو یہ تو نہیں ہے۔
 یہ علم مزید ترجیح کا امتناع نہیں۔ با اختیار امر کی قیامت کے بغیر جہاد فساد ہے اور میر
 اور جہاد کسی دوسرے کا ہر دستہ نظام کی موجودگی میں نا ممکن ہے۔"

اس شروع کی محنت تسلیم کر لینے کے بعد نظام حق نظام کے اصول کے مطابق صرف یہ صورت باقی رہ جاتی ہے کہ کا ہر دستہ نظام کے ارکان خود بخود ہر حال کے مسلمانوں پر ہے۔ اچانک ہر دستہ انہیں اور انہیں کمالیہ انوار اعلیٰ میں چھوڑ کر شہدائے شہدائے کہیں ہندو عیاقی تاکہ سکھوں

لہذا یہ ایک غلط بحث ہے۔ یہ کہنے میں ہرگز بھی جہاد سے بحث کی ہے۔ جہاد وسیع ہے۔ دیکھ جہاد جو جہاد کے معنی میں رہا جاتا ہے۔ اس دوسری قسم کے جہاد کے لیے با اختیار امر کی شرط کافی نہیں تاقی نہیں۔ (تعلیم)

لو کہ اختیار یہ ہے کہ تم کہنے کا شریقی حق حاصل ہو جاتے۔ یہ عین دیانت ہے کہ یہ عیب کی صورت سے بچے اور بچے۔ یہ حال چاروں حال میں ہی کی شریقی ہے۔

اگر یہ بشری نوعی کسی غیر متعلق کو مشتبہ نظر آئے تو پھر سو اس کے چاہے کار نظر نہیں آتا کہ جس طرح نظام باطنی کے متعلق دراصل صحت کے بعد ایک غیر عادی اصول میں داخلہ صحت قائم کرنے کی کوشش مناسب ہو، مگر یہ نوعی نظر آتی ہے اور اس نظام کے پیدا کرنے کا کام کوئی بھی کام نہیں اس کام پر ذہن ہوا کہ تو اس پر کیا ہے، وہاں سمجھیں کہ اپنا حق حاصل کرے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرنا ہی تو خدا کے عقل و انداز ہے۔

مسلم ایک کی پیدا کر کے مروجہ نظام اس نظام پر پہنچا رہی ہے کہ اگر دیانت کے لئے جو وہ زمینداروں کے ہاتھ دھوئے ایک نئے نظام کی صحبت میں آکر اسے عیب سے کسی صحت میں کم نہیں تھے، ایک طرف کوئی غیر متعلق تو اب ہوتا اور دوسری طرف ایک عالم میں تو حقیقت وہ عالم ہی کا عیب کر کے چھوڑتے۔ اس عالم مروج سے ثابت آٹھ سالے بعد عوام کو ہی تو اس سے عوام کو لے کر تو مروجی مروجہ ان لوگوں پر ہے جو حسن اپنے کام کی خاطر خدا کو بے شکا شکر و شک سے بھر رہی۔

یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عقائد میں خلق خلقی انجیل، انجیل، انجیل، انجیل کے غیر عادی نظام کے ایک شعبہ کو نہیں دیا اور پھر اس نظام کے دنیا کو بکھٹھے کر دیا۔
 مومن عید و شہدائے مومن سے کہتے آؤ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَتِلْکَ اَکْبَرُ اور اَنّٰہُ اَکْبَرُ وَتِلْکَ اَکْبَرُ
 تینوں آیتوں کے معنی صاف ہے کہ ایک غیر مذہب اور غیر صالح اور اسی ملک کے ایک حق میں بلکہ مروجہ و جہیزب کی کوشش کی۔

مومن کی صحت انجیل آٹھ سال کی تبدیلی پر منحصر ہے جو مومن کے وجود کے اندر موجود ہے۔
 ہمارے لئے اگر میں خواہ کسی قدر پھر اس قدر صحت اور صحت کا انبار محمد سے محمد قرینہ و قرین
 ہی سے کہیں نہ لگا دیا جائے دوسرے گروہ مروجہ صحت باب نہیں ہو سکتا۔

ان میں خود مختاری کا طریقہ اختیار کرے۔

اب دیکھتے ہیں کہ چند دستوں میں جس دستور پر حکومت خود اختیاری کا نظام اس وقت قائم کیا گیا ہے۔ جس پر حکومتی اتحاد اس دستور کا انعقاد کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد کیا عنصر ہیں؟
 پہلی قسم کی آزادی ہے یا دوسری قسم کی آزادی میں اس میں شامل ہے؟ جو شخص ہندوستان کے موجودہ نظام حکومت سے کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ پورا نظام دینی، تاریخی سیاست (Secular State) کے نظریہ پر مبنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مزید متعلقہ ارتقاء ہو رہا ہے اس میں دینی سیاست محل و ماہر کے طور پر تسلیم کر لی گئی ہے کہ وہ اس کی بنیاد پر تاریخی و دینی سیاست کے قاعدہ پر مبنی ہوگا، یعنی اس میں با مشننگائی ملے کہ حکومت بھی آزادی حاصل نہیں ہوگی کہ اپنے لیے جو دستور چاہیں اختیار کریں، بلکہ اس کی بنیادوں اس نظریہ پر قائم ہوگی جو اس کی ہے، کہ ملکیت (Sovereignty) جمہور کی ہے اس کا قانون سازی میں واسطے عام سے اکثر کسی کتاب میں اور ہر ایسا خداوندی سے رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کا پس پرچم پورا نظام جو اصل ایک کا لازمی نظام ہے، اس کی بنیاد اسلام کی بنیاد سے متصادم ہے اور اس کے اصول کو تسلیم کرتے ہوئے اس میں داخل ہونا قطعاً ایمان کے خلاف ہے۔ یہ آزاد اگر صرف "پٹھان کوٹ سے اٹھتی ہے تو اس میں ہے چار سے" "پٹھان کوٹ" کا کوئی تصور نہیں، تصور ان دوسری جگہوں کا ہے جہاں سے یہ اٹھتی ہے یا نئی گرو اٹھتی۔

یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ ہم اس نظام کے اندر داخل ہو کر اس کو اسلام کی طرف پھیریں گے۔ اس کے اندر داخل ہونا پھر اس کے علی نہیں ہے کہ پہلے اس کے بنیادی نظریے کو تسلیم کیا جائے، اور اس کے بنیادی نظریے کو تسلیم کرنا اسلام کے بنیادی نظریے سے انکار کا ہم معنی ہے۔ چنانچہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارے لیے اس کے سوا کوئی راستہ نہیں ہے کہ اگرچہ اس کے خلاف طریق ہیں اپنی تمام تر کوشش پہلے یہ اصول

نہی اس کی کاروائی نہ کر لیں میں مزید دیکھ رہی ہوں۔

تھے باہر پہنچنے سے پہلے ہی وہ حکومت کی مشینری سے باہر پہنچا ہے، اور اس آئین سے باہر نکل جاتا ہے اس حکومت کے تحت چل رہا ہے۔

مذاہف میں مکتوب کریں کہ قانون سازی کتاب الہی کی سند پر ممکن ہوئی ہے جیسے ذکر اس سے کرنا اور
 اور انھوں نے ملک کی حکومت خود اختیاری دوسری قوموں اور ملکوں کے مقابل میں خود اختیاری
 ہوئی ہے جیسے، ذکر خدا کے مقابل میں۔ اصولی حیثیت سے قطع نظر عملی حیثیت سے بھی یہ
 حد پر قضا ایک غلط فہم ہے کہ اس کا فائدہ نظام حکومت کی باہمی قانون سازی میں داخل ہو
 کر یہ مذکور تھا اصول مذاہف کی کوشش کریں۔ یہ پارلیمنٹری طریق کار صرف ان جماعتوں کے
 لیے مفید ہو سکتا ہے جو اصولی فنِ رائج الوقت نظام سے متفق ہوں اور صرف انسانی
 اصلاحات کے مسائل میں اپنا الگ ملک رکھتی ہوں۔ لیکن جو جماعت سرے سے اس
 نظام ہی کو اصولی طور پر بدل ڈالنا چاہتی ہو اس کے لیے پارلیمنٹری طریق کار کسی طرح مفید
 نہیں ہو سکتا۔ اس کو زمانہ انقلابی طریق کار اختیار کرنا پڑتا ہے، یعنی یہ کہ وہ رائج الوقت
 نظام کے خلاف عام پھر مبنی پیدا کرے اور اس کو بدلنے کا ایک سبب دست و حیلہ بتائے
 ملک میں ایجاد سے، پھر وقت کے حالات کے لحاظ سے ایسی تدبیر اختیار کرے جس سے
 نظام حکومت متاثر نہ ہو سکے۔

(۲) دوسری غلط فہمی جس میں صاحبِ مخزن مبتدیان ہیں، یہ ہے کہ ان کے نزدیک
 اس نظام کی اصلاح اس طرح اور صرف ہی طرح ہو سکتی ہے کہ اپنے لوگوں کا منتخب کر کے
 انی اسمبلیوں میں بیٹھنے کی کوشش کی جائے جو اس کا فائدہ دستور پر قائم ہوئی ہیں، اور جو جماعت
 اسلامی نے یہ طریقہ اختیار نہیں کیا ہے اس لیے وہ بگڑتے ہیں کہ اس جماعت کے حق میں مذکور
 منتخب اسمبلی پہر اختیار کی گئی ہے جس سے اصلاح تو کسی طرح نہ ہوگی البتہ اقتدار کی حوالہ
 نہ سے لوگوں کے دھڑوں میں جا کر داخل کرنا ہی جمہوریت کے ماترمانہ ہے میں احتمال یہی ہے
 غلط فہمی میں نہ صرف صاحبِ مخزن مبتدیان ہیں، بلکہ اکثریت غالب ہی طرز پر سوچا ہے جس میں ان کی
 کی اصل وجہ سلاخ بینی اور گفتگو نگاروں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ وہ اصل یہ حضرات اس بات
 کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اگر حلقوں مختلفوں کے موجود ہوتے ہوتے موجودہ کا دستور
 نظام اس ملک میں الزام قائم کیسے ہو گیا، اور کیا وجہ ہے کہ ملک کا سارا دستور بدلتا جا رہا
 کا فائدہ اصولوں پر چلے جاتا ہے وہ اس سوال پر اگر انہوں نے کچھ غور کیا ہوتا تو ان پر

عمر و حقیقت منکشف ہو جائے کہ اس غرابی کی اصل وجہ مرعوبہ ہے کہ مسلمانوں میں عوامی شعور
 و عوامی مروجہ خیال نیم مرعوب ہو گیا ہے۔ اس کے اندر اسلامی دستور و احکامات پر چٹنے اور اس کے
 لیے جینے اور مرنے کا ارادہ منظور یا منظور کی حرکت فیض ہے۔ اور انہوں نے چند کتابوں
 کے زیرِ مسلم باشندوں کو کہی صحیح نظام زندگی بچانے اور اس کی طرف دعوت دینے کی کوئی
 کوشش نہیں کی ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کی اپنی زندگی بھی ٹھکری۔ اخلاقی و اعتقادی حیثیت
 سے بیشتر غیر مسلموں پر گئی ہے اور ہندوستان کا یہ نظام تمدن و سیاست بھی کاغذ
 اور لہجہ پر قائم ہو گیا ہے۔ اب اس غرابی کا اور اس کے بڑے نتائج کا احوال دیکھنے کے لیے
 اس قسم کی تدابیر سے کچھ کام نہیں چلی سکتا کہ اس کا راز نظام کی شیرینی میں ہم چند نیک و نیکوں
 کو بچھڑانے کی کوشش کریں۔ حتمی دیر کے لیے اگر اس اصول سوال کو نظر انداز کر بھی دیا
 جائے کہ ایک ایک میں اپنی شیرینی کی افراط و تفریط کو تسلیم کر کے اس میں داخلی ہر سطح پر
 گامہ ہی کیے ہو سکتے ہیں، اور اگر تفسیر کے فیصلے طریقہ کو اختیار کر کے چند عوامی اس نظام
 میں داخلی ہر سطح پر گامہ ہو گی جائیں، تو دیکھنا ہے کہ اس تدبیر سے حاصل کیا ہو سکتا ہے۔
 بھاری نظام میں کوئی گم نہ پھنسا اصول کے مطابق نظام حکومت کو اس وقت تک چھوڑ
 نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ حکومت کی شیرینی پرتا بعض نہ ہو۔

حکومت کی شیرینی پرتا بعض، ہر سطح کے لیے ضروری ہے کہ با اس قانون ساز
 میں اس گمہ کو قابض کر لیتا حاصل ہو۔

اس قابض اکثریت کا حصول بہت ہی مشکل ہے کہ ایک بڑے جتن میں
 اپنی زبان کے لیے غل نہیں ہے۔ کیونکہ اس وقت اسلام میں ایک میں اصول
 قرآن کی حیثیت نہیں رکھتا جس کے عزیز و باغداد ایک ملک سے غرض ہے کہ اصول کی بنا پر عام اصولی کر
 سکتے ہیں اور یہ امید کی جاسکتی ہے کہ اپنی دعوت کو قبولی عام چاکر اکثریت کی دینے حاصل کر لیں گے۔
 کہ اصل تو اسلام ہندوستان کی ایک میں قوم کا مذہب ہے جس کی مدد دہری قوتوں کے کشش برہمی
 ہے۔ ہذا اگر کوئی گمہ اس وقت دعوت و عوامی اصول کے کراختیابی مقاصد میں اٹھے گا تو مسلمان
 قریب کے پرستندوں کی طرح اس کو بھی موت و حشر میں لے کر لیں گے۔ اور ان پر انھیں کڑا پڑنا،

ہم ان حقائق کو سمجھتے ہیں اور اس بنا پر ہمارے نزدیک عدالتیں بالکل حاصل ہیں جن سے
ہمارے مزاج مغربی نگار اور ان کے طرز پر سوچنے والے بہت سے مسلمان اسلامی نظام کے
نیام کی بنیادیں وابستہ کیے جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس مندرجہ بالا پہلے کا کوئی راستہ اس کے
سوا نہیں ہے کہ اگرچہ عدالت میں ہندو حتیٰ کہ سیاسی نظام میں ڈھنگ پر چلی رہا ہے اور
میں رہا ہو گا تو بڑا خطرہ ہے کہ اس سے فی الحال ہم قطع نظر کریں اور اپنی مدد سے قوت اس
بنیادی کام پر مکتوف کریں جس کے درجہ سے نظام زندگی میں اسلامی طرز کا اقتدار منظر پر آسکتا
ہے۔ مسلمانوں کی جو باتیں حقیقی صورت حال کو اپنی طرف نہیں بوجھ رہی ہیں وہ پہلے طرز عمل میں
آئندہ میں، جس طرح وہ کام کرنا چاہی کریں، ہم ان کے خلاف غور و خرد کوئی ضرورت کوئی نہیں کرنا
چاہتے۔ لیکن ہم یہ ہستفہ کی کہ پہلے نادر کی خطیروں کی بدولت اس وقت غوری طریقہ اس
کوئی قوت فراہم نہیں کی جا سکتی جس سے واقعات کی مریہ و تقاریر کو کم سے کم اثر بھی ٹالا جائے
جو عام کے مندرجہ بالا کے مطابق ہے۔ اس لیے ہم اس وقت تک سیاسی کامداریوں میں
داخل ہونا فیض وقت ہی سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے ہی اس سے اس کے اثرات کو فروغ دے چکے ہیں کہ
اس وقت ہم پہلے اصل سے ہٹے بغیر سیاسی ہندو میں متحد نہیں بن سکتے۔ نیز ہم یہ بھی
ہستفہ میں کہ اس وقت سیاسی مداخلت کا فیصلہ غور و خرد ہو چاہئے اور اس کے نتائج اچھے ہی کہ
غور و خرد ہی غور و خرد کے تغیرات میں ایک کام اس پر قائم پر حیاک ٹھیک عمل درآمد کے لیے یہ ایک

وجہ غور و خرد ہے۔ اس کا نتیجہ ہی مشکل تھا جتنا ہندو مت کی اکثریت کے عقائد میں تھا۔ درحقیقت حالت
نے پشاور حالت کو یہاں تک پہنچا، کہ اس دور پر ملک میں جو بے ۱۹۷۱ء کے وسطی تعمیر کر چکے تھے،
اور وہ تعمیراتیں مصلحت سے جب تک تعمیر ہونے لگیں کہ جو یہ آبادی کے ساتھ جو کسی یکم میں شامل تھا۔
اس طرح مشرق میں مسلم آبادی کا تناسب، ملحدی دور مغرب میں وہی معنی پر گیا۔ اس کے بعد پاکستان
کو اس بعد ہی یہ سب بدلتی جیسی جیسی ڈھنگ میں پیش آئی ہیں۔ اس سے اب کوئی بھی نہ وقت
نہیں ہے۔ (موجودہ)

برگئے جو ہر جہ سے پیش نظر رہے کہ انہما کی رفتار بہت کم ہو گئی اور ان کے ساتھ قدرتی
کی کھلی ہر جہ سے پیش نظر رہے کہ انہما کے انتخاب سے ہیں، پیش گئے۔ ہذا پر ان کے شعور ہے،
وہ اس کے ساتھ ساتھ خود انہما میں سے صحت پر اپنی ہی کے شعور کو چھانٹ کر ان کے
کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ کیا جائے اور ان کے کام کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ علم و تربیت
کے ساتھ خود اس کام کو ایک اور طریقہ کی حیثیت سے لے کر آئے ہیں۔

جب اس کو وہ کے لیے یہ ہے، مگر انہما میں اس کے ساتھ خود انہما اس کے ساتھ اس کے
کے تیز پیدا کر رہے ہیں، ان کی اخلاقی قدر (Moral Values) کو تبدیل کر کے خاص اس کے
تعمیل میں ان کے دہریہ نظریہ کی دہریہ، ان میں اس کے ساتھ زندگی کے قیام کا شعور قائم رہ رہ رہ رہ
میں اس کے نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
تیار کیا جائے کہ اگر انہما کی تربیت پر عمل میں انتخاب کرنا ملے، ہر جہ سے اس کے ساتھ اس کے ساتھ
کونے والی جہ سے اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
مقدار پیش کر کے اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
وہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ

(۳) انسانوں اور غیر انسانوں کی موجودہ سیاسی کشمکش سے جو تضاد ہے، ہر جہ سے
کے غیر انسانوں میں پیدا ہو گئے ہیں، ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
انسانوں کے قیام میں ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
ہر جہ سے اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ

اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ
ان کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ اس کے ساتھ

کے ماحول پر نظر ڈال کر انھیں گئے کہ کیا اس وقت وہیں چھوڑ دینا ہی رہتا ہے کہ
دستور حکومت میں کوئی اصولی تغیر ضرورت اس بنا پر ہو سکتا ہے کہ اسے عام اُسی نفسیہ کی
خواہش مند ہے، اگر یہ صورت ہم نے موجود پائی تو ہم وقت کے دستور حکومت کو تبدیل کر کے
ایسا اسی اصول پر بنادیتے کہ اسے اس کی اس طرح کے سامنے پیش کریں گے اس
تغیر کے لئے دستے تیار کریں گے، اور وقت کے سیاسی نظام پر ہاتھ ڈالیں گے کہ وہ ایک
نئی دستور بنانا مجلس (Constituent Assembly) منتخب کرے جو اس اصول کے تحت
کہ ایک کا آئندہ دستور کیا ہو۔ اس مجلس کے ایکشن میں جمہوری کاوشیں کریں گے کہ اسے عام
کی تائید سے ہم کو اکثریت حاصل ہو اور ہم ملک کو دستور اسلامی اصولوں پر قائم کریں۔

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اس پر دلائل کو ایک بڑا اہم کام سمجھتے ہیں اور یہ
عمل کھینچتے ہیں کہ شاید اس کے پتہ نہ ملنے میں وہیں عسکریاں لگ جائیں گی اس سے پہلے
اُن کے من یکساں کوئی عمل پر دلائل نہیں ہے بلکہ وہ اسے لاپرواہ سمجھتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے
کہ اس پر دلائل میں سادہ اور طلب عام مروجہ اس ابتدائی صانع کردہ کی تعلیم و تربیت ہے
جو اسلامی انقلاب کی ایک وسیع تحریک کا سونپا ہو کر رہی ہے۔ ایسے ایک گروہ کی تعلیم کے
بعد تحریک اس طرح چلے گی جیسے ملک گیس میں آگ پھوٹتی ہے۔ وقت کے نتیجے کی
پیش گوئی نہیں کر سکتے، لیکن تاخیر نہ ہو سکتا ہے کہ اس ابتدائی مرحلے کے بعد
جمہوری منزلیں مقصود آتی تھیں، سب سے پہلی جتنی بہت سے لوگ عام کی ضرورت پہنچنے میں
لگے ہوئے ہیں۔ تاہم اگر وہ لگے ہوئے ہر وقت چلے نہ سکیں تو ان میں سے ہم اس کی ضرورت
رواں رہے ہوئے ہر وقت چلے نہ سکیں تو ان میں سے ہم اس کی ضرورت اس کے کہ ہمارے بڑے بڑے خود کو
دہریوں میں اپنی قوت عرصہ کریں یا انسانی کے ساتھ جتنا اطمینان کے حصول میں اپنی قوت
ضائع کریں۔

(۴) تیسری غلط فہمی میں صاحب مضمون کے ساتھ بہت سے ماحولوں مسلمان
ہندو ہیں، یہ ہے کہ اسلام ایک سکی پیدا کردہ ہو جو خدا اس نظام پر پہنچ چکی ہے کہ عام مسلمانوں
کے دلوں سے صانع زمینیں کا یہ لگن غلبہ ہو کہ اس کے جو وقت کی سیاسی نظام کو

اسی نصب امین کی طرف پھرنے کے قابل ہو۔ اسی بنا پر حضرت کچھ ہی کیسے ناد مرتج
ہی رہے اور تمام کے گھومتے دیتے ہو۔ اور بھی ان کی بات تو دوسری ہے کہ اس میں
تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور جب کوئی تحریک خود غل اور ہنگامہ کے ساتھ غلانی
رفتار سے چلی رہی ہو تو عام طباعت میں اندھے زبان لگا کر اٹھائی پیدا ہو ہی جایا کرتا ہے لیکن
جب ہم تحقیق کی نگاہ ڈال کر اس غلطی کا جائزہ لیتے ہیں جو مسلم لیگ نے پیدا کی ہے تو یہی
کسی ناد تو گندہ غیر ناد مرتج کا بھی نشان نہیں ہوتا۔

مسلم لیگ کی تحریک کے متعلق پہلی بات تو یہ سمجھ لیجئے کہ اس کے بنیادی تصور و افکار
اس کا نظام ترکیبی، اس کا مزاج اور اس کی سپر سٹرکچر، اس کا طریق کار اور اس کے مقاصد
یکساں ہی ہیں جو قومی اور قوم پرستہ تحریکوں کے ہوا کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ
مسلمانوں کی قومی تحریک ہے اور مسلمانوں کی ہر چیز اسلامی میں جایا کرتی ہے، اس لیے
غور و فکر اسے بھی اسلامی تحریک سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تحریک
اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل ایک دوسری ہی چیز ہوتی ہے جس کا کوئی شائبہ بھی کوئی
کی قومی تحریک میں نہیں پایا جاتا، اور یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے کہ اسلام اپنے مخصوص طریق کار
سے جس منزل تک پہنچنا چاہتا ہے اس تک آپ ایک قوم پرستہ تحریک کے ذریعہ مقید
کر لے کر پہنچ جائیں۔ ہر منزل اپنی ضرورت کے لحاظ سے اپنی ہی ایک مخصوص راہ رکھتی ہے۔ آپ
اسلام کی منزل مقصود کو پہنچنا چاہیں تو آپ کو اسلامی تحریک ہی کی مخصوص راہ کو اختیار کرنا
اختیار کرنا پڑے گا۔ قوم پرستی کے طریقے اختیار کر کے آپ تربیت کی منزل مقصود تک پہنچ
سکتے ہیں مگر یہ تو فتح کن تہائی پرانہ خیالی ہے کہ ان ڈھنگوں سے آپ اسلامی منزل
مقصود پر پہنچ سکیں گے۔ اس نکتہ کی توضیح کا یہاں موقع نہیں ہے۔ یہی اس سے پہلے
تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ ایک اسلامی تحریک اور ایک قوم پرستہ تحریک میں کیا فرق ہوتا
ہے۔ ضرورت ہر دو چہرہ اس کی تشریح کر سکتا ہوں۔ یہاں میں اشارہ صرف اتنی بات واضح کر
دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی تحریک کے کارکنوں کو خبر دینا کہ تمہارے یہ ایک قوم پرستہ
تحریک کے ہونے سے اچھے مزاج پیدا کر دیتے ہیں کسی بیصورت اور مبالغہ آمیز نہیں کا شریعت نہیں ہے۔

اس کی مثال یہ نکل رہی ہے جیسے کسی مذہب ٹھکانے کی خبر دی جائے گا کہ یہ ایسا ہی ہے۔

اس کی یہ خوشخبری اس سنگ سنگ پر بھی ملتی تھی تو شاید اس صحت میں ہر وقت جبکہ مسلمانوں کی اس قوم پرستہ ترکیب میں کہ مذہب کا وہی جیسے ہی ہے وہ ہیست کا ہنڈہ اثر مروج ہوتا۔ لیکن اس میں ہے کہ یہاں اس کی بھی نقصان ہے۔ مگر یہ کتنا زیادہ ہے کہ اس کی ایک نئی اور آج مسلمانوں کو اسلام اور اس کی تہذیب سے اس کے اسلام کی حالت سے دور ہونے اور ترقی سے جا رہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مسلمانوں کے جذبات کو بھڑکانے کے لیے اس میں اسلام کا نام بہت پایا جاتا ہے، اور اس میں ناقصی یا قسری کی کچھ گری جانچی ہے جس سے اس کی ترکیب کے گہرے جذبات کوئی لا اثر نہ ہو سکتا ہے، لیکن یہ چیزیں سوتیلے سلیس لوگوں کو صدمہ کی ڈال سکتی ہیں۔ حقیقت یہ کہ یہ ہے کہ ہر صاحب نظر کے سامنے بالکل بے نقاب ہے۔ پاک کی قیادت اس کی پالیسی کی تشکیل، اس کے پسے نظام کی کھدائی، اور اس کی مذہبی قوت کو اس وقت مسلمانوں کے ایک ایسے طبقے کے ہاتھ میں ہے جو زندگی کے جملہ مسائل میں دینی کے بھاننے کو ہی (Secular) نقطہ نظر سے سمجھتا اور اسلام کو بگاڑتا ہے، اسلام کے بھاننے کو ہی اصولی حمایت کا مستحق اور عقیدہ ہے، اس میں تسنن کے بھاننے کو قیادت کے تسنن کی بنیاد مسلمانوں کی حمایت و دعوت اسی طرح کر رہا ہے جس طرح ہر قوم پرست کیا کرتا ہے، اور صرف اتنا ہی نہیں ہے کہ اگر وہ خود بخود اسلام کے اصولی احکام کی خلاف ورزی کرنے میں یہ پاک ہے بلکہ اس کی بدعتی اور دوسرے مذہبی کی وجہ سے مسلمانوں میں بدعتی اسلام کے احکام کی خلاف ورزی اور اس خلاف ورزی میں یہ پاک مذہب کو بڑھتی جا رہی ہے، اس کی بدعتی جس کو وہ بدعتی ہے اور اس پر وہ ہیست بڑی تیزی کے ساتھ جا رہی ہے جو اپنی اصل کے خلاف ہے قطعاً ایک ایسا چرستانہ مذہبیت ہے کہ "مسلم قوم" کو مخلوق اور "جنت کی زندگی کے جتن" کا نام سے لے کر اس پر اسلام سے کٹا جاتا ہے اور اس کی بدعتی جا رہی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اس صورت حال کے پیدا کرنے کی ذمہ داری میں ان غریبی دنیاؤں کی کوئی بھی بڑی شریک ہے جس کے ہاتھ میں ترکیب خلافت کے ساتھ مسلمانوں کی قیادت کی آگئی تھیں اور جنہوں نے مسلمانوں کے ہم جدت کے علی الرغم چند متعلقہ قوم پرستی کے

مرد خود مسلک پر مرد کے مسافروں کو زبردستی مذہب بدلتا ہے۔ بدلتا ہے کی گویں وہ جیل یا لیکن
 مہذب خود کچھ ہیں۔ اور بھارت خود مہذب ہے کہ مسلم ملک کے پیدا کی ہوئی موجودہ نظام
 کے لیے کوئی موافق نہ نہیں ہے بلکہ انتہائی موافق اور اس کا مفاد ہے جس میں خاص یعنی غلط نظر
 ہے کام کرنے کے موافق کم در کم تر بہتے چلے جا رہے ہیں۔ نہیں بدلتا ہوں کہ ملک کے حقوق یا
 لوگوں کو بھی ایک ہیست ہوا کہ وہ مخالف ہے جو ان لوگوں کے ساتھ مسلمان ہیں اور چنگول کے نام
 کی تھری پا چلتی ہیں۔ مگر جیسے ہی کی مسلمانوں کی بڑا ترسیں کہ ہے۔ یہ جیسے ہی اس کی کارخانہ
 کہ ہے ہیں جس کا ارتکاب ملک کے ہیست سے نیک نیست مسلمانوں نے پہلی جنگ عظیم کے بعد
 کیا تھا اور اس کا بڑا انجام دیکھ لیا۔ انہوں نے جو اسی طرح توئی تھی کہ داخلہ روز مسلمان قوم کا تھوڑا
 تو ایک مقدس مذہبی کاریں ہیں چاہے اس کی صورت کمال اور اس کی قوم پرستہ پائی کو نام کا موشی
 حق۔ وہ بھی اسی طرح مذہبی جو میں کہ کے ہیں جن کی طرف اس کی ہر پیش قدمی کو گوارہ کرتے ہیں
 اور بھی وہ بھی چاندی و سونے کی پتھر دیکھتے تھے کہ اس وقت تو قوم کا تھوڑا مقیم ہے اور
 اس کے لیے اشارہ چلتی ہیں کی تائید اس مذہبی قہر کے اندر یہ کہ ہے۔ انہیں وقت اگر
 ہاتھ کا قاتل اشارہ ہمارا ان لوگوں کی طرف چھوڑ دیتے گا۔ مگر جو لوگوں اپنے آپ
 کو بے دینی قرار دے کے تباہی میں خود سے چکا تھا اسے چھوڑ دیا کہ وہ پر بارہو یعنی کی توفیق
 نصیب نہ ہوئی۔

اب لڑائی پہلے سے قطع نظر کر کے معنی تو مست کے نقطہ نظر سے اس لڑاکا
 جاتو یہ جیسے ہر مسلم ملک نے اس وقت پیدا کی ہے۔ اس کا یہ پہلو خواہ کتنا ہی شاندار ہو کہ گھڑی
 میں ایک عام فوری حرکت پیدا ہو گئی ہے اور ایک اور کی طاقت سے بظاہر ہوا۔ اس پر
 گئے ہیں۔ لیکن مہذب ہے کہ ملک کی تحریک معنی ایک غلط فہمی ہے جو چند
 قوم پرستی کے بڑھتے ہوئے مذہب کے خوف سے مسلمانوں میں بھڑک اٹھا ہے۔ اس پر
 کے لیے کوئی سرچا نہیں غلط نہیں ہے کہ کوئی واضح مفاد نہیں ہے کہ کوئی تیسری کسی نہیں ہے

کہ کچھ کہتا ہے کہ پاکستانی ایک واضح مفاد ہے۔ لیکن اس مفاد کے لیے معنی ایک نام (بائی مظلوم) ہے

جو اصولی مفصل کے لیے واقع فراہم کیے گئے، ان کی یہی کارکن جماعت نہیں ہے جو قابل استناد
 میرٹ اور ایک منظم فکر رکھتی ہو اور کوئی میں قیادت نہیں ہے جو ایک عمومی تحریک کو چلانے
 کی اپنی ہر وہی انواع و اقسام کے مسلمانوں میں جو حرکت پیدا ہوئی ہے وہ ایک اور اس کی قیادت نے
 صحیح ہجو کہ کسی نقشہ کے مطابق پیدا نہیں کی بلکہ ہندوؤں کی قومی مہاجریت اور ان کے یثروں
 کی ناک و ناموس سیاست سے مسلمانوں میں خود کو ایک سماجی خطرہ اور سیاسی خطرہ کے طور پر ہجو کہ
 اتحاد اور جماعت میں جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ مذہبی اور سیاسی ایٹم ہیں کی طرف وہ
 تحریک غلطی کے ذریعہ سے دھماکا کرتے ہوئے تھے۔ ان کے کسی کام نہیں آ رہے تھے جس نے بھی
 شکستہ ہجو کہ ان کی طرف دھماکا اور تحریک کیا اس کا وہی انہوں نے تمام کیا۔ اس پر کھینچ لی بہت
 ہے کہ اس پر جان کی حالت میں جو ہجو کہ ان کی مشترک وہ ہجو کہ ان کے مسلمانوں اور مسلمانوں کی مثالی
 لڑنے کے اور کسی طریقے پر ایک اور طریقے کی تادیب سے واقف نہیں ہے۔ اس پر کھینچ لی ہجو کہ کسی تادیب
 اور کسی نقشہ کے بغیر کیا تھا اس لیے اس کا کوئی ناکہ اس کے سوا نہ تھا کہ مسلمانوں کے قومی
 کیمرہ کی کوئی اور اندازہ ہے کہ اس پر کھینچ لی ہجو کہ اس کی ہجو کہ اس سے زیادہ اگلی ہے۔ جسے زیادہ
 انہوں نے ایک معاشرہ میں نے ایک کی موجودہ رہنمائی کا انتخاب کیا ہے۔ انہوں نے
 کا معاشرہ ہے۔ اس کے لیے اس کے مستقبل بہت ہے کہ اس کی رہنمائی اور ہندوؤں اور
 کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کی رہنمائی کی گئی کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ ہیں۔ کوئی قوم جو اپنے
 گھر میں ناکہ ہجو کہ یہ رہنمائی ہے۔ اپنے درمیان ایسے ایک گروہ کو پہنچنے پہنچنے کے طریقے نہیں
 دے سکتی جو کسی صورتی واقعہ کے انہوں پر کام کرتا ہو۔ اس پر اسے اگلی نہیں نے اس کے گروہ

اور اپنے اپنے مفصل کے لیے واقع فراہم کیے گئے، ان کی یہی کارکن جماعت نہیں ہے جو قابل استناد
 میرٹ اور ایک منظم فکر رکھتی ہو اور کوئی میں قیادت نہیں ہے جو ایک عمومی تحریک کو چلانے
 کی اپنی ہر وہی انواع و اقسام کے مسلمانوں میں جو حرکت پیدا ہوئی ہے وہ ایک اور اس کی قیادت نے
 صحیح ہجو کہ کسی نقشہ کے مطابق پیدا نہیں کی بلکہ ہندوؤں کی قومی مہاجریت اور ان کے یثروں
 کی ناک و ناموس سیاست سے مسلمانوں میں خود کو ایک سماجی خطرہ اور سیاسی خطرہ کے طور پر ہجو کہ
 اتحاد اور جماعت میں جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ مذہبی اور سیاسی ایٹم ہیں کی طرف وہ
 تحریک غلطی کے ذریعہ سے دھماکا کرتے ہوئے تھے۔ ان کے کسی کام نہیں آ رہے تھے جس نے بھی
 شکستہ ہجو کہ ان کی طرف دھماکا اور تحریک کیا اس کا وہی انہوں نے تمام کیا۔ اس پر کھینچ لی بہت
 ہے کہ اس پر جان کی حالت میں جو ہجو کہ ان کی مشترک وہ ہجو کہ ان کے مسلمانوں اور مسلمانوں کی مثالی
 لڑنے کے اور کسی طریقے پر ایک اور طریقے کی تادیب سے واقف نہیں ہے۔ اس پر کھینچ لی ہجو کہ کسی تادیب
 اور کسی نقشہ کے بغیر کیا تھا اس لیے اس کا کوئی ناکہ اس کے سوا نہ تھا کہ مسلمانوں کے قومی
 کیمرہ کی کوئی اور اندازہ ہے کہ اس پر کھینچ لی ہجو کہ اس کی ہجو کہ اس سے زیادہ اگلی ہے۔ جسے زیادہ
 انہوں نے ایک معاشرہ میں نے ایک کی موجودہ رہنمائی کا انتخاب کیا ہے۔ انہوں نے
 کا معاشرہ ہے۔ اس کے لیے اس کے مستقبل بہت ہے کہ اس کی رہنمائی اور ہندوؤں اور
 کے ساتھ رہتے ہیں اور اس کی رہنمائی کی گئی کہ اس کے ساتھ اس کے ساتھ ہیں۔ کوئی قوم جو اپنے
 گھر میں ناکہ ہجو کہ یہ رہنمائی ہے۔ اپنے درمیان ایسے ایک گروہ کو پہنچنے پہنچنے کے طریقے نہیں
 دے سکتی جو کسی صورتی واقعہ کے انہوں پر کام کرتا ہو۔ اس پر اسے اگلی نہیں نے اس کے گروہ

اپنے اندر سے نکل باہر کیا اور ہندوؤں میں اس کے اثرات پھیلنے کا سدھارہ تقویٰ باندھ کر دیا۔
 لیکن یگانہ میں نے اپنے تاریخی احکامات کی بنائے کی کوئی کوشش نہیں کی اور جس وقت انھوں
 کی طرف ہواں ٹھوس یا گنہ کا سدھارہ لے رہی تھی وہیں اس کا یلکش پر دھینگا کر نے کے لیے
 اپنے آپ کو پیش کر کے وہیں اثر کیوں کر بے تحاشہ اپنے اندر کے آئی، اور اس کو کچھ نہیں
 شربھا کر اپنے پاکستان میں نہ ایک ایسی طاقت کے اثراتوں کو قوم جملے کا اسحق دے
 رہی ہے جو ایران پر اپنا تسلط یہ قریب مضبوط ملک کی ہے اور اب اس کے ہر پاکستان
 کے دہریہ میں عورت افغانستان کی روئی سی دروازہ مال ہے۔ جس سے کہ اس کم نظریت کو نہ لگے
 ہونے آگاہی بخاری کی نظر نہیں پاتے کہ کیرنٹس جو ہندوستان میں بڑے ستاروں کو پرست جتنے
 ہوتے ہیں، وہ ان اور ملک پر دس کی صدیوں کے عورت یا عورت نہیں کہتے بلکہ عورتیں
 کوں بجا جب اور ان کی تاریخی وادی میں طیر رہے ہیں۔ کیا اس سے کہیں پتہ نہیں چتا کہ ان کی
 جو دس پاکستان میں دفنی لڑائی ٹوٹا کر انھوں نے لکھنے کیا ہوا؟

جیسا کہ میں نے پہلے ہی میں تمام دس کے خاص سے تھوڑی دیر کے لیے تلخ نظریات کیے کہ
 اس کے اندر سے ان کی ایک تاریخی مسلمانوں کو اس کی ملک ہے باہر ہی ہے، لیکن اصل تاریخی مسلمانوں
 ان کے اندر سے کہ ہوتے تو کہیں نہ تھا کہیں نظر نہیں آتی اس کے متعلق ضروری باہر ہی جتنے کہ وہ بڑی ہی
 کوئی نہ گارنٹیا ہے۔ نہ مختلف دھرم کی ان کی اس کے متعلق ضروری متعلق ہو سکتے ہیں، یہ کہیں
 اصل ناکمل ہے کہ ان کی بے بس نہ کہ کوئی ایک تیسری حکیم یا کہیں اور اسے ٹیک ٹیک چلنے
 جاتیں۔

(ترجمانِ افریقی - فروری ۱۹۶۶ء)

۱۔ اس دسویں بیٹری میں پہلی ترجمہ ہے کہ ایک کلاسٹروں کی کیرنٹوں کے دھرم میں کوئی تاریخی
 نہیں ہے۔ یہ کہ ان کی تمام تاریخی مسلمانوں کو اس کی ملک ہے باہر ہی ہے، لیکن اصل تاریخی مسلمانوں
 ان کے اندر سے کہ ہوتے تو کہیں نہ تھا کہیں نظر نہیں آتی اس کے متعلق ضروری باہر ہی جتنے کہ وہ بڑی ہی
 کوئی نہ گارنٹیا ہے۔ نہ مختلف دھرم کی ان کی اس کے متعلق ضروری متعلق ہو سکتے ہیں، یہ کہیں
 اصل ناکمل ہے کہ ان کی بے بس نہ کہ کوئی ایک تیسری حکیم یا کہیں اور اسے ٹیک ٹیک چلنے
 جاتیں۔

تقسیم سے قبل

ہندوستان کے مسلمانوں کو آخری مشورہ

دنِ بد تقسیم سے پہلے ۲۶ اپریل ۱۹۴۷ء کو جامعہ اسلامی کے
ابواسمٰعیلہ مدرسہ میں کی گئی تھی۔

دقیقہ حدود استوار اس وقت میں ہندوستان کی تاریخ کے ایک بہت بڑا گام درخشاں ہو گیا
میرے سے گئے تھے ہیں اندر میں اس طرح ہندوستان کے باشندوں کی قسمت کے لیے
فیصلہ کی ہے اس طرح جاری ہیں ترکیب کے لیے بھی فیصلہ کیا ہے۔ اس لیے یہ بہت بڑی
ہے کہ اس موقع پر ہم چاروں گوشوں میں اس فیصلہ کے لیے ہم کو آگاہ کرتے
ہیں، اعلیٰ طاقت کو کہیں میں میں کام کرتے ہیں اور اس طرح کو میں کی طرف سے طاقت جلتے
ہیں اور میں میں سے ہیں پانچا سترہ لاکھ ہزار، یہی طرح سمجھیں۔ اور ہمارا بڑا کی پوری بھرت
کے ساتھ یہاں سے کہ ہر جہہ اور آئندہ طاقت میں آئے کسی حکومت عمل پر کہ ہندوستان ہے۔
جاری اس ترکیب کا قصد جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں، طاقت اور روحانی طاقت میں
یہ ہے کہ ہم اس طرح زندگی کو میں کامیاب ہے، انفرادی اور اجتماعی طور پر ملنا آگیا
اپنے قریب و غل سے اس کا طیب خیاب منظر ہو کر ہی ہو گیا کہ اس بدست پر طبع کر کے
لاشعش کریں کہ اس طرح زندگی میں اس کے لیے نفع اور سعادت ہے، اور ہر جہہ و غل
نظموں کی جگہ وہ نظام میں رہا کہ اس کے بعد چھوڑ کر یہ وہ سرسبز اس طرح زندگی پر پہنچیں۔ اس

مقصود کے لیے اگرچہ ہیں کام تو مردی دنیا اور تمام فروع انفرادی میں کرتا ہے۔ لیکن غور و نظر ہائے کام کی نگاہ کی سبزی میں ہے جہاں ہم پیدا ہوتے ہیں، جہاں گذرنا ہر جہدی نہیں ہے۔ جہاں کے وہم و گداز سے ہم واقف ہیں، جہاں کے غم و غم سے ہم آشنا ہیں اور جہاں کی سادگی و ہمارا پیدا ہونے کا رشتہ ہے۔ جو پیروں کے لیے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے اپنے دلی ہی کو جاننے والی اور عقلمند و محنت توڑ دیا تھا، وہاں تک کہ ان کو ہر کام ہدیٰ دیا کے لیے تھا۔ کسی پیروں کے لیے جانور نہ تھا کہ اپنے اس غوری عقیدہ کو رکھ کر کہیں اور چلا جائے جب تک کہ اس کے اپنی دلی اسے غلام دہی و خانہ خود و رستہ تبلیغ میں اختیار کی کوشش فرماتے کہ ہدیٰ سے دہی و نہ ہر جانے۔ لہذا ہدیٰ اس حالت کا غوری دائرہ عمل کی ہر چیز میں ہے جیسے خدا نے ہدیٰ کو نصیب کے لیے منتخب فرمایا ہے۔۔۔۔۔ ہدیٰ نصیب کا دائرہ عمل پر رانگ، ہر حالت کے دکان گداز و ان کا اپنا علاقہ اور ہر شہر جیسے یا گاؤں کے دکان کارانہ دکان کا پناہی۔۔۔۔۔ ہم میں سے ہر شخص کا فرض ہے کہ اپنے دست و پاؤں کی ہر چیز کو دھو کر صحت و صحت اور اس کا انتخاب میں متنبہ ہے۔ جسے اور اپنے تمام سے ہرگز نہ ہٹے جب تک کہ اس کو ہاں دینا غرضی غیر ممکن نہ ہو جائے۔ ہر چیز میں دھو کر جانے کی کوئی امید دانی نہ ہے۔ سب کے دے صحت میں ایک بہت کم ہجرت و ہجرت کی گداز و انہیں گے اور یہ نہیں کہ عام لوگوں کو کہہ دیا گیا ان انہیں سے ہم کہ آپ میں سے بہتوں کے پاؤں اٹھانے لگیں۔ چلی آپ میں میں کے حال میں اس کا مطالعہ ہے کہ آپ میں سے ہر شخص جہاں ہے وہی لڑا جاتے اور اپنی دولت کو اپنے ہی علاقے کی زندگی پر غالب کرنے کی کوشش کرے۔ آپ کا حال جہاں کے اس میں نہ کہیں کا سا ہونا چاہیے جو آخر وقت تک اپنے چاروں پہانے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور وقت ہر تے جہاں کو چھوٹنے والوں میں سب سے آخری شخص رہی ہوتا ہے۔ آپ میں ہر شخص پر ایمان دانتے ہیں اس کا خدا ہے کہ اس علاقے میں آپ دیتے ہیں وہی کے حکم زندگی کو دے لے اور دولت پر دے کی کوشش کریں۔ اس علاقے پر آپ لکھو آپ پر اس علاقے کا حق ہے اور وہی اس طرح اور ہو سکتا ہے کہ اس کی اجتماعی زندگی میں ہر گز ایسا ہی باقی ہیں انہیں خدا کو نہیں آپ اپنا پناہ اور دولت کریں اور میں ہر وقت سے آپ سزا دیکھ لگے ہیں اس کا خدا سب سے

کے ساتھ چلتی ہیں۔

ہندوستانی میں اس وقت جو حالت پیدا ہوئی ہے وہ بظاہر ہندی دھرم کے خلاف ہے۔ نہایت دور میں لگی ہیں اور نہیں دیکھ رہے ہیں کہ آپ سب لوگوں پر اس کا وہ منکری اثر پڑ رہا ہے۔ ملک کی مختلف قومیں آری خود غرضی میں بڑی طرح مبتلا ہیں۔ ہندو قوم پرستی کا خون بڑھتے بڑھتے اس منکری پہنچ گیا ہے کہ ان سے جو حرکات سرزد ہو رہی ہیں جنہیں اگر جہازوں سے بھی منسوب کیا جائے تو وہ اپنی قومیں کہیں۔ تو ہی کشمکش نے جنگ کی اور جنگ نے وحشت و دہنگی کی شکل اختیار کر لی ہے۔ پہلے تو راستہ میں ایک تکی کو ہر قوم ایک دوسرے سے بڑھا کر اپنے دھرم سے اور عیب دھرم سے پیش کر رہی تھی اور اس پر تلخ لکڑی کا بیسٹر چل رہا تھا، مگر اب فریب دہانگی ہے کہ مختلف قومیں ایک دوسرے کا نام دہانگی تک نہ لگاتے تھے کہ دے رہی ہیں۔ انہوں نے اپنی دہانگی کا کام ایسے ایسے بیٹوں اور انہماقیوں کے سپرد کر دیا ہے جو انہیں ہر روز خود منسوب دھرم توڑ پرستی کی شراب، نفرت و عداوت کا دہرہ لگا رہے ہیں۔ ان کی اصلاح بڑھ رہی ہے تو ہی خواہشات کی دہانت میں انہماق اور اخلاق کی باری صحت کو چھاندتے چلے جاتے ہیں۔ انہوں نے تعزیرات کے لیے ان کے دلوں میں ایسی اترتی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ تمام اخلاقی مبادیات تو ریت کے قلعے ہو گئے ہیں۔ ہر لکڑی منہ اور تو ہی خواہشات کی بھڑک رہی ہے۔ ہر ہی سب سے بڑا اخلاق ہے، خود کو جھوٹا ہونا خیانت ہو، ظلم ہو، سنگدلی اور بددھرمی ہو، یا اور کوئی ایسی چیز جو دنیا کے سموت و اخلاقیات میں ہمیشہ سے بدی لگی جاتی رہی ہے۔ بغاوت اس کے چھائی، انصاف، دیانت، رحم، شرافت، انسانیت سب گناہ قرار پانے لگی ہیں۔ اگر وہ تو ہی منہ کے خلاف چلتے ہیں تو تو ہی خواہشات کے حصول میں تلخ ہوں۔

ان حالات میں کسی ایسی دھرم کے لیے کام کرنا انتہائی مشکل ہے جو ریتوں کو غلڑا کر کے انسانیت کو خطاب کرتی ہو، جو تو ہی خواہشات کو چھوڑ کر خاص اصول حق کی طرف بھاگتی ہو، اور تو ہی خود غرضیوں کو توڑ کر عالمگیر اخلاقیات کا کم کرنا چاہتی ہو۔ جو ریت تو ریت کے اس فکد میں ایسی دھرم کی کڑا ٹھنڈے کے لیے دہندہ تیار ہیں وہ مسلمان مسلمان کہتے

ہیں کہ تم ہدی قوم کے افراد ہو، تہذیب و تمدن کا قوم کے جھنڈے تلے کھڑے ہو کر قوی کرانی
 چاہتے ہو تم نے ایک جتنی بنا کر دیں وہ اخلاق اور اصول حق کی نہٹ کیا لگائی سب سے شروع کر دیں؟
 توہاری اس صداقت سے ہر ملک سے قوم کی طاقت منتشر ہوتی ہے اس قوی مفاد کو نقصان پہنچا
 ہے۔ لہذا ہم تمہیں قوم کا دشمن سمجھتے ہیں خواہ تہذیب و تمدن اسی مقام کی طرف ہو جس کا ہم
 کے کریم یہ قوی طوائف قرار دے رہے ہیں۔ دوسری طرف ہندوؤں کے پاس جلیبتہ تو وہ خیال
 کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی بات دل کو تو مزہ دیتی ہے مگر اس چھاپہ کو دیکھنا چاہئے کہ چپنا
 چاہیئے دیکھ لو کہ جس قوم کے افراد ہیں سے ہادی طوائف ہے، کیا خبر کہ یہ اصولی صورت
 بھی مسلمان تو یہ ہے ہی کہ فروغ دینے کے لیے ایک دوسری تہذیب ہو۔

یہی بات خواہ کتنے ہی اصول و شکل اور جبر و کدہ ہوں، یہی وہ اصل مستقل نہیں ہیں بلکہ
 مغرب سے بدل جانے والے ہیں۔ اس وقت آپ کے لیے یہی طریقہ عمل یہ ہے کہ جبر اور
 غلبہ اخلاق سے اپنا کام کیے جائیں۔ اُچھٹے دھوں کے ساتھ دیکھیں، انداز و رنگ کی مخالفت
 پر بدافروختہ ہوں، اچھے لوگوں میں دوست اور دشمن ملک کی تیز رفتاری نہیں رہی ہے اور جو ملک
 جوشی جہزی میں اب خود اپنے چلنے اور پھرنے تک کا ہوش نہیں رکھتے نہ اگر جہالت اور جاہلیت
 پر اترا ہیں تو آپ شریعت اور یوں کی طرح اس کے مقابلے سے ہٹ جائیں اور ان کی تیز رفتاری
 کو خاموشی سے مہم دیں۔ اس کے ساتھ آپ کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ مستقل طریقے سے اپنی
 دولت مسلم اور غیر مسلم برساتی کے ان سب لوگوں تک پہنچائیں جو مستقل بہت کو کھینچتے اور
 اس پر کھینچنے سے غور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اس طریقہ پر اگر آپ نے عمل کیا تو ایک طرف
 آپ کی خلاق برتری کا سب سے بڑا ثبوت ہے اور دوسری طرف وہ وہی نقصان ایک ملک تہذیب
 پر پڑے گی جو اس نے دے دیا اس وقت میں تو کلام کے لیے غور دی ہے۔

جس تہذیب کی طرف میں اشارہ کر رہی ہوں وہ یہ ہے کہ مغرب تک تہذیب پہنچائے گا۔
 ہندوؤں کو ان کی اکثریت کے ساتھ اور مسلمانوں کی اکثریت کے ساتھ ایک ایک جہتی
 گئے۔ دونوں اپنے اپنے عقائد میں یہی طرح خود عقائد ہوں گے اور اپنی اپنی عقائد اپنے
 اسٹیٹ کا نظام چلائیں گے۔ یہ بڑا تغیر اس نقشے کو بالکل بدل دے گا جس پر اس وقت تک

حکومت چلتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں اور دوسری قوموں کے مسائل اور
 ان کی ذمہ داریاں بالکل بدل جائیں گی۔ اسی کو بالکل ایک دوسری ہی صورت بدل سے بدلتی
 آئے گا۔ جس وقت تک انہوں نے اپنے قریبی اور اپنی خیریات اور جان
 نکل میں کوئی کام کر لیا ہے وہ بڑی محنت ہے۔ یعنی ان کا وہ ہر جتنے گا۔ بدلتے ہوئے حالات
 میں اس سب کو سر پر ہائے گا کہ وہ کچھ ایسا کر سکتے ہیں اس سے انہیں کہیں ہلکا
 کیا ہے اور اب اس نئے دور زندگی میں ان کے لیے اصول کیا ہے۔ آج کے ہندو ادب کے
 ہونے والے اس وقت پہلی برہمنی ہے۔ آج کے خیانت اور تعزات کے بدلے اس وقت
 کوئی بگڑا ہوگا۔ آج کے غریب اس وقت کھڑے ہوئے ہیں کوئی مسرت کو بھی نہ
 پہنچے گا۔ یہ بنیادوں پر آج کی ترقی پسند برہمنی کا نام ہے وہ خود بخود بدلتی جائے گی اس
 لیے عرصہ بھی نہیں کہ آج کی عین یہی اپنی طبیعت میں رہے گی بلکہ یہ نہیں کہ وہ آج
 انہیں اپنا بہت دھند بھروسہ ہے اس کی دہائی میں کہ اپنے مسائب و کام کا اصل سبب بگڑے
 گئے۔

اگلے سال اس دور میں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کے حالات بالکل ایک
 دوسرے سے ملتے ہوئے ہیں۔ اور ہر طرح میں دونوں علاقوں میں کام کرنا ہوگا اس لیے ہمیں
 ہی اپنی تحریک کو دو مختلف طریقوں پر چار چار سے گا۔ بلکہ یہ نہیں کہ نظام جماعت کر لے
 صورت میں بانٹ دیا جائے تاکہ ہر جتنے اپنے اپنے علاقے کے حالات کے مطابق مناسب
 پالیسی پر عمل کریں گے اور اس کے لیے غرضی اختلافات خود کر کے۔ یہاں تک مسلم علاقے
 کا تعلق ہے اس پر ہمیں یہاں کوئی بحث نہ کرے گا، بلکہ ان کے لیے غرضی نظام نہیں
 مغربی علاقہ کا اجتماع ہے جو غرضی ہوئے علاقہ ہے۔ آپ کے سامنے بگڑے ہوئے ہندو
 ہندوستان کے مستقبل پر گفتگو کرنی ہے کہ یہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کو اکٹھا کی جاوے
 سے بدلتی ہیں ان کے علاقے اور اس صورت میں آپ کو اس طرح کام کرنا ہوگا۔

سب سے پہلے مسلمانوں کے مسائل کو دیکھیں۔ ہندو اکثریت کے علاقے میں مسلمان غریب
 و غریب کر لیں گے کہ میں مسلم قوم پرستی پر انہوں نے اپنے اجتماعی رویہ کی بنیاد رکھی تھی وہ

ابنیں یہاں تک ہیں مگر چھوڑ گئی ہے اللہ کی قوی ہنگامہ ہے وہ لوگ سے جو دشمنی
 سے بغیر سر پہ لگے رہے تھے ایک ایسے نتیجہ پر ختم ہوئی ہے جو ان کے لیے تباہی
 کے سوا کچھ نہ تھا۔ جس وقت کہ ہمیں لگتا ہے کہ جمہوری اصولوں پر ایک سخت سے سخت جہاد کا سیاسی
 ارتقا ہو رہا تھا اور ہمیں خود سناؤں نے ہی قوی حیثیت سے تسلیم کر کے اپنے مطالبات کی بہت
 درجہ کی تھی، انہیں دیکھ کر ایک غور سوچ کر یا ممکنہ طور پر ان اصولوں پر بہتے ہوئے غلام
 حکومت میں جو کہ مناسب اکثریت کو تھا ہے، توجہ کر اگر دیکھی ہے تو غیرت کے طور پر
 دست لگ کر ہر نئی حیثیت سے، ان کو حق کے طور پر جریعت اور تو مقابلیہ اور شریک کی حیثیت
 سے۔ یہ ایک ظاہر ہوا ہر حقیقت تھی، مگر سناؤں نے اس کی طرف سے ہاتھ نہ لگائے تھے۔
 بعد میں ایسی مدد بھی ملانے کا ارتکاب کیا کہ ایک طرف تو نظام حکومت کے اپنے عزم
 کے انہی جمہوری اصولوں پر مبنی ہو گئے اور دوسری طرف خود اپنی طرف سے تسلیم کیا کہ
 اصول پیش کیا کہ جہاں ہم اکثریت میں ہیں وہاں ہم حاکم اور ہم معلوم ہو اور جہاں ہم اکثریت
 میں ہو وہاں ہم معلوم اور ہم حاکم ہوں۔ کئی سال کی تاریخ اور غور پر کشمکش کے بعد اب جو ایک
 حاکم "کامیابی" کے مرتبے میں پہنچ گئی ہے، اور میں پھر کے لیے اہمیت کے اصولوں سے
 تعلق رکھنے والے سناؤں کو روک رہے تھے وہ عمل ہوا جانتی ہے، یعنی اکثریت کی اذیت
 خود مختار حکومت جس میں یہ بحیثیت ایک قوم کے معلوم ہوں گے اور معلوم ہی اس اکثریت
 کے ہیں سے، اب یہی ایک قوی ہنگامہ لڑ رہے تھے۔

جو انٹیمٹ اب مسلم اہمیت کے حلقوں میں ہیں وہاں ہے وہ ہندوؤں کا قوی انٹیمٹ
 برا۔ قریب جمہوریت کے ہی شکریہ کو سناؤں اور ہندوؤں کی تسلیم کر کے اپنی
 قوی تحریکوں کی اساس بنا چکے ہیں جو کی بنیاد پر کوئی قوی انٹیمٹ اپنے اندر کی دوسری
 ہی قوم کے وجود کو انہیں لڑا جو معلوم قریب سے ایک ہی مستقل قریب کی مگر ہر
 اور پھر اس قریب کے حلقے کے ساتھ اپنے مخصوص قوی مطالبات کی دیکھتی ہو۔ یہ پسند
 صرف اسی وقت تک ہی ممکن تھی جب تک کہ میں اتفاقاً ایک بیرونی قوم کا اتحاد ہند
 اور سناؤں دونوں کے معلوم تھے۔ صرف اسی وقت، مگر حاکم اہمیت ہی اکثریت کی طرف

ہاں۔ تاہم اگر کوئی اس امید پر مینا چاہتا ہو تو غور فرمائیے۔

یہ ہے ان لوگوں کی حقیقت جو کہ دنیا پر اُمید کی بجائے یہ کہ قوم پرست دسیہ است جس طرح انگریزی اقتدار کے دور میں چلتی رہی ہے۔ اسی طرح ہندوستان کی قومی حکومت بن جانے کے بعد بھی چلی چکے گی۔ آج مسلمان اپنی جماعت اسلام کا ہی کیوں سے وہی مخلوق کو نہیں سمجھتے ہیں، مگر وہ وقت قریب ہے جب یہ مخلوق خدا اپنے آپ کو ان کے گمراہی آئندہیں گے اور اس وقت وہ ان کو تین راستوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے گا۔

ایک یہ کہ انٹیشنلسٹ مسلمانوں کی پالیسی قبول کر کے ہندو قومیت میں جذبہ ہوسٹ پر پیدا ہو جائیں۔

دوسرے یہ کہ مسلم قوم پرستی کی وجہ سے وہ اپنی بدستور چلتے رہیں یہاں تک کہ مسلمان بن جائیں۔

تیسرے یہ کہ قوم پرستی اور اس کے طرز تفکر اور اس کے دلائل اور مطالبوں سے قوی کر کے اسلام کی ایمانی قبول کر لیں جس کا ان کا عقیدہ ہے کہ مسلمان اپنی قومی اطرائی کے لیے کسی دھند کرنے کے بجائے اپنی تمام کوششوں کو صرف اسلام کی اصولی دعوت پر مرکوز کر دیں اور اسی حیثیت القوم اپنے اخلاق، اعمال اور اجتماعی زندگی میں اس کی شہادت دیں جس سے دنیا فیتن کر سکے کوئی طاقت یہ وہ قوم ہے جو اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ مصلحت دنیا کی خاطر کے لیے چلنے والی ہے اور حقیقت میں اصولوں کو پیش کر رہی ہے وہ انسانی زندگی کو انفرادی اور اجتماعی طور پر نہایت اعلیٰ اور نئے اور اصل طریقے سے سامنے لے گی۔

یہاں آخر کار مسلمانوں کے لیے پہلے بھی دلوں نہایت تھی اور اب بھی اسی میں ان کے لیے نہایت ہے۔ یہی کئی سال سے ان کو اسی کی طوطی بول رہی ہیں۔ اگر یہ قوم پرست اور سیاست کی نہ اختیار کرنے کے بجائے جس راہ کو اختیار کرتے، اور جس طرح پہلے دس سال میں انہوں نے اپنی پوری قومی طاقت کو اس راہ پر لگایا ہے اسی طرح کہیں اس راہ پر لگایا جوتا تو آج ہندوستان کی یہ مسست کا نقشہ بالکل بدل جاتا اور وہ چھوٹے چھوٹے پاکستانوں کی جگہ

سو سے جدوجہد کے پاکستانی بن جانے کے امکانات ہی کی انکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔
 اُس وقت پیری رحمت انیس دشمنی کو محض ایک سیدھے دست کی رحمت سمجھتی رہتی۔
 اب واقعات انہیں گھیر کر آہستہ آہستہ فخر کے مقام پر خود گھنچتے جاتے ہیں۔ اب ان کے لیے
 زندگی کی راز محبت ایک ہی ہو گئی ہے اور وہ اسلام کی _____ اصل اور حقیقی صورت ہے اور اسلام
 کی _____ راز ہے۔ وہ مری رہیں زندگی کی انہیں بلکہ خود کشی یا سزا سے مست یا بھی نہایت
 کی رہیں ہیں۔

یہ وقت جس کے آنے کی انہیں غور سے رہا ہوں اب بالکل قریب آگیا ہے۔ جو بھی کہ جہان کی
 کی سیاست اور جہاد کے ختم ہو کر نیا نیا شروع ہوا، اقلیت کے حقوق میں مسلمانوں کو اپنی
 واقعی یا کسی انگریز پریشانی کا سامنا شروع ہو جائے گا۔ یہ ایک بڑی تقریب کے انعقاد
 کا وقت ہے۔ یہ ایک تقریب کے انعقاد کے اندام سے لکھی گئی زبانہ خطبہ تک ہو گا۔ تقریب کے وقت
 کی ناکامی سے مسلمانوں پر جو محمود انتشار طاری کیا تھا وہ اگرچہ نہایت مختصر ہو گا مگر ایک
 وقت۔ اب اگر وہ کیفیت اس چھوڑ دی ہوئی وقت کا ایک ثابت ہوگی۔ پھر اس وقت
 ملک کے دہشت گردوں سے ایسی ہو کر کوئی ریح دہانی اور کوئی شروع امید اگر مسلمانوں سے نہ پائی
 تو یہی پر گھبراہٹ اور عداوت اور کی مستعد ہو جائے گی۔ کوئی نشست مسلمانوں کی طرف سے نہ پائی
 کوئی نشست نہ ملے گی۔ کوئی ہجرت کی تہدی نہ ملے گی، کوئی پابوسی کی حالت میں
 یا قیادتوں کو نہ کر دیا جائے گا، اور کوئی دل برداشتگی کے عالم میں یہ امن اور انجمن ہو
 کی جہاد رہی ہوئی تھی جس کو ہجرتانہ کے دعوت دینے اور پھر ایک پہلے ہزاروں دھوکوں
 سے لگا، بھائیوں پر بھی تھا ہی کی طرح اس کا اٹھانے گا۔ اس ناک وقت کے لیے ابھی سے
 ایک یہ منتظر کہ وہ تیار رہتا ہے جسے جو ہوش میں نہ آنے والے مسلمانوں کے سامنے بروقت
 یہ دعا ملتی ہوگی کہ اے اہل جہاد تو تم کو خطبہ دین اور تمام کاموں سے بھاگ کر
 ایک دشمنی نصب ہمیں کے گدھیٹ کے اسی کو اس کے بعد حقیقی کامیابیوں کی جہاد
 دے گے۔ میری دعا ہے کہ آپ ہی کا یہ گدھا اس مدت کے انجام میں لے کر تفریق نہ لے
 اور اس وقت کے آنے سے پہلے اس کو ایک طاقت اور منتظم اور مستعد ہو جائے کہ یہ جہاد

انجام دے سکے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ ذرا بعد بعد مسیح کی اکثریت کے متعین کامیابیوں میں۔ یہی آپ لوگوں سے اکثر ایسا ہے کہ وہی انتخاب ہوا کرنے کا جتنا امکان مسلم اکثریت کے حلقوں میں ہے قریب قریب اتنا ہی امکان غیر مسلم اکثریت کے حلقوں میں بھی ہے۔ میری اس بات کو بہت سے لوگ ایک فرقہ پرستی کی شکل میں دیکھتے ہیں، اور بعض لوگ یہ خیال رکھتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کو کوئی ملتا ہے جو پہلی جگہ سے جاتا ہے۔ اس لیے کہ ان کو میرا لوہا پر غصہ آتا ہے کہ غیر مسلم اکثریت مسلمانوں کے مقابل میں ایک مضبوط حق اور منظم دعوہ کو برسرِ پا ہے۔ اس کے انداز میں کوئی نسل یا ملت نہیں ہے جہاں سے اس کے ٹوٹنے کا امکان ہو۔ اس پر تمام پرستی کا شر پوری طور پر مستطیع ہے۔ ہندو مت یا لاکھو نظام حکومت نہایت منظم فرقہ سے اس کے واقف میں آجکل ہے اور جو خدائی سی کمراتی ہے وہ مغرب پر ہی مبنی ہوتی ہے۔ اس بات کو دیکھتے ہوئے میں کی گھڑی نہیں آتا کہ اگر وہیں یہی انتخاب ہو گا تو میرے غلے کا۔ اگر میں سمجھتا ہوں کہ مضبوط لوگ جمہور کے سامنے نظر آتا ہے اور ان کا یہی ہی عمری ہوتا ہے، اس کی طاقت کو دیکھنے کی کوشش کیجیے کہ کن دین سے مراد ہے اور اس کی پرستش کی اوجیت کیا ہے۔

ہندوستان کے وہ لوگوں غیر مسلم کہیں میرے حوالہ عظم کیا ہے وہ کوئی مستقل نظریہ حیات، کوئی مضبوط فلسفہ زندگی اور کوئی شہسوی نصب العین نہیں ہے کہ اس کا متزلزل ہونا اور بدل ہونا مشکل ہوا بلکہ اس کا سقم پرستی کا جذبہ ہے جو ایک طرف اپنی اقتدار کے حالات اور دوسری طرف اسلام پرستی کے مقابل میں جڑا یا گیا اقتدار پرستی کا نظریہ خاص ہے جو کہ ان لوگوں کی خاصیت اور جام اور بیدار طاقت ہی کے مقابل میں پیدا ہوا کرتی ہے۔ اس کی انتخاب و حاکمیت ہی سے بڑھتی ہے اور جب تک وہ طاقت مقابل میں موجود ہو اسی وقت تک باقی رہتی ہے۔ جو اپنی کوہن صحت ختم ہوئی اسلام کی پرستی کا تصور حاصل ہوا ہے وہ آپ سے آپ دب جاتا ہے، اندوئی زندگی کے دوسرے اہم تر مسائل لوگوں کی ترجیح کا اپنی

طوت کچھ بچتے ہیں اور ان میں سے کچھ کو بھی بستی کے جذبہ سے بہم پر متاثر ہوتے تھے، پھر بستی
 لگتے ہیں۔ ہندو قوم پرستی کا سرمایہ کچھ پیدا ہی ہے۔ یہ جی وہ پاؤں پر کھڑی ہوئی تھی ان
 میں سے ایک۔۔۔۔۔ یعنی انگریزی اقتدار سے نہات ہانے کا جذبہ۔۔۔۔۔ مصلوب ہوا
 ہوتا ہے۔ اس کے بعد صرف دو سرا پاؤں باقی رہ جاتا ہے۔ یعنی مسلم قوم پرستی کے مقابلہ کا
 جذبہ۔ مسلمانوں کے بن جانے کے بعد اس کا قائم رہنا ہی مشکل ہے۔ بشرطیکہ ہندو مصلحت
 کی سہولت اقلیت اپنے شعلے کو حل کرنے کی کوئی راہ نکال سکے جس سے ہندوستان
 اور پاکستان کے درمیان کشیدگی و نزاع کے مہتاب پیدا ہوں اور نہ ہندوستان کے اندر
 مسلم قوم پرستی کے دھڑوں اور مطالبوں کو دبانے کے لیے ہندو قوم پرستی کے شعلے جھونکا
 کوئی موقع باقی رہے۔ یہ ممکن اگر خدا نے مسلمانوں کو مصلحت کی تباہ دیکھیں مگر بیشک
 یہ خدا تعالیٰ کی مذہبی محبتوں کے بغیر صحتی خطرے اور جہل پرستے پیش کر کے ہر جہد قوم پرستی
 کو زخمی و مشتعل رکھنے کی خواہش ہی کو کشش کریں، وہ ہر مصلحت کے لیے اس وقت و
 مقام میں ضروری کی ترکیب سے کام لیں، سب سے بڑا یہ ہے کہ اس لیے کہ اس
 ملک کے اندر خود اس کے اپنے منہ پر لگی کے درمیان جو لڑائی، اس مشرقی بے مضامین، جو
 سامانی جفا کا ہیں، جو غرضی وقت مصلحت کششیں، اور جو طبقاتی منافرتیں موجود ہیں، وہ بیرونی
 خطرات کے ہلنے ہی اپنے آپ کو بند مسموم کر تیں گی اور ملک کے آئندہ نظام و انجیاہات کی
 تقسیم، مشرقی کے تیش اور مروجی نظام کی تشکیل کے مسائل اور ان کو آپس میں پرکھیں گے۔
 اس فرقہ کے لیے ایسے وقت اور نظریہ مہاب وجود ہیں کہ اسے دیکھا جانے سے کوئی پھر
 روک نہیں سکتا۔

ہندوستان کا سب سے سہمی نظام کچھ اس طرز پر بننا ہے کہ وہ بے شمار طبقات پر مشتمل ہے
 جن میں سے بعض بعض پر چڑھے ہوئے اند بعض ان سے دے دے ہوئے ہیں۔ ان طبقوں کے
 درمیان پیدا نشی برتری و سستی اور ذاتی امتیازات کا تصور گہری جڑوں کے ساتھ جاتا ہے
 اور اس کو کشش کے نیشے سے اندر پارہ مضبوط کر دیا گیا ہے۔ بہت طبقوں کے حق میں
 یہ یقین پیدا کیا گیا ہے کہ وہ بہت ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور ان کے پچھے کر رہی لڑائی

کریں۔ اس سماجی نظام میں عوام اور منصفہ پیشہ طبقوں کے ساتھ جو بے انصافیاں اور زیادتیاں پائی جاتی ہیں وہی لاشعرا کا مشکل ہے۔ پھر اُن بچے طبقوں نے خود اپنے ماتحتی میں بھی تسلیم نہ کیا انصاف کی بہت سی شکلیں اختیار کر لی ہیں جو کہ عوام پر کم و گھٹا دشمنی اور زیادہ لوگ بد حال ہیں۔ ان کی شہر داری، ان لاشعرا کا قانونی جائیداد کا فرق (John Farrow System) اور ان کے پیشہ اور کبریا کا قانونی (Rule of Primogeniture) اور ان کی طرح کے اور بہت سے طریقے ایسے ہیں جو عدالت بعد اس کے ذرائع کو ریٹ کر چند لوگوں کے ہاتھ میں دے دیتے ہیں اور بہت سے لوگوں کو محروم اور مستحق بنادیتے ہیں۔ انہی طریقوں سے ان لوگوں میں عدالت سماجی ہے وہ اب جو یہ سرپرستی کے ذریعہ اختیار کر کے ملک کی منصفہ، تجارت اور دیانت پر مستطرد ہوتے ہیں اور ہر قسم کا سہہ ہیں۔

اس پر سیاسی نظام بنایا جا رہا ہے اس کی تعریف میں کاغذ پر تو جادو شہر جہیزیت، سماجی انصاف (Social Justice) مساوات اور مراعات کی برابری (Equality of Opportunity) کے شوشے سے نہیں آتے نہ عدالت ترقی اور دلکش دنیا میں دم کیے جا رہے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ ان حد تک ان کی قسمت ان کے فکر میں نہیں، ان کی ہمدستی مل رہی ہے۔ عوام پر کم و گھٹا ہوتے ہیں وہ، یہ کہ اس سیاسی نظام کی تشکیل تعمیر اور تنظیم کے بدستام پر ہی جتنے مادی ہیں جو مادی اور معاشی نظام کی اوپر دلائی ہوئی ہیں، یہ نشر و ترویج میں نہیں، بلکہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور جو بے فکر میں زندگی ہے کوئی بھڑک کوڑا ہے سب کچھ بہت گر جال، کیسی عزت اور فراخ و ملو نہیں دیا اس کی تنگ دلی بہت کم ہی چند دستانہ کو بہت کچھ نقص پہنچا ہے اور ان کی دستانہ دیکھتے ہوئے مشکل سے یہ قرق کی جا سکتی ہے کہ لوگ اپنی سیاسی طاقت کو ذاتی انصاف مت نام کرنے میں ہمتاں کریں گے۔

یہ طاقت اپنے اندر اتنی قوتیں رکھتے ہیں جن میں ملک کی عام آبادی طاقت کے ساتھ صوبوں کو رہی ہے۔ اب ملک تو م پرستی کے نقشے سے اس میں کڑی مناسبت ہوتے دکھاتا، اور لوگ اس امید پر بھی تھے کہ ملک کا انتظام جب ہمارے ہاتھ میں آجائے گا

ہندوؤں کے لیے جو اتحاد و اتحادی مفروضی اور اجتماعی حیثیت سے ترقی کے لیے کیا
 سراج بھی ہوں۔ جو ایک یا چند طبقوں کے مفاد کو نہیں بلکہ سب انسانوں کے مفاد کو یکساں ہدایت
 اور انصاف کی نظر سے دیکھے، کسی کا حق کسی کا فرض نہ ہو، ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکساں دوسرے
 کے حقوق کے ساتھ اور غلامی کے پرانے ایک یعنی برصغیر نظام زندگی پر انہیں متحد کر دے،
 عوام ہندوؤں کو وہی کچھ دے جسے جو ان کا نظری حق ہے اور ہر طبقے ہندوؤں سے صرف وہی کچھ لے
 جو ان کے پاس ہے، ان کے نظری حق سے نفاذ ہے۔ ایسے ایک نظام اگر ملک کے لوگوں کے
 سامنے پیش کیا جائے اور اس کو پیش کرنے والے کو لوگ ہوں جن کی سیرت اور اخلاق پر اعتماد
 کیا جاسکے، جو خود کسی قسم کی توہین یا طعناتی یا ذاتی خود غرضی میں مبتلا نہ ہوں، جن کی اپنی زندگیوں میں
 راستہ پر گام ہوں اور حقیقت انہی سے انصاف کی امید راستہ کی ہو سکتی ہے، اور جن میں
 دیانت اور انتظام دنیا کی موجودیت مددگار ہیں، تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان
 کے باشندے اس نظام کے مفاد میں اشتراکی انتخاب کے واسطے کو ترجیح دیں۔ اشتراکی انتخاب
 تو ایک امر پیش ہے جو مرنے کے ساتھ تسلیم کرنے کے لیے ایک ہٹے ہوئے کا امتیاز کر دیتا
 ہے۔ اور انہی ہٹے ہوئے میں میری کی حالت ہی میں گوارا کیا جاسکتا ہے جب دوسرے
 مرنے کی صورت ہونے کی کوئی امید باقی نہ رہے۔ دنیا میں جہاں بھی کسی ملک کے لوگوں نے
 ان پر پیش کے طریقے کا اختیار کیا ہے اسی وجہ سے کیا ہے کہ ان کے سامنے قانون مزاج طاری
 اور اشتراکیت کے سر پہ گرنے لگا ہے اور تیسرے طبقے میں جس میں دیوان مدلوں کی خواہشوں سے
 پرکھ کر انصاف پانچنے کی امید کر سکتے۔ اگر اس قسم کا تیسرا راستہ پیش کر دیا جائے —
 جیسا کہ پیش کرتے لائق ہے — تو ہندوستان کے لوگ ایسے پاگل ہیں اور دنیا
 کے دوسرے ملکوں کی آبادی ہی کو اس قدر دماغ شکنی کرے گی کہ کوئی وجہ ہے کہ وہ ایک قانون
 کو ان کے سامنے نہ لائے اور اگرچہ ان میں یہ امر ہو سکتا ہے۔

سوال ہے کہ کیا اس قانون تیسرے راستہ پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پیش کر سکتے
 ہیں اور اس تیسرے راستے کو ہم مسلم ہی سے تو نہیں دیکھیں گے، ساتھ ان میں اشتراکیت کے
 ہندوؤں میں اشتراکیت کے باوجود اس نظام کے لیے کامیابی کے کم از کم ۷۰ فی صدی امکانات

ہیں۔ یہ مسلمانوں کی انتہائی بد قسمتی اور نکتہ کا حق پرستی کوئی کہہ پاس اسلام جیسا ایک نئے لہجے میں
نظام موجود ہو اور اس سے لے کر آئینہ کے کھاتے پر امیدوں اور فریاد کے لیے غالی
پھول دیں۔

اب میں آپ کو غور کرنے پر بتاؤ گا کہ ہندوستان میں اسلامی اقتدار کا نام ہمارا
کون سا ہے جس کا مطلب ہے۔

(۱) سب سے سہل کام یہ ہے کہ اس قوی کشمکش کا خاتمہ کیا جاسکے جو ہندوؤں اور مسلمانوں
کے درمیان ابھرتا رہا ہے۔ میرے نزدیک یہ بات پہلے ہی غلط تھی کہ مسلمان اسلام
کے لیے کام کرنے کے بجائے اپنی قوی اور طاقتوں کے لیے لڑتے رہے۔ اگر اب تو
اس طریق کو جاری رکھیں تو غرضی نہیں بلکہ ہلکے فعل اور اعتماد خود کشی ہے۔ اب یہ نہایت غریب
ہے کہ مسلمان اپنے غرضی عمل کو غلط بدل دیں۔ یہ مسلمانوں میں ناخوشی کے مناسب کا حصول ہے
اقتدار کی جگہ صواب ہے۔ غرضیوں کے لیے کشمکش اور یہ دوسرے قوی حقوق اور طاقتوں
کے لیے پھر یہ کارنامہ دہرائی ہوئی ہے۔ حاصل ہو گیا اور نقصان ہو گیا۔ حاصل اس لیے کہ اب یہ
لوگوں کے ہاتھ میں ہندوستان کی حکومت ابھی ہے۔ وہ غور و تاملات اور غرضیوں میں دعوت
و توجہ کے ساتھ کام لے کر ان کے مسلمانوں کی جہاد اور سیاسی ہستی کو ختم کر دینے کا
یصلہ کر چکے ہیں اور ان کے فیصلے کو نافذ کرنے کے لیے کسی طرح نہیں ہٹا سکتے۔ انھوں نے یہی
یصلہ کیا کہ ان حقوق کے استغراق کی جتنی کشمکش بھی مسلمان کریں گے وہ ہندوؤں کے قوی اقتدار
کو مزید بڑھانے کے لیے، اور اگر وہ اپنی شکایات کو رفع کرنے کے لیے ہاتھوں کی مدد حاصل
کر رہا ہیں گے تو یہی ان قوی جمیڈی اور کشمکش کا سبب بن جائے گا جس سے ہندو
قوی ہستی کو زندگی کی حق و اقتدار مل جائے گا۔ لہذا سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ مسلمانوں میں ایسی
راہیں کام لیں کہ ان کا جتنے کہ وہ ہمیشہ ایک قوم کے طور پر ابھریں اور اس کے نظام سے بے گناہ
اقتدار کریں اور ہندو قوم پرستی کو اپنے غرضیوں سے بے ایمانی دھاری کر دیں اور کوئی دھڑکی
سیاں کریمت میں لے کر کشمکش کو ختم کر دے۔ یہی ایک طریقہ ہے
اس غیر سرکاری اقتدار کو ختم کر دینے کا جس وقت غیر مسلم اکثریت کے خدا و ملک کے خلاف

اس کے ساتھ ان مسلمانوں میں اسلام سے عام واقفیت بھی پیدا کر دی اور ان کے اندر یہ جذبہ بھی ایجاد کر دیا کہ زندگی میں ان کو ہرگز غیر مسلموں سے جو باغی تفریق نہ ملے۔ اس میں وہ حسب موقع ان کے ساتھ اسلام کو پیش کرتے رہیں، اور حکومت کی ہدایت کی نیز ہر ممکن جہد کر ہندوستان میں کوئی دوسری تحریک اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد ہر پانچ گڑھ کے قریب ہے۔ اس تعداد کا تیسرا حصہ بھی اگر اسلام کو جانتا ہو اور اس کی تبلیغ شروع کر دے، تو اسلام کے مسلمانوں کی تعداد ۲۵۰،۰۰،۰۰۰ تک کے قریب ہوگی۔ کیا کوئی دوسری تحریک ایسی ہو سکتی ہے جس کے پاس اتنے پیغمبر ہوں؟ ہر مسلمان ہندوستان کی آبادی میں پچاسویں فی صدیوں کے ساتھ رہے گا۔ یہی اندازہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہر جگہ ہر وقت انہیں دو ستر تک پہنچے گی اور یہی پیمانے اور اپنے ہونا والا اثر ڈالے گا موقع ملے گا۔ کیا کسی دوسری تحریک کو یہ مواقع حاصل ہیں؟ ہر دوسری کسی تحریک کی اپنی کوئی مستقل سرعہ نہیں اور اپنا کوئی نفاذ نہیں ہے۔ اس کے واسطے میں چاہے کہ ہندوستان کے اپنے واسطے ہی ہوتے ہوتے کچھ اپنے ہیٹ کے مطالبے تو یہ ہے کہ سکتے ہیں اگر اپنی ماضی زندگی کی مشکلات اور غمازیاں رفع نہیں کر سکتے۔ سخت اس کے مسائل اپنی ایک مستقل سرعہ نہیں دیتے ہیں جو اگر ہلکے نصیب نہیں کے مطابق کچھ ہی امور پر قائم رہا کرتے تو تمام ان لوگوں کے لیے ہمدی پناہ دہاوی بنتی ہے جنہیں ماضی زندگی میں پسند نہ آیا گیا ہے۔ یہاں کو بھی انعام تلافی و معاشرت کی دوسری فراہمیوں کے پریشان کر دیا ہے۔

(۲) تیسرے اصولی کام یہ ہے کہ ہم اس ملک کے مسلمانوں کی اپنی طاقت نکالیں۔ اسے زیادہ حق پرستی اور دولت کے لیے فراہم کریں اور اس سے ہر آدمی کے ساتھ ان میں ہندوستانی مسلمانوں کا تعمیر یافتہ جبر پڑے گی اور ان میں تمام ہر کچھ ہے جس پر اس نے اب تک نظر نہ رکھی تھی۔ اس کا اس کا شعور حاصل ہو سکتی ہے اس پر اس کا دی برائی شروع ہو جائے گی۔ اس موقع پر اگر ان کے ساتھ ایک دینی نصیب دہیں امیدوں اور باتوں کے ساتھ آئے تو ان کے ایک بڑے حق کے تو جہات اپنی طرف کھینچے گا۔ اس طرح جیسے جیسے ہماری

دوست کو طاقت حاصل ہوتی جاتے ہیں چاہتے ہیں کہ اسے ان چیزوں کا اس پر لگایا جاتا ہے جو اس کی انتہا کو زیادہ کر سکیں۔ خواہم مسلمانوں کی اخبار نویسی کے موجودہ احوالات کو بالکل بدل دینا چاہتے ہیں۔ بدلی خواہش یہ ہے کہ ہر قسم کے ایلی قلم اب انگریزی، اردو اور دوسری زبانوں میں اخبارات جاری کریں اور ان میں حقوق کی پہچان، عاداتوں کے کافی حد تک تناسب پر مشروط عمل اور ملکوں میں ہندو گری پر دوا دیا کرنے کے بکواسے والی افواہ نظام پر اصولی تنقید کریں۔ اس کی خاطر گریڈ ایک پورے نمایاں کر کے پبلک کونسل میں اس سے ہر طرح نظام زندگی پیش کر کے اس کے سامنے اس کے حق میں ہمدرد کریں۔ اسی طرح ہر چاہتے ہیں کہ ہمارے قوم پرست اور باب انشا کا پورے چھوڑ کر اپنی بدلی تالیفوں کو ایک اعلیٰ درجہ کا تعمیری ادب پیدا کرنے میں غور کریں جو انسانیت کے شعور کو بیدار کرے۔ اور انہوں میں ایک مدنی نظام کے سبب سے پیدا کرے۔ پھر ان لوگوں کو خدا کے ذریعہ ہندو جبر کی دماغی صلاحیتیں دی ہیں ان کو ہم دنیا کی ذہنی طاقت اور استعداد کا پتہ چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ حضرات قرائن کی مشق ہاتھ میں سے کلام کے ہر گوشہ اور سادگی حیرت کے ہر پہلو کا ہاتھ میں اور تحقیق و کاوش کے ساتھ اس کی نظام زندگی کی پوری تصویر دنیا کے سامنے پیش کریں جس سے دلچسپ لوگ انسانی رسوم و رنجیں کو دیکھ کر دنیا کا نظام اس نظام کے مطابق ہو کر اس کی تفصیل سمجھتے کہ ہر گ۔ اور باب کے بعد اس اہلی دنیاغ اختیار میں سے وہ لوگ جس نالی چکھتے ہیں جو بیشاد شب کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ اس کی دعوت کو ایک عمومی تحریک بنانے کے لیے ضروری ہے کہ ان لوگوں کو اس کی رہنمائی کا منصب سنبھالنے کے لیے تیار کیا جائے۔

(۴) پورا مغربی کام یہ ہے کہ ہمارے سب کے لیے ایک نیا تمام رنگ جو انشا ہمارے قریب سے قریب ہے، ہندوستان کی عوامی زندگی کو ان کیسے اور ان میں ترقی دے کر ایک نیا جہت پر پہنچائیں جو انشا تعلیم اور مذہب کی بنیادیں بننے والی ہیں۔ نیز اس امر کی اہمائی کو مشغول کریں کہ ان دنوں میں بدلی سے بدلی اسلام کا عمومی طریقہ منتقل کر دیا جائے۔ مغربی ہند میں قابل، تعلیمی، اقتصادی، عوامی اور مذہبی، مغربی ہند میں گروائی، مشرقی ہند میں جھوٹے مذہبی

میں ہندی ادب تعلیم کی زبانیں ہونگی۔ یہی اپنے اپنے علاقوں میں دفتری اور سرکاری ذرائع بھی ہونگی اور انہی میں حکمرانوں پر شاخیں ہوں گی۔ اگر مسلمان اپنی قری حسییت کی بنا پر صرف اردو تک اپنی قریبہ تقریر کو محدود رکھیں گے تو ملک کی تمام آبادی سے بے گناہ ہو کر رہ جائیں گے اور ان کے پاس اپنے کو اردو میں سمجھوں کہ اپنا ہم خیال بنائے گا کوئی فدیہ نہ دے گا۔ جو شہر ہم یہ غرور دہا رہتے ہیں کہ اردو زبان نہ صرف ہادی ہے بلکہ فرائض اپنے کیونکر پورا کر سکتا ہے اور اس طرح علم و تہذیب اسی زبان میں ہے۔ لیکن ہم اسلام کے مستقبل کو اردو زبان کے دامن سے ہاتھ نہ دیتے کہ جسے تیار نہیں ہیں۔ اگر اردو زبان ملک کی تمام زبان نہیں رہی سکتی، اور اگر یہ تیار ہے جس کی اس کو یہ حیثیت حاصل ہو جائے گی تو پھر جس میں زبانوں کو ملک میں رونق حاصل ہوگا، ہم ہی سب میں اسلام کا اثر پھر پھیل جائے گا اور ان سب کو اسلام کی دولت دینے کے لیے استعمال کریں گے۔ اور اگر بعض غیر مسلموں کی خاطر نہیں بلکہ مسلمانوں کی آئندہ نسلوں کو بھی مسلمان رکھنے کی خاطر ضروری ہے بلکہ ملک کے پل کی سہولت پہنچے وہ ملک میں ہیں تعلیمی زبان اردو میں گاہیوں سے باہر سرکاری اور تعلیمی زبان سے اس تعداد میں ہوں گے کہ اردو سے ان کا تعلق رہائے تمام رہ جائے گا اور اگر ان زبانوں میں کوئی اسلامی ظہور و خارجہ داخل اکثریت کے ملک میں نہ گئے چلے جائیں گے۔

یہ چار کام ایسے ہیں جن پر ہندوستان میں اسلام کا وہ خدا آپ کا مستقبل منحصر ہے اس لیے آپ کو اپنے تمام لواحق اور اپنی بادی تو جہاد اور اپنی ساری فکر ان پر مرکوز کرنی چاہیے کیونکہ اس امت کو اسلام کو جی متکمل میں رہنے پڑے گا کوئی پروگرام آپ نہیں بنا سکتے۔ اس وقت ہے کہ ایک طرح بھی اگر آپ کسی کی میں متاثر کریں گے تو بزم کریں گے۔ جس طرح ان کی ہیں اس میں ملال سے خبر دینا نہیں وہ اس کا ہے۔ اب اگر آپ نے اس کے تمام ملک کی فکر کی تو یہ سب مسائل کے ساتھ آپ کو اپنے لیے دے گا۔ جو وہ تہذیب میں ملک میں دینے کے لیے ہیں وہ آپ کے میرا، آپ کے عزم، آپ کے مستقبل کا، آپ کی محنت و محنت کا اور آپ کی اہل خانہ کا مختلف احوال میں گئے۔ آپ کے ایک سہولت و آسائش کا مختلف ہوں جن میں داخل ہونے اور اس کے لیے ہر پریشانی کے لیے ضروری کام یہ ہیں کہ اگر تیرے تیرے وقت شام کو

واسطے کہ یہی ہادی کے اندر اس وقت اور اس کی ضرورت کی واسطے کہ اس کو اس میں نہ رہ سکے۔ اور یہ بھی نہیں
 لے گا کہ آپ کے لئے ہمیشہ بہشت ہے۔ مسلمان اپنی دینی بہشت کی خاطر اس شہر کو چھوڑ دے۔ یہاں
 ہر جہان میں آپ کے دوستی جانب بہشت سے اس قدر خفیہ کہ جہان میں اس کے ساتھ
 میں ایک سو دسویں جنت خدا کا خیر فی نقشب میں کیا ہوتے گا جس کے ہر شخص کو تہدی ہشت کی
 کہ خدا پرستی اور ایمان و اخلاق سے اپنے دلوں کو نکال کر میں۔ آپ کی انکس یہ بھی نہیں کی
 کہ دنیا کے ہر کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کا ایک ہی جم تغیر میں کی طرف اشارہ ہوا۔ ان دو جہان
 جہان کے حد یہ ان آپ اپنے آپ کو ایسے تمام پر کھڑا پائیں گے جہاں اسلام پر چھندوں
 اور اس کے لیے کام کرنے والوں کو ترقی دے اور مسلمانوں کو نہایت سے پہنچے گا اس میں بھی مشکل
 ہی سے ستر گئے گا۔ ان کو ہر قوم پر بہت مشکل حالت سے بہتر پیش آئے گا۔ ان کی طرف
 اسلامی اور عورت نفس کہ ہر وقت ہم کے نہیں گے۔ شاید یہ اس کی کو وہ دعوت ملے گی نہیں گے
 بلکہ ان کی خدایا دانت ہر کی اور عید نہیں کہ مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں پر۔ ان کے ہاتھوں میں
 صرف ہی وہ ایک اسلامی انقلاب کے لیے کام کر سکیں گے جو غیر معمولی ہر وہاں ہاں۔ انہاں
 ہر کی اور خدایت ہر کی حکمت اور انکسندی سے بہرہ ور ہیں۔ یہ تین خصوصیات
 اگر آپ اپنے اندر پیدا کریں گے تو ان آپ کو یقین دہاں ہوں کہ انشاء اللہ اس طرف سے کا رخ
 بہرہ ویت میں بہت زیادہ دور چلے گی۔

صوبہ سرحد کے یقیندار میں جماعت اسلامی کا مسلک

سوال: "یہاں تک کہ معلوم ہے سرحد میں ہی سوال پر یقیندار ہیں یا ہے
کس میں ہنگامہ تغیر کے لیے ہے کہ جس دستوں کے ساتھ مل کر اپنے
ہی دیکھوں کے ساتھ؟" "نگہ پر جانتے ہو ہی پر جانتے ہیں یہ ہے دنیا
کرتے ہی کہہ کہ اس اعتبار میں راستہ میں پائے؟ اور کس طرف سے
راستہ میں پائے؟" "کہہ کہ وہ خیال ہے کہ اس اعتبار میں ہی پائے
اس طرح غیر مناسب داند ہونی پائے؟" "یہی بات تازی زبان کے مطابق
یہ ہی ہے، وہ نہ ہم پاکستان کے حق میں اگر وہ شیعہ کے قریب وہ شیعہ ہے
کہ اس نظام حکومت کے حق میں ہی شیعہ کہ جس پر پاکستان قائم ہے؟"

جواب ہے: "اعتبار اس کے ساتھ کہ اس میں قانون ماننے کے اعتبارات کے ساتھ
سے امر و قیاس ہے۔ اعتبار اس کے ساتھ کہ اس سے متعلق ہے کہ تم کہیں ملک سے
دائرتہ ذہن چاہتے ہو؟ ہندوستان سے؟ پاکستان سے؟ اس معاملے میں رائے دینا بالکل جائز
ہے اور اس میں کوئی تفریق جہت نہیں۔ ہذا میں میں حقوں میں اعتبار اس کے ساتھ کیا جاتا ہے
یہاں کے لوگ جماعت اسلامی کو جانتے ہیں کہ اس میں رائے ہیں۔"

یہ سوال کہ چیز کے حق میں راستہ ہی تو اس معاملے میں جماعت کی طرف سے کرتی

تقسیم ہند کے حالات پر تبصرہ

چھ سال پہلے انھوں نے جو بڑا بیک وقت کر رکھا ہے اس نے تمام ان امور کو
 کوٹ کر دیا ہے جو اس سے پہلے نہایت ہلکے اس ملک میں بکریوں کے گھاس میں چرائے
 ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس سے پہلے اس سے زیادہ وسیع زمینوں میں ہٹا
 ہوا بھی لکھ کر اس سے پہلے اس سے زیادہ بڑی زمینوں کو ان کے ہاتھوں سے
 انکار کر دیا گیا ہو۔ مگر شاید اس سے پہلے بھی انھوں نے انسانی کے ساتھ ساتھ
 یہ سب ساری ملک و زمینوں کو اس کے ساتھ ساتھ ہیٹ کر دیا ہے۔ تو ان میں
 زمینوں میں چرائے ہیں۔ انھوں نے ان کے ساتھ ساتھ ہیٹ کر دیا ہے۔ ان کے
 درمیان عدالت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انھوں نے انسانی کے ساتھ ساتھ
 دیا ہے۔ مگر ان میں کیسے ہی اس کے ساتھ ساتھ ہیٹ کر دیا ہے۔ یہ ان کے
 آپ ہی ہے۔ یہاں انسانی میں یہ سب ساری ملک و زمینوں کو ان کے
 پران کا اہم قریب دیا جائے کہ ان کے ساتھ ساتھ ہیٹ کر دیا ہے۔ ان کے
 چھ سال پہلے کے نہیں تھے بلکہ پہلے پہلے انھوں نے اپنے آپ کو بدعاش ثابت کیا۔

باقاعدہ کو جس پر دشمنی ہی تھی، بڑے بڑے پیشوں اور تحریکوں اور ذریعوں کے ذریعہ دشمنی کی تعلیم سر کی اور کوششوں کے ذریعے نفس دشمنی کے اپنے میسر و فوٹوں اور اپنی پالیسیوں اور اپنی فوج کے ذریعے اس تعلیم کو عملی جامہ پہنایا۔ دو سال پہلے تک جس افغانہ ہمیں تھا کہ جس ملک میں ہم رہتے ہیں اس کی آبادی کا اطلاق دہلی اس بات کو پہنچ چکا ہے۔ انیس ہاویں اعلیٰ ڈگریوں اور بڑے سائنس کے پر وے میں جو تعلیمیں ملتی ہیں ان میں اس کی ہم شروع میں شمار کرتے تھے۔ ہم آبادی کے لیے اس لیے کہ دیکھا کہ ہم جانتے تھے کہ پہلے انہوں کی تعلیمیں ہیں۔ مگر انہیں کہ تعلیمات نے اس سائنس میں ان کی تہہ پہل کر دیا۔ مسلمان خزانہ کہ پہلے ہم دیکھتے تھے وہ سائنس کی تعلیمیں کا اثر تھا۔ اس تعلیم کے بہتے ہیں جو حقیقت کھلی گئی کہ یہ ملک دکن، کنڑوں، تاملوں، میٹروں، افغانوں، رانیوں اور مختلف کثیرہ صفت خاندانوں سے جملہ تھا۔

ایک سب سے زیادہ بڑا سائنس کا تعلق عدالت کا جو ملک پہلے نہیں سنا تھا اس کی تعلیم کا تعلق کرتے رہے ہیں۔ اور اس کی قیادت میں یہ انتخاب دونا ہوتا ہے، اور جیسا ہی کچھ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ اس سب سے عظیم کے سبب کہ اس کی تعلیم میں وہ پہلے رہتے ہیں۔ وہ اس کی ایک شاعرانہ تصویر ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں کہ کشت و خون اور ظلم و ستم کا یہ مظاہرہ کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہے جس پر کچھ ٹکروں سے بڑھ کر یہ بات ہو کہ تو ایک آزاد قوم کے سامنے کے سامنے یہ ایسے موقع پر تہذیبی کرتے ہیں۔ عام طور پر عدالت کے سامنے رہتے تھے تو یہ دنیا کی ایک خدمت کی پیدائش کی خوشخبری دے رہے تھے۔ انہوں نے تہذیب کے تہذیبی۔ انہوں نے دنیا کو جو طرح دی وہ اس بات کی مدد تھی کہ کچھ انہوں میں ہی کا بنیاد گیری ٹوٹا ہے۔ ان کے سامنے یہ اس بات کی اطلاع تھی کہ کچھ میسر تھے تہذیبی کا یہ خبر و نقل کیا ہے۔ اس کے بعد خدائے سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہندوستان کے باشندے اپنی فطرت

اور اپنے حارجی کے لحاظ سے کہنے، بدعاش اور عاقل ہیں۔ یہی ان کو سب سے زیادہ گید ہے، پہلو
 اور بہت کرنے کے لیے اس سے زیادہ قوی ٹیوٹ کی ضرورت ہے جو بچے کو عقل کے
 واقعات سے فراہم کیا ہے۔ اگر چند سستی خود کی بچی سیکھوں، برس کی تاریخ موجود ہے۔
 اپنے دماغ میں انہوں نے کہہ دی تھی صحت کا مظاہرہ کیا تھا، ہوا گرم ہوا سرد نہیں
 ہے، ترقی یافتہ مگر وہ آپ سے آپ شہادت ہے، یعنی یہ کہ بہت ملک کی آبادی کو
 اس غلطی پرستی کے لئے میں گرا گیا ہے۔ یہی ناتجربہ ہے جس سے بچنے کے لیے پہلے
 خود کو صحت کے اسباب کی بحث کہ جس میں ان کے لئے اس لکھش کی ضرورت ہے، اگر
 یہ بحث ان سب لوگوں کا لڑکا لڑکھینے والی ہے، جنہوں نے پچاس برسوں میں ہشت تک
 کی سیاسی تحریکوں کی قیادت فرمائی ہے۔

ہندوستان میں سیاسی بیداری کی ابتداء مغربی تعلیم تہذیب کے تیراثر ہوئی۔ اس
 تعلیم اور تہذیب نے دو کھنڈے بنائے ملک کے اور افراد مغربی اور ان کی راقوں کو دیکھ۔
 ایک، قومیت کا احساس اور قوم پرستی کا جذبہ۔ دوسرے، قوم پرستانہ افکار۔
 پہلی چیز کو سنے کر یہاں کے سیاسی لیڈروں نے ہندوستانی قومیت کا ایک مصنوعی
 تخلیق پیدا کرنے کی لکھش کی، اگرچہ ان کے لیے کون سی ترقی یافتہ موجود تھی اس سے
 قومیت کی جس بیدار کرنے کی جن لکھشیں کی گئیں ان کا تجربہ ہمارا نہیں بلکہ مغربی
 میں اپنی جگہ تو بہتر کا شہرہ لگا، اٹھارویں صدیت اپنے اندر قومیت کے مغربی عناصر
 رکھتے تھے۔ اس طرح پانچ سو سال کی تخلیق قومیت نے اس ملک میں ایک کے برائے
 بہت سی چھوٹی بڑی قومیتیں پیدا کر دیں، ان میں سے میں — یعنی ہندو قومیت،
 مسلم قومیت اور سکھ قومیت — تو بدی طرح برسرِ وجود کرنا کیوں کہیں تھیں، اور بدلتی
 بہت سی چھوٹی اور بڑی قومیتیں ان کے اندر میں تھیں۔ پھر سیاسی انیادانات حاصل
 کرنے کے لیے ہر مغربی اقتدار کے غصہ جو چند چند ہندو ہی تھی، اس کا ہم قیامتاً آگے
 بڑھ گیا، اس غصہ تو مسلمانوں کے درمیان کس لکھش اتنی ہی تو قرار دیا جا رہی تھی۔
 اس لکھش نے ان میں سے ہر ایک کے اندر قوم پرستی کا عنصر بڑا کر دیا، اور ایک کی طرف

دوسرے کے قوی اصولوں کی مراد صحت یعنی بڑی قوی و طاقت اور قوی حاکمیت ان کے دیرین ہر صحت
پہلی گئی۔

دوسری طرف ان پرستہ و اخلاق کا محمدی مغربی تعلیم و تہذیب سے پیدا کیا تھا وہ ہونے
لگے کے نزدیک ان کے سامنے ملک کی ملک میں پہلی گئی۔ اس نے دین کو مختار ہی اور حق
شعاری سے غلام کر دیا، اثرات اور انسانیست کی جڑیں چھین، انسان نام اخلاق و قدس کو
ختم کر دیا جو اس ملک کے لوگوں نے اپنے قدیم مذہبوں سے پائی تھیں۔ یہ اس نے خود اخلاق ہی
کا رشتہ قائم کیے۔ پس ساری میں ہندوؤں، مسلمانوں اور سکھوں کی قومی کشمکش و درپردہ دلدل
سے دیوانہ و ذلت کے راستوں پر بڑھتی چلی گئی۔ بڑے بڑے لیڈروں نے بے حیائی کیا تو
ایمان بلی بلی کر قوی خود غرضیوں کے تقاضے پر سے ہیکے، بڑی بڑی مذہب داریاں ہی جانتوں
نے حق اور انصاف سے بے نیاز ہو کر ایک دوسرے کے خلاف، بھڑوٹھیکے، ملک بدر کے
اخبارات سے انتہائی بے شرمی کے ساتھ جو سٹپر پروپیگنڈے کیے، عالم گویا کاغذی پر
ایک اور صورت و حالت کی شرب چاچ کر اپنی اپنی قوموں کو بدست کر دیا۔ پھر دونوں مخالفت
کر رہیں کے لوگوں نے سوائی سکھوں میں، مشیوں اور بداندلوں میں، اندنگ کی بے پرواہی
میں ایک دوسرے کے خلاف گولی گولی بے انصافیوں اور حق کشیاں کیں، اندہ ہر اس بے ایمانی
کو اپنے اپنے کی لٹکاؤ ثواب و جہاد جو عین قوم کے کسی فرد کے ساتھ کی جلتے۔ واقعات
کو بدلتا و صحت بنا رہی تھی کہ اس ملک کا اخلاق و دہال کسی پستی کی طرف بہا چلا جا رہا
ہے۔

یہی وہ اسباب ہیں جنہوں نے بلی بلی کر دے ہر ملک تانچ پیدا کیے جو ہادی سکھیں ہیں
ابھی دیکھ چکی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری صحت و نگہ بری نہیں ہو سکتے جو اس دلدل
میں پہلوں کی متعصن قوموں کے درمیان اور سربراہان کا شہر میں۔ یہی تو وہ رنگ ہیں جنہوں نے
ایک طرف اپنی اپنی قوم کے لوگوں میں قوی خواہشات برائی گھڑیں اور دوسری طرف قوی
• اخلاق کو ختم کرنے کے لیے کچھ دیکھ۔ طریق یہ ہے کہ اسے گرا دے اور گریز میں خود اس کی
احساس افزائی کی۔ اگر اس گھل کے تانچے سے بے خبر رہے تو صحت ناکہ تھے، ایسے ناکہ

اس قابل نہیں ہیں کہ کہ وہ انسانی قوتوں کے ساتھ بازی کریں گے۔ لیکن انہیں چھوڑ دیا جائے۔ اور اگر انہوں نے جاسوسی کر کے ہمارے لیے کسی طرح کی خدمت کرنا ہے تو وہ حقیقت میں انسانیت کے اور خدا پرستی کے دشمن ہیں۔ ان کا یہ کام پیشوائی کا مسئلہ نہیں بلکہ عدالت کا ہے۔ جہاں ان کے اعمال کا جائزہ لیا جائے گا۔

یہ خیال کہ انسانیت کا منت ہے کہ جو کہ ہرگز نہ ہوگا اور اس قریب تک نہیں کہ انہوں نے اب خدا پر کہ اب تقسیم ملک کے بعد تاریخ کا یہ دور ہے کہ پھر اپنے پرانی پرانے گئے۔ ہرگز نہیں کہ انسانیت یہ ہے کہ وہ انسانیت، وہ ان کی تقسیم ہے یہی جو وہ ملکیتیں ہیں جن میں انہوں نے قوی خود غرضی اور اخلاقی پس منظر کا ہرگز ہرگز نہیں دیا ہے۔ جو تو ان کی تقسیم کے بعد وہاں کی رنگ رنگ میں سرایت کر چکا ہے۔ ان دونوں ملکوں کی پیدائش کا آغاز ہی نہایت مشکل سے ہوا ہے۔ ان کی انسانی تاریخ پر اثرات کے بغیر نہیں، کہتے۔ انہی ہی سرحدوں کے دونوں جانب سرحدیں اب ان میں ان کے مل جلنے اور ملنے کے خلاف انتظام اور مداخلت کے بغیر نہیں۔

خصوصاً ملکوں اور علاقوں کے درمیان تو وہ دشمنی پیدا ہو چکی ہے جو شاید اس وقت کہیں ہی دنیا کی دور دوروں کے درمیان نہیں پائی جاتی۔

ملکوں، ہندو اور سکھ ایک اور سرحد کو جو کہ لگ بھگ ہیں جن کے درمیان تو وہ دست درپیش کے اندر اب وہ کسی غیر قوم کے انتہائی نہیں ہیں بلکہ اپنی اپنی آزاد ملکیتیں کہتے ہیں۔ اگر اب بھی ان دونوں ملکوں کے باشندوں کو ہوش دیا، اگر اب بھی ان کی زندگی تبدیل نہ ہوئی اور اگر جس سے زندگی میں بھی ان کے ساتھ اس انداز میں زندگی تو یہ رہتی ہے اور اسی ساتھ پرستانہ اخلاق پر چلتے رہتے ہیں پر اب ان کے پہلے ہیں، تو انہوں نے ان کے اختیاروں کی کشمکش بہت زیادہ ہونے سے پہلے پر جہاں زیادہ تر تاریخی پیدا کرے گی۔ پہلے ہر گز ان کے اندر کے انہوں میں جو قوی اور اب میں انہوں میں جو پہلے ہو گیا۔ پہلے جو پہلے پہلے سر کے خدو اور حسیوں میں رہا ہوا کہ ان کے خلاف وہ وہ ملکوں کے درمیان سیاسی و فکری اور سماجی و مذہبی کی شکل میں پیدا ہوں گے۔ اور پھر اگر خدا انہوں میں انہوں تو ان کے درمیان کی جنگ ہوگی تو قیامت، ایسی سخت انتہائی جنگ ہوگی جو اپنی وحشت و بربریت میں تاریخ انسانی کی بدترین دشمنوں کو بھی مات کرے گی۔

بنداب پاکتن اور چند سٹوں، اصفی کے مستقبل کی برتری کا انحصار اس واقعہ پر ہے کہ اگر اسی کی کامیابی میں شریعت، مقلد خدا اس مقلد کی ضرورت ہو، چنانچہ منظم ہو کر آئے، اپنی اپنی قوم کی ذہنیست ہونے کی کوشش کو، اور جو چند قیادتوں کو بدل کر بھی طریقہ پر غور، مقلدوں کے مصلحت چاہئے جس سے ان کے تعلقات شریفہ، ہمایاگی اور شرفہ کدوں پر قائم ہو سکیں۔

اب ایک نظم تقسیم کے اس مذاق پر بھی مثال دیکھو جو پہلے سال میں لکھا گیا ہے، نگاہ کر کے ایشیائی کی اس ماضی کا اصل مضمون ہر دانتے کی ایک ہیست کی کاٹھنوں ایک نکتہ سے ہم اس رہے تھے۔

اس مذاق کے اصل دو اداویں تھے، انگریز کا انگریز، اور مسلم ایک، اسی قوم کے کام کا جائزہ لے کر جس میں دیکھا جاتا ہے کہ اس میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو کیا ثابت کیا ہے۔

انگریزوں کے لیے دوسری جنگ عظیم کے پیدا کردہ مسائل اور ہندوستان کی سیاسی تبدیلی کے جو سوال پیدا کیا تھا وہ یہ تھا کہ کیا اس ملک پر ان وقت تک تاہر از تسلط ہادی کیا جاتے ہیں، ملک کو اندرونی نکالے جانے کی فریب دیا جاتا ہے؟ یا اس وقت آنے سے پہلے ہی ہمارے دھندلے دماغی حصے ملک چھوڑ دیا جاتا ہے؟ پہلی صورت میں وہ مزید ہندوستان ملک اس ملک پر قبضہ کر سکتے تھے، مگر اس دماغی ناکہ کے مستقبل نقصان یہ تھا کہ اندرونی نکالے جانے کے بعد انہیں ان تمام باتوں سے ہمیشہ کے لیے خارج ہو جانا پڑتا جو ہندوستان سے اٹھتے جا سکتے تھے۔

دوسری صورت میں برٹش ایمپائر کا بظاہر فائدہ تھا، مگر اندرونی دوستی سے ناکہ، اٹھانے کے امکانات باقی رہتے تھے۔ اس دوران میں ان کے فائدہ اور نقصانات کا موازنہ کر کے انگریزوں کو اپنے غمگین دماغ سے دوسری صورت کا انتخاب کیا، لیکن اس کے باوجود وہ تاریخ اور اندیشہ کے اس بہت سے بھی فانی ذہنی کرداروں میں دوسری قوم کی غالی سے آزاد ہوتی ہے اس کے اندر ان کی اس قوم کے اعتدال شیعہ تعصب، بلکہ ان تمام کا جذبہ بڑھتا رہا ہے جو اس پر موجود ہے، مگر سب کچھ یہی ہو۔ اس لیے وہ اپنے مفاد کی خاطر دوسری کچھ تو کوششیں

کاموں اور ایسے طریقے سے ملے کیا جاتے ہیں جسے حسب احتیاج کے وہ سب سے بہتر سمجھیں
 کے بعد جملہ ملکتے جتنے خود ہندوستانیوں کے یہودیوں میں ایک دوسرے کے ملک
 مغرب ہوجائیں اور ان کے ملوں کا اور غلامی کرے ہے۔ اس طرح کے لیے برطانوی حکومت نے
 پہلے ہندوؤں کو مستثنیٰ کر دیا، مگر عوام میں کہہ چاہے کہ یہ شریعت زیدہ، یہودیوں یا مسیحیوں
 انسانی کی عظیم ترین سیاسی و معاشی کام کام انجام دے گا جس میں کوئی حکومت اس سے
 مینا چاہتی تھی۔ آخر کار نگاہ انتخاب و شہادت نشہ پیش پر جو کہ ظہور تھی اور اس شخص تھا کہ تقسیم ہند
 کو یہ نقشہ ایسے طرز پر بنایا جو وہی اور تقویٰ طور پر یہ ہی نتائج پیدا کر سکتا تھا جو اس نے فی الواقع
 پیدا کیے۔ ملکا، نا کمال، بیمار، اگرچہ کھینچو، اور اپنی ہی اور دوسرے کے خدشات کے بغیر خیم ملک

لے لی تھی کہ بڑا کافی تھا اس کا اندازہ اس وقت سے کیا جاسکتا ہے :

۱۔ قس، در زمرہ شہادت نشہ پیش، جو بعد میں کے آخری برطانوی و سرانے تھے
 اور جو ملک کے شہر پر بھی غلبہ کر چاہیں، ان کی عدالت نے اس پر یہ بھی کہہ دیا کہ
 ہمارا کہ موزی چکا نہیں ہے اپنے تمام راجہ کیست میں جو شہادت نشہ پیش سے لے کر
 یہودیوں کے لئے کیا گیا : پاکستان کے لئے عرصہ دراز ہو گا (۱۹۴۷ء)

تاکہ یہ حقیقت سامنے رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ یہی حقیقت ضروری ہے کہ یہودیوں کو یہودیوں کے
 یہی علم مل سکیں گے، اور ان میں یہودیوں یا ان کے یہودیوں سے اپنی ہندوؤں کے متعلق کہنے کے
 لیے آخری تاریخ تک ہندوؤں کی حق کو نہ روکا جائے گا کہ اس پر یہ اعتراض تھا کہ تقسیم ہند
 وہیں ملے کے انتظام کرنے کے لیے چاہیے کی بہت کافی ہے، لیکن یہ سچ، ہندوؤں کے خلاف
 ہندوستان کے قسوں کے قسوں کے لیے اس نے ان کے خلاف تقسیم ہند کے کام میں یہودیوں کے خلاف کام
 کی تقسیم کا نتیجہ یہ ہوتا تھا، لیکن کیا اور برطانوی حکومت کے غلامی کے کاروبار میں، لیکن کیا ملک کی
 تقسیم ہند کے نتیجہ میں ہندوؤں کی تعلیم و تربیت میں ہندوؤں کی ہندوؤں کی گویا اس کام کے
 لیے وہ اپنے ہندوؤں کے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے
 وہ ہندوؤں میں لیکن کیا یہ ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے ہندوؤں کے لیے

اور انقلابی اختیار است کا جو ملک وٹاؤنٹیشن نے اختیار کیا اس کو کچھ لوگ محض
 عقل و بصیرت دیکھنے والا کہی ہیں یہ بقاؤ کر سکتا تھا کہ اس سے ملک کے ایک سو ڈھائی
 میں بہت خوریزی ہو کر شے کی سب اگر یہ وٹاؤنٹیشن کا نام لے لی ہے تھا اور کوئی دانت
 چھلکی نہ تھی جسے اس کی قوم کی رضا مندی حاصل ہوتی، جو جو ہوں کہ نتائج اس سے ہر آدمی جانتے
 انہیں دیکھ لیجئے کہ بعد، پہلے اس کے کہ اس شخص پر تقسیم وافرین کے پھول پر ملتے جلتے
 اس پر منت طاقت کی بڑھ چڑھتی چلیجئے تھی اور وہ ملکوں انسانوں کے عقل اور ایک کھڑ
 سے زیادہ انسانوں کی غائر باری کے بدلے میں اس پر عقلی عدالت میں مقدر ہر چاہا جان پائیجئے
 تھا۔ لیکن اس کی سب سے بڑی کی جودا انگشتان میں دی گئی، اس بات کا میراث ثبوت ہے
 کہ سب کو دانت کیا گیا تھا اور اسے پوری انگیزی قوم کی رضا مندی حاصل تھی۔ آری یا کسی چھلکی
 کا لڑ شے کہ بعد اور مسلمان اور سکھ ایک دوسرے کے غوی کے پیاسے ہیں، اور وہ انگیز
 جو ان ملک میں پورے یکساں ظلم کر رہا تھا، انہوں کا شریک دست ہے۔ مسلمان کیسے ہندوستانی
 کی اور ہندو اور سکھ کے لیے پاکستان کی زمین تنگ ہے، اگر انگیز کے لیے ہر چھلکی فراموشی
 فراموشی ہے۔ انسانیت کے نقطہ نظر سے آپ چاہتے ہیں کہ کتنی ہی بڑا جرم قرار دے ہیں، اگر
 کی ترقی اور انسانی کے کام سے یہ باتیں ایک کا ایک ترقی سیاسی چال تھی، مگر یہ فیصلہ کرنا
 مشکل ہے کہ اس پر زیادہ دانا کا حق کوں ہے، وٹاؤنٹیشن یا ہندوستان کے ہندو
 یا کسی یلڈر تقسیم کے اس نقشے کی ساخت اور تکلیف میں ہر برے پر اس کے شریک کار ہے ؟
 اس کو اسے کی دوسری ان کا لڑ گریں تھی اور اس نے جو پاسٹہ دیا کیا وہ حقوں کے
 سوا کسی سچا دانیس نہ سکتا، تقسیم ہند سے وہ تہی ہری پہلے ہی، بات وکیل داخ ہر چھلکی تھی
 کہ اب تقسیم کے سوا کوئی چار نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ اسے لکھتے ہوئے تھے، ایک دستہ
 تھا کہ تھی اور وہ تنگی کے بڑھنے سے پہلے ہی اس پیر کو سیدھی طرح قبول کر لیا ہوتا، جو انگریز ہر

جنگی تھی، اور جگلے آدمیوں کی طرح جیٹھ کر کے سے معاملات اپنے طریقے سے طے کر لیتے جاتے
 کو چھوڑ جانے یا کم از کم شریعت پرستی کی طرح سمجھنے کے مواقع باقی رہتے۔ دوسرا احتیاج
 تھا کہ "سے کوں میں گئے" اور "ہرگز نہیں گئے" کے اس جھگڑے کا انتہائی سختی کی حد تک ہٹھکنے
 یا ہاتھ آنا اور اس ناگزیر تقسیم کو ایسے روکنے پر پہنچ کر قبول کیا جاتا جہاں انگہ ہونے والی قوتوں
 کے درمیان دوستانہ اور نہ کہ دشمنانہ انسانی تعلقات در قرار دینے کے امکانات بھی ختم
 ہو جاتے۔ انگریزی پیشوں نے ان دونوں راستوں میں سے دوسرے راستے کو انتخاب
 کیا اس کی وجہ ان کے ان ترقی یافتہ قسمت ہے وہ تو چھوٹا پنڈا لگیں یا بھٹے نادان لوگوں کے
 باختر میں رہے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لوگ اپنی قوم میں اپنی ہر وہ مسزوری کو کھانے
 کے لیے تیار نہ تھے تو یہاں وہ بھی دنیا بھر کی طرح ہو گیا ہے۔ اس کے سنیوں میں یہاں لوگوں نے
 اپنی پوزیشن کی خاطر ملک کو اس راستے پر جان بوجھ کر چھوڑا جس میں ان کے کہنا میں ہم دشمن
 کو رہا ہی تھی۔

اس سلسلے میں انگریزوں نے اپنے طریقہ عمل سے اپنے دشمنوں اور مخالفوں کی
 ایک ایک بات کو تیار اور اپنی ایک ایک بات کو جھوٹا کر دیا۔
 ہندو مت کی آزادی کے نام پر چلے اور دوسرے انگریزوں پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ زیادہ
 پائیدار اور ترقی کو ہمارے چلتے ہی ملک میں خداداد عقیدہ بنا ہو جاتے گا۔ انگریزی پیشہ
 اس کے جواب میں کہتے تھے کہ ایک بات ہے جو تمام اچا انسان تمام رکھنے کے لیے ہوتا ہے
 ہمارا خداوند خدا کی بوجھ الہی ملک ہے ڈال تو دوں پھر دیکھو کہ کیا اس اور انصاف تمام
 ہوتا ہے۔ اب واقعات نے کئے تیار اور کئے جھوٹا ثابت کیا؟ یہ کج سازگار مذہب دیکھو
 ہے۔

مشرقیوں کا یہ سب سے بڑا الزام انگریزوں پر یہ تھا کہ وہ اصل ایک متعصب ہندو
 قوم پرست جماعت ہے اور اس کے معنی منافقت کے ساتھ ہندو مت والی قوم پرستی کا
 لہانہ اور چھوڑ دیا ہے۔ انگریزوں اس الزام کو بالکل غلط کہتے تھے۔ یہ سبھی مذاہنہ کی مشن
 (Cabinet Mission) کی آمد کے بعد سے آج تک انگریزوں اور اس کے پیروؤں نے

کی سیاست سے متاثر تھا۔ جس طرح وہ ۱۹۴۷ سال تک صحن و کدلی یہ رہا کہ وہی تقاضوں سے فائدہ اٹھا کر جیتے رہے اور اس وعدہ ان میں خود اپنے ملک کی کوئی طاقت انہوں نے دیکھا ہی نہیں کہوں بدستہ پر مدتی نکلتا، اسی طرح اس قیادت کا یہی سہارا سب سے پہلے میں انگریز اور انگریزوں کی کشمکش سے فائدہ اٹھانے تک محدود تھا۔ یہ ہے جس سال میں اس نے خود اپنی قوم کی خفگی، مادی اور نفسی طاقت جتانے اور اس کے اندر قبلی اتحاد و میریت پیدا کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جس کو غائب و غائبہ لکھی مصلحت کو خود اپنی طاقت سے سزا ملتی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بعد ہی انگریز اسے ملک کی یہی کشمکش ختم ہوئی۔ اس قیادت کی عقلی نے اپنے غائب کو اس وقت میں پایا جیسے اس کے ہاتھ تھکے تھے۔ یہی مذہب اور مذہب پر مبنی کہ ہر کچھ میں شرانگہ پر ہی ملے۔ غیبت بعد کر قبول کئے۔ مثال پر غائب کی تقسیم اسے بے ہوش و ہوا، اعلیٰ پڑی۔ موجود کی بغیر جیسے ہانگ مٹنے کو اسے موت کی نفس کے فیصلے پر چھڑا دینا پڑا۔ انتقالی اختیارات کے لیے اس وقت اسے ہر طرح تجویز کر دیا گیا۔ اس نے ہاں لیا۔ مگر یہ تینوں امور پر طریقہ سہولت کے حق میں ہلکے تھے۔ انہی کی وجہ سے پاکستان کو دستاویز پر چھ ہی تھلے ہوئی۔ اس انہی کی وجہ سے پاکستان کی علامت بدل دی گئی تھی۔ طاقت متزلزل بنی۔ عدول پر مبنی۔ اس قیادت کی غلطیاں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ چند سطروں میں انہیں شمار کیا جا سکے۔ مگر اس کی چند غلطیاں قرائنی لایاں ہیں لیکن ہر ذی ہوش آدمی ان کی بری طرف سے مسمیٰ کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر۔

۱۔ اس نے صحرا و پاکستان کی جنگیں ہی جتنوں کے مسلمانوں کو فریب کیا جنہیں وہ مسلم ہندوستانی ہی رہ رہا تھا۔ کج رہا ہی لایا گیا ہے کہ چند مسلمانوں کی مرز میں ان غریبوں کے لیے جہلم بن گئی ہے۔ حالانکہ اگر تقسیم کے بعد ہندوستانی اور پاکستانی مسلمانوں کا مستقبل یکساں ہو رہے ہے بالکل متعلقہ ہو جانے والا تھا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ تقسیم سے پہلے دونوں کی یہی ایک ہوئی۔

۲۔ اس نے ہندوستانی مسلمانوں کی ایک ہفتہ پہلے ہی خبر دی کہ تقسیم کے وقت اس پر کیا طریقہ لڑنے والا ہے۔ اگر فی الواقع اس کا اس وقت کا اندازہ ہی نہ تھا تو اس کی غفلت و بے خبری

قابل فہم ہے۔ اور اگر اس نے جوں پر جو کڑھوں کو بے غور کیا تو اس نقدی کے لیے اسے
ایسی صفت نہیں دیکھ سکتا۔

۳۔ جی نیشنل پر ہندوستان کے اسلامی آئین و وقت تک اعتدال کا یہ کہہ سکتے تھے وہ جی

دھرم پر انہیں چھوڑ کر پاکستان اٹھائے اور انہیں کچھ جی نیشنل کوئی کے پیچھے نہ کیا کریں۔

۴۔ عجیب و غریب حدیث ہندوستان کے مسلمانوں کو ای گئی دی تھی کہ پاکستان میں وہ ان

نص سے سو روٹ لگی تھی جی نیشنل پر تو اس سے لاکھوں کے خلاف تھے تھے۔ ۱۰۔

اگست ۱۹۴۷ء کو قادیان کے قریب سے لاہور پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

ہوتے ہی ہر جہتی مسلمان ہندوستانی قریب سے لاہور پہنچے۔

۵۔ پہلے ہی مسلمانوں کی قریب سے لاہور پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

ہندوستانی مسلمانوں کو قریب سے لاہور پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

پہنچے وہ ہی پہنچے کہ یہاں پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

کے قریب سے لاہور پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

کہہ دے کہ یہاں پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

کے قریب سے لاہور پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

آئی دیا وہ اپنی جہتی کہ ہندوستان سے لاہور پہنچے ہر گز غریب ہمارا وہ اگست ۱۹۴۷ء کو

(قرآن مجید - سورہ بقرہ - ۱۹۱)

تقسیم کے وقت مسلمانوں کی حالت کا جائزہ

گورنر محلات میں ہندوستان کے ان سیاسی مقتوب اور برائی یا گیاہان اس کے
 عرصہ ایک چارے سے تھیں، لیکن ان کے اندر ہم نے بحیثیت برائی سے ملک کی میری گورنر
 غریبوں پر ایک گھڑا کر دیا تھا کہ اس ملک کے ان گھروں میں سیاسی پیشہوں کے دل میں
 کوئی خود غرضی، تنگ دل اور عقاد ہے تو میری سے اس کو کس طرف تک نہیں کے راقہ برائی
 وہ ہے، اور اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ ان کے ہم اس کے دوسرے غریبوں پر کشتی
 ٹانگا چاہتے ہیں، اور یہ ہے کہ اس مقتوب میں سب کے لیے یہی میں تو یہ پٹائی ہے —
 میں مسلم قوم — وہ اس میں جلی ہے، ان کے بہت سے اس سے اس کے بہت سے —
 اور یہ کیا چیز ہے یہ پٹائی ہے۔

اس گیارہویں پٹائی کے ساتھ ہے جب ہندوستان کے سات صوبوں میں یہ ایک
 لاکھوں کو اس کے اندر لیا کہ اس وقت کے مسلم عام کے ساتھ بڑی دقت رہی تھی کہ
 (Muslim Mass Contact) لاکھوں کو اس کے اندر لیا کہ اس وقت کے مسلم عام کے ساتھ بڑی دقت رہی تھی کہ
 ملک میں ہندو قوم کو اس کے اندر لیا کہ اس وقت کے مسلم عام کے ساتھ بڑی دقت رہی تھی کہ

اُس وقت مسافروں میں دو گروہ موجود تھے۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ غزوہ دلوں کو نہیں ہے، سب
 کہا دلوں میں ہے، انگریزوں کا دنیا بھر اقتدار ہے، یہ سید بگڑا ہے، ٹھیک آخر یہ ہے، اطمینان
 کے ساتھ اس میں کود پڑو، اور چونکہ یہاں کے جانا پہانتا ہے، پس سے انشراحِ صدر کے ساتھ
 اوبر بہرہ ہمارا۔ دوسرا گروہ کہتا تھا کہ غزوہ دلوں اور حقیقی ہے، یہ سید بگڑا ہے، اطمینان
 کا سبب نہیں بلکہ ہندوستان جیتنا سید بگڑا ہے، اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دینے کے
 معنی تو یہی ہو گئی کہ یہی، اور اس سے بچنے کی تدبیر سونپ دینی چاہیے۔ پہلا گروہ اگرچہ بڑی
 بڑی نہ ہی شخصیتوں اور کاروباروں کا دنیا میں بیٹوں پر مشتمل تھا، لیکن چنگیز ایسی بات کہہ کر
 تھا جو مسلمانوں کے عام احساسات کے خلاف تھی، اور پوری قوم کو ہندوستان کے ہر گوشے
 اور انداز کے ہر زمین میں ہندو قوم پرستی کے پاتھروں میں کے بالکل برعکس تصور متاثر
 کر رہے تھے، اس لیے مسلمانوں نے اس کی طرف سے اس کی تائید یا اور جتنی مدد دی تھی، صرف گروہ
 کی تائید پر نہ بلکہ کہتے چلے گئے۔

پھر دوسرا گروہ، یہی ہی جلدی ہی اس مسئلے پر اختلاف رائے ہو گیا کہ ہندوستان کو
 کہ اس شخصیت ہوتی زندگی کے خلاف اس مسلمانوں کے لیے ماحول کیا ہے۔

ایک دوسرے تھی کہ مغربی جہیز بیت اور قوم پرستی کے اصولوں پر ہندو اقتصاد کی ایک
 کا تعلق نہ کرنا اصول ہی غلط ہے، اور مغربی جہیز نہیں، اور اس لیے غلط ہے کہ مسلمان ہونے
 کی حیثیت سے یہ اصول ان اسلامی اصولوں سے ٹکراتے ہیں جن پر ہم جان دینے کے ذریعے
 ہیں۔ اور مغربی دہا اس بار پر غیر منصفی ہی نہیں، افسوس کہ یہ بھی ہے کہ ہندوستان کے ایک چھوٹے
 سے حصے کو چھوڑ کر باقی ہندوستان سے کسی مسلمانوں میں اقتدار نہیں، اور ایک جہیز ہی نظام میں
 تو یہ بلکہ دیکھ کر اطمینان بخیر جا ہی کے وہ کہہ سکتے ہیں۔ اس رائے کے پیش کیجئے ہیں
 نے مسلمانوں سے کہا کہ اگر تم مسلمان بنو گے تو بلاشبہ آپ سے ملے ہیں، اس کے سوا
 کوئی چارہ کار نہ رہتا کہ تو یہ بلکہ دیکھتے جتنے حصے کو یہاں کہتے ہیں، اور باقی حصوں کی
 طرف سے پیشگی ذمہ داری لیتے۔ لیکن تم معنی عام معنی میں ایک قوم نہیں، ہر گز ایک اسلامی
 جماعت جو میں کہ اس اصولی اسلام کا پیغام دہر دہر مستند نہیں ہے جو پہلے ہی دنیا کو

یہ راستہ اس کی تھا۔ اس میں کسی مذہبی کاوش کی کوئی حاجت تھی اور کسی اخلاقی اصول پر
 غضب نہ لگائی سوال۔ بنگا ہر مذہب کی باطل بات تھی اور مسلمانوں کے ذہن میں لطیفہ کا ایک وقت سے
 جس قسم کی تعظیم و تکریم تھی اس کے لحاظ سے یہی بات اس کی دینی سیاست سے قریب تر
 بھی تھی۔ اس لیے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت نے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ خود اسے لوگوں کو
 چھوڑ کر مدنی قوم کے اس دامن سے لپکا لیا۔ اس روٹی کی قیمت پر جسے ہونے کے بعد سے پہلے چند
 سالوں میں مسلمانوں نے ہی جیتا، انہوں نے ہر کچھ لپکا ہے اسی ترکیب اور اسی قیادت کے زیر اثر
 لپکا ہے جو اس تحریک کو پیش کرنے کی ذمہ دار تھی۔ لہذا ہماری ماضی قریب کی سرگزشت کا اندازہ
 ہمارے دل کے ماضی کا سن رہی ہے اور اس ترکیب ہی کی طرف راہیں ہر گاہ۔

یہ ترکیب ایک تو ایک ترکیب تھی۔ اس میں نہ سب لوگ شریک ہوتے تھے نہ سب
 کے لحاظ سے مسلم قوم کے افراد تھے۔ یہ سوال اس میں سرے سے ہے علی تھا کہ جو اس میں
 شامل ہوتا ہے وہ خدا، رسول، اُلویت، دینی و کتاب الہیہ و شریعت کو مانا ہے یا نہیں،
 حرام و حلال کی تیز فکری ہے یا نہیں اور فرد و قومی، دینی و مدنی وہ ہے دینی کی مختلف ممانعت
 میں سے کسی ممانعت کے ساتھ متصف ہے۔ اصل مسئلہ قوم کو پکارتے کا تھا اور اس کے پیچھے
 تمام قومی عناصر کو متحدہ کرنا تھا اور قومی تھا، ہر عوام پیش نظر تھا اور ہی تو تھے اور امت کا دھماکا
 کو دینی و امت کے تقاضوں کی ضرورت پیش آتی۔ مقصد و صورت قومی و امت تھی اور اس کے
 لیے ترکیب کی شرکت تو نہ کہ اس کی قیادت و رہنمائی کے معاملے میں بھی یہ دیکھنے کی حاجت
 نہ تھی کہ یوں لوگوں کو ہم آگے دے رہے ہیں ان کا سامنا کتنا ہے اور کیا ممکن ہے۔

یہ ترکیب سیاسی تھی اس میں اخلاق کا بھی کوئی سوال نہ تھا۔ جس نے سیاسی
 جھوٹ توڑ میں جتنی لڑیاں دیں اور کھائی وہ اتنے ہی دیوے اور ذمہ داری کے غضب کا اہل تیار
 پایا۔ اس کا جیت کا ثبوت ملی جاسکے کے بعد یہ دیکھنا باطل غیر ضروری تھا کہ اس کی پختہ،
 امانت، صداقت کا کیا حال ہے اور اس کی صورت کیا ہے اس کا اندازہ لگائی ہے۔

اس ترکیب میں اگرچہ مذہب کا کوئی دخل نہ تھا۔ لیکن اسی قسم کی ترکیب ایسے ہی
 لوگوں اور بیٹوں اور پیروں کے ساتھ دنیا کی ہر قوم اٹھا سکتی تھی۔ لیکن اخلاق کی بات

حق کو جو قوم اپنی ممانعت کے لیے تو ایک نے کوئی حق اس کا مذہب اسلام تھا اس لیے
اسلام کی خدمت ہی اس کے لیے حاصل کی گئیں۔ اور ان کو قیاد کیا کہ یہ بد بھائی تو اسلام کے
بیس کا رنگ نہیں ہے، اور مزید کہنے کا اٹے من سچہ کہ میں کیا ان کا پاس بیٹھ اور کیا ذکر پاچھئے،
بھڑیا اس کا فرق اور تو کہیں (رضی ہے کہ جو کچھ ہم کریں خدا اس کی تصدیق و توفیق کرے، اس
پر اجر کی امید رکھئے، اس پر چسپاں کہے کہ بے اپنی کوئی مذکورہ اصطلاح مسترد ہے،
اور اس میں جدا اس کا خود ہیٹے والوں کو مجرم ٹھہرا سکتا ہے، اس لیے کہ ہم جو کچھ کریں گے
اسی پر مستحکم کا پختہ توفیق ہے، اور مسلم تو ہم ہی خود ہی توفیق اسلام صاحب آخر میں لگے کہیں؟
یوں اس تو ایک میں اسلام سے نہ درست لگتی جو بڑے بڑے تو اب ذرا سے اپنے عقائد ان
کے کسی پرانے ہاتھ کا اسلام سے دیا کرتے ہیں۔ مشورہ اور نصیحت اس کا کام نہیں ہوتا ایسی
لوگ اپنی مرضی سے جو چاہیں کریں۔ مگر اُسے وقت میں بڑے سے خادم کو پکارا جاتا ہے کہ
آؤ اور حق ملک ادا کر۔ پھر اگر وہ غریب کی حرکات پر صبر نہیں کر سکتا ہے کی وجہ سے اسے
وقت آتے ہیں اور بے چینی ہو کر بھی کہہ بیٹھتا ہے کہ مجھ سے اپنے امور و شایک کرو
تو اسے ڈانٹ دیا جاتا ہے کہ آیا تو خود خود بے شناس، تو اپنے کام سے کام لے کر تیری
حیثیت کب سے ہو گئی کہ اس سے ممانعت میں داخل رہے۔

یہ جیسے وہ بنیادی ہیں پر ہمارے یہ قوی تو ایک اصل ہونے سے اٹھی اور ان کو ایک بدستی
ہو گئی۔ اس کے وجہ سے تو کہیں میں مومن اور منافق اس کے لئے غلو سب شامل تھے۔ بلکہ
وہیں میں جو جتنا ہلکا تھا وہ آٹا ہی اور پکایا۔ اس میں اختلاف کی صورت سے کوئی پرچہ نہ تھی۔
عام کارکنوں سے لے کر بڑے سے بڑے و خرد و ریٹنوں تک میں انتہائی ناقابل اعتدال
سیرت کے لوگ موجود تھے، بلکہ تو ایک کا حکم تھا اگلے بڑے اس قسم کے جن میں کاتاسب
بڑھتا ہی چلا گیا۔ اس میں اسلام کا تبارک کے لیے نہیں بلکہ عورت عوام میں مذہبی جوش پیدا
کرنے کے لیے فریق جنگ بنایا گیا تھا۔ کبھی ایک دوسرے کے لیے ہی اس کو یہ حیثیت نہیں ہی
گئی کہ وہ حکم دے اور یہ اسے مانیں، اور کوئی عدم اٹھاتے وقت یہ اس سے بڑھ کر
کریں۔

تیا ستھ عزیز کی حالت میں ہی سلطان نے سلطان کو روک ٹھہریں، اور خود اس مندرست کی چیزیں اپنے
 صیبت کے ساتھیوں کے ہاتھ ایک دیکھ کے اس میں پہچنے میں کوئی شرم محسوس نہ کی اور وہی
 طرح مزید پنجاب، سرحد اور سندھ کے مسلمانوں نے، ان کے بیٹوں اور قریبی کارکنوں نے،
 ان کے قتلہ کی خبر پر ہونے والی اسے حاجان نے اور ان سرکاری حکاموں نے جو کبھی کوئی سد
 سے بہت تر پار کرتے تھے، ہندوؤں اور سکھوں کے ملوث لوگ ان میں غور و بہت نظر کرتے
 اپنے پناہ گریز جہازوں کے پہنچنے میں ہر شلوات پیدا کیں، صیبت کے اسے ہر نئے مسلمانوں
 کے ساتھ میں پیسہ دی کا سوکھ کیا، اور پاکستان پہنچنے ہی پہنچنے غلطی، تاثری مشن اس بد شروت،
 عیانت، اور پوری اور گمراہی کے انسانی کی ہر گمراہی کی است و دیگر کار و عمل میں ہر گمراہی کے
 انوکھ کے نظریات سے جھٹلنے، غریبوں اور غریبوں کے بل پر کسی قوم کو اٹھانے کے کیا نتائج ہوا
 کرتے ہیں۔

اس سلسلہ میں اصل میں اگر کسی چیز کے نفع کے غرض میں دیکھا جاسکتا ہے تو اس کے صرا
 کہ نہیں ہے کہ انہوں نے کم از کم اس کے مسلمانوں کو تو یہاں اس کی ایک قریبی بدست برداری۔
 لیکن انہوں نے اس بد شروتی حکمران کو بھی ہم بدترین غلطیوں سے واقف ہاتھ ہیں اور بڑی طرح
 ان کا ایمان بھگت ہے۔ اس نتیجہ ہندو مسلمانوں کے طریقہ سے ملے کیا گیا، غلطیوں پر ہر مہتری کا
 ایک اور حوالہ، سرحدت کا تین گنت دشمنی سے ملے کوٹنے کے ہاتھ بد گیشوں پر چھوڑ دیا
 گید گیش کی ترکیب اس قوم کی گئی جس سے نیکو کا اختیار گیشہ صحت کے ہاتھ میں رہا تھا۔
 صدی کی آخری چار ہندو قوم کا کوئی نہیں دیا گیا بلکہ انگریز قوم سے دیا گیا جو ہندوستان میں بدترین
 حق و باطل میں۔ ہر اس نیکو کا اعلان کرنے کے اختیار است میں اس شخص و اس کے دشمنی کے
 ہاتھ میں چھوڑ دینے گئے جو ہندو ہندوستان کا گورنر جنرل، دھانے و اس کا اور ہندی قیادت
 حاکم نے پیش کیا تو یہ دیکھ کر اس نیکو کی کد سے جو ہی سرحدی حق و باطل کی باتیں کی، انہیں وہ
 بے چارے دیکھ کر نہ گئے۔ اس شوق غفلت کا نتیجہ ہندوستان کا پنجاب و ہندوستان میں مسلمان اکثریت کے
 خود حاکم ہندوستان کے ساتھ غلٹ کر گئے، شرعی پنجاب کی پوری تحصیلیں ہیں میں مسلمانوں
 کو ان اکثریت میں ہندوستان کے سکھوں کے بغیر میں ہی گئیں، اور سب سے زیادہ کنگرا، جہڑ

لاٹھ بندوقوں میں شامل ہو گیا جس کی وجہ سے کثیر کے ہندوؤں کو ہندوؤں کے ساتھ مل جلنے کا راستہ مل گیا۔

اقبال اختیار کیا جس کی وجہ سے اٹل ڈرنٹ میسن نے تقریباً ایک سو سو روپے پاکستان کے حق میں سخت عزتی، مگر پوری قیادت ملنے سے اس کی جگہ پر اتار دی گئی۔ پاکستان کے سخت کیڑوں پر پورے مشرق میں اس کے سخت کاموں اور فوجی و فرائضی ہندوستان کے بعض میں تھا اس کے سخت کاموں کی ہندوستان ہی کے ہاتھ میں تھا اس کے خلاف اس کا ٹھکانہ بھی پوری طرح نقصان نہ ہوا تھا اور اس حالت میں پاکستان کی مستقل حکومت کے حقوق اور مذاکرات کی پوری ذمہ داری کے ساتھ قائم کر دی گئی تھی اس کی حالت کا نتیجہ ہے کہ اپنی تمام کمزریاں اسے ملنے لگی ہیں۔ ہندو اقلیت کے مسئلے سے علاوہ وہ بھی اس کے ہاتھ سے پوری طرح آزاد نہیں ہو سکا۔ ہندو اور انہوں نے ذمہ داری قبضہ کیا اور ہم اپنی جگہ سے اٹل ڈرنٹ کے کثیر کے مسلمانوں کو اس ہاتھ سے اس مسئلے سے ہٹا کر اس میں ہندوؤں کے متعلق میں ملنے کر ڈرنٹ کی عزت میں رکھتے۔ ہندوئی گئی ان سے ملنے ہوئی ہے اور ہم ہر وقت پر ان سے دیکھتے چلے جاسکتے ہیں۔

اٹل ڈرنٹ کے ہندوؤں کو ہاتھ سے کر سب کچھ ڈرنٹ میسن نے اپنی ذمہ داری سے کیا تھا اور ہم اس پر اپنی ذمہ داری سے۔ مگر حال یہ ہے کہ جب ہندوؤں کی ہندوئی تھی اور آپ دیکھ سکتے تھے کہ ڈرنٹ میسن ہندوئی برادری کے مسلمان کر رہے تھے اس وقت آپ کی ذمہ داری بھی گئی تھی اور آپ نے اپنی قوم اور ہندو دیکھا کہ اس شہادت کی اطلاع دی اور آپ ہندوؤں کے ساتھ سب کچھ قبول کرتے چلے گئے۔ ہر مسلمان کے لیے سخت تباہی تھی اور آپ نے اس وقت یہ اعلان نہ کیا کہ سب کچھ ڈرنٹ میسن نے اپنی ذمہ داری پر کر رہا ہے اور ہم ہندوؤں کی ذمہ داری میں شریک نہیں ہیں اور ہندو ہی نہیں کہ اس وقت آپ ہندوؤں کے ہندوؤں میں جب اس غلط فہمی کے تحت ہر جگہ نئے نئے ہندوؤں کو اس کا برتری میں جگہ مل رہی تھی اس وقت ہم اپنے اپنی ذمہ داری میں امان کرنے کی کوئی فہمیت اس میں نہ تھی۔

جیسا کہ ہم اب جانیں کہ کچھ ہیں۔ اس میں ہندوؤں کے مسئلے میں سوال کیا تھا کہ وہ چلے سارے کے ساتھ چلے آئے ہیں۔ اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ کیا تھا کہ اس

کے حدود اور اس کی سرحد کی طاقت ہے اس غرض کا اعتبار کیا جائے۔ مگر اس میں غلطیوں کو
 پہلی ذرا غلطی سے آواز کے پرانے نہ ہونے۔ اب یہ بحث یہ کہ ہے کہ اسے کتنا دیا جاتا ہے کہ کیا جوتا۔
 دوسرا مل کر چلی گیا وہ تھا کہ قریب کی فیلڈ پر سیاہی چمک ڈی جلتے۔ اسی میں کہ مسلمانوں
 نے قبول کیا اور اپنی ساری قوی طاقت، اپنے تمام لوازم اور اپنے جملہ سلاحت اس قیادت کے
 حوالے کر دیئے جو ان کے قوی ٹکٹے کو اس طرح حاصل کرنا چاہتی تھی۔ دوسرے کے بعد اس کا
 پورا کا نام ہمارے سامنے ہے اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس نے کس طرح کس صورت میں ہمارے
 ٹکٹے کو مل کیا۔ جو کہ ہر چلے ہے وہ تو اڑت ہے۔ اب اسے وہ نہیں جاسکتا۔ اس پر اس حیثیت
 ہے تو بحث یہ کہ ہے کہ کیا ہونا تو کیا ہوتا۔ بشر اس حیثیت ہے اس پر بحث کرنا ضروری ہے
 کہ جو مسائل اب ہیں وہ پیش ہیں۔ لیکن کے مل کے لیے بھی وہی قیادت مندوں ہے جو اس سے
 پہلے ہمارے قوی ٹکٹے کو اس طرح مل کر چلی ہے بلکہ اس کا اب ٹکٹے کا ہر یہی معاشی کر کے
 کہ اب جو بڑے بڑے اور ان کے مسائل ہمارے سر پر آئے ہیں، اسی کا بیشتر حصہ خود اس قیادت
 کی کارفرمائوں کے قبضہ میں پیدا ہوتا ہے، خاص میں مل کر کے لیے ہم اس پر اتفاق کریں گے۔

مسائل کو دیکھ جاتیں ہیں۔ اس کو محمد بن ابی طالبؑ چھوڑے۔ چھوڑے تو پہلے کی دولت دی جاتے کہ انہ اپنی موجودہ حالت میں ہی مسائل سے محمد بن ابی طالبؑ کے کالی تہہ چاہیں۔ اگر ہے تو محمد بن ابی طالبؑ سے قرآن و حدیث سے تبدیلی کرنی ہوگی اور خود کو ہائے گاموں تبدیلی کی ذمیت کی ہو۔

اس سے پہلے اس وقت کے بزرگانِ ہند اور سب سے بڑا کرشن اشکزی سلطان اس وقت جو تہم تک کے ہندوستان میں رہ گئے ہیں۔ تقسیم کے وقت ان کی تعداد پانچ کروڑ کے تک جاتی تھی۔ یعنی جاری تمام کاموں کو تقسیم کے بعد ان میں سے کئی ملکوں کے گن گن کر دیتے گئے۔ ایکسپری تعداد میں غیر مسلم ہائی کئی، ماسٹر شرا کو پاکستان میں دیکھیں بیٹے گئے اور اس ہندو ملک کو محمد بن ابی طالبؑ سے چھوڑ دیا۔ اب ان کی کیا حالت ہے کہ ان کو کڑا سلطان ہندوستان میں جاتی ہیں۔ یہاں ہندوستان کی ان میں سے کئی ہیں جو دیہات میں رہتے ہیں۔ ان کے تہہ کے تہہ عزت و احترام پر مبنی کی اور ان کے تہہ شکست خوردہ ہائیوں کی ہے۔ اس حال کی تاریخ و تہہ قری ملک کے بعد اب وہ ان کی جے بی کے ساتھ اپنے سابق عرصوں کے تہہ میں ہیں انہیں پاکستانی دہارہ کی ذمیت دینی پڑی ہے۔ جہاں کے شہری حقوق ہی کو نہیں دینا ان کے حقوق ملک کو لگائی ہے۔ وہ سب "فہم" اور سب "ماسوس" ہیں۔ ہر ایک کی نظام داری مشہور ہے۔ ہر ایک کے لیے غارتگری اور اگر تہہ ہے ان کے کسی کی باری کئے میں ابھی کچھ دیر ہو پوری قوم میں یہ مثال بن چکی ہے۔ اس کے لیے عزت کی زندگی کا دہارہ بند ہے اور عزت میں راستے لگے ہوئے ہیں، یا تو یہ غارتگری و تہہ ہو جائے یا پھر عزت سے ہندوستان میں ہے، یا پھر غارتگری کے ساتھ ان سب تقریباً کو برداشت کرتی ہیں جہاں کی قیادت ہی کو نشانے اور اسے ہندوستان میں جذب کرنے کے لیے عمل میں آتی ہو رہی ہیں۔ یہ وضع اگر یوں ہی جاری رہی تو مستقبل قریب میں مسلمان

اس وقت تک جہاں ان کے حقوق انہیں ہی تھا وہ انہیں کے حقوق سے کئی دہائیوں میں ضائع ہوئی
 مسلمان میں یہ دیکھنے پر مجبور ہوئے تھے۔ (صفحہ ۴۱۵)

بعد میں سے اسی طرح غائب ہو جاتی تھیں جس طرح وہ اندر سے باہر تھیں (مسلماً)
سے غائب ہو چکے ہیں۔ لائق اللہ۔

ہارکڑ مسلمانوں کی عظیم ہمتی قوم اس وقت بالکل بے ہوا ہے۔ جو یہاں سے ہارکڑ
ہیں کہا جا رہا تھا اس کو بالکل انتداب کے ایک ہی پٹے نے اکٹھا کر دیا۔ جس کو توئی ٹیکر پر اس کا ہوا
استعداد کا طریقہ ایک تھوڑی سی دوسری۔ جن لینڈوں کے ہاتھ میں وہ اپنے مسالمت و رعب
کو تلاش ہو چلی تھی وہ اس کے لیے بالکل بے کفایت ہوئے۔ ان کے لیے کاروبار کا کوئی ایسا تو
آٹھ کر پاکستانی پتے آئے۔ اور بالکل اور ہمارا غریب دشمنوں کے ٹکڑے کا دستور کرنے میں
مشغول ہو گئے۔ سیرت و اخلاق کے زیرِ جوڑ گئے بعض فحشوں کے بل پر لینڈ جتنے تھے وہ دھن
کا نڈھ بھلا دے کے بعد ایک دن ہی اپنے تھپے کی سمت دستور دیکھ سکے۔ انتخاب کی پہلی ہی
دستور دہ پٹے کی غساروت و دھاروں کو علاقہ منتقلہ سے بیٹھے ہیں پردہ میں سے وہ اپنی
قوم کو لڑا رہے تھے۔ وہ توئی نظر، ایک فٹ ان کے نزدیک بالکل ہو گئی۔ پاکستانی نظریے کی
مداخلت ہمارے ہاں پر مشقت ہو گئی۔ تھپے جھڑے کی محبت و یکساں کے دلی میں لگا رہے۔
چند دن کے اندر ہی ہمارے ہاں پرستی میں یہاں شروع ہوا۔ نصیب ہمارا ان کے ہاتھ سے
جھوٹا ہندو مسلم شہریوں کے لیے توڑی ہوئی تھیں تاکہ سلم و ہندو کے اندر سے، کم کثرت میں
و عظیم توڑی ہوئی، کامیابی تو کسی طرح نہ ہو۔ اس پر سے گزرنے سے ایک کو ان کی دھماکا
جو بڑی کھڑے کے بعد ہوئے سکتا۔ ہندی دھمکتا بڑی گدوں سے پٹی پٹی تھی جنہوں نے
جیب پر ہندو بڑیوں کے لگاؤ کو اپنی ہندی سیرت اور کھڑے اخلاق کا نشانہ لکھا یا اس کی قوم
کو ہی اپنی عزت ہی دیکھیں جو ان میں سے وہ فائدہ سے جتنے ہوئے تھے۔

اس سے بڑی ہرگز اس ہندی قوم نے ان ٹکڑوں کا ہمارا لینڈ ہا ہر پہلے سے
کاٹ کر ہی دنیا کی سطح پر جبر و سب سے، اگرچہ وہ بھی اس کے لیے بے کار ثابت ہو چکے ہیں۔
ان میں سے ایک گنداب بچھادی ہوئی دھمکتا ہے کہ مسلمان اپنے اختیاری و جہاد خود بخود
جائیں اور ہندی قومیت میں اپنے غائب کو لگ کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تحفظات کا نہیں بلکہ
دھمکتا میری دھمکتا ہے کہ مسلمان کے جہاد کو دیکھیں وہ کیا اتحاد و رعب اس کا سکتا ہے۔

ہرگز وہ پاکستان کے مستقل وجود اور یکساں کے حقوق کا کوئی اعتقاد رکھتا ہے، مگر وہ ہم
 رہیں پرانتے ہی پرانتے سے پرانا انگریسی مسلمان ہی ہندو پرستوں کی نظروں میں ایک غائب
 بادشاہ مسلم ملک میں کہ جلتا ہے۔

ہندوستان کے ان مسلمانوں کا مسئلہ اس واقعہ حقیقت ہندو سب سے بڑا اثری مسئلہ ہے۔
 تقسیم نے اس کاٹ غور کیا ہے، مگر وہیں ہندوئی ہی تمام کا ایک حصہ، اور سولی نہیں چھوڑا
 حصہ کو ہم ہیں ہی حصے کے لیے نہیں چھوڑ گئے۔ وہ ہم پر سب سے بڑا اثر ہے، اس لیے
 کہ ہم پاکستان سے ہم متفق ہیں، ہے میں اس کی حق نیست، انہی نے اس کی ہے۔ وہ اس
 لیے ہی غور و فکر کرنے کے قابل نہیں ہیں کہ ہندو اپنی ہی قوم غیر حصہ ہی ہیں۔ انہیں اس بنا
 پر ہی غور و فکر نہیں کیا جاسکتا کہ ہندو مسلمان اور ہندو ایک نام ہیں یہ ضرورت ہے کہ تمام
 بڑے بڑے مسلمان (Muslims) اور ہندوئی مسلمان کے نصف ہندوئی ہیں۔ اور سب
 سے بڑا مسئلہ کہ انہی تمام حصے سے دل سے یہ بات کیجئے گوارا کئے گئے ہیں کہ ہندو مسلمان نے
 پہلے پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں اور ہندو مسلمانوں کو ان کا نام کو ان کا نام ہی چھوڑنے
 کے لیے ہی ہیں اس سب پر پانی چھوڑتے اور خود کی دولت سب کو بڑے حکیم ہندو کے عرصہ و
 چھوڑنے چھوڑنے غرض میں اس پر جانتے۔ ہندو کی شخصیت پر ہندوئی کے ساتھ نہیں کہہ سکتا
 کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ کا پتا نہ ہے۔ نہیں یہ پاکستان کا بھی دوسرا ہی مسئلہ ہے
 جیسا ہندوستان کے مسلمانوں کا ہے۔ اس کی بات ہے، اس پر ہی وقت اس پر اس مسئلہ ہے جو اس
 صورتی تقسیم کے بعد اب بھی ہندوستان اور پاکستان میں ایک ہی مسئلہ ہے۔

اب سوال ہے کہ ان چاروں مسلمانوں کو پہلے اور ہندوستان میں اسلام کی دولت
 کو دے اور دے دینے کے لیے ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ اب سب سے بڑا اثری مسئلہ ہے ہندو مسلمان
 ہندو مسلم ایک کے نام اور اس کی حیثیت ہندو ہے اس لیے یہ سوال کاٹا ہی کی طرف چھوڑا ہے۔
 کیا تقسیم سے پہلے مسلم ایک کی حیثیت غرض نے اس مسئلے کا کوئی حل تو نہ کیا تھا؟ کیا تقسیم کے بعد
 ہندوستان میں مسلم ایک کی سیاست اور قیادت کے لیے کام کرنے کا سب کوئی موقع ہے؟ کیا
 پاکستان میں مسلم ایک اس پر ہے میں اپنے پاس کوئی دائرہ عمل رکھتی ہے؟ کیا پاکستان کی موجودہ

حکومت میں قابل ہے کہ چند مستقل مسئلوں کی قسمت ہو کہ ان چھ ایشیائی سکھ ہندوؤں میں اسلام کے مستقبل کو نشان دہی تو کم از کم خود ہی کہنے کے لیے کہہ کر سکے، اگر ان سرگتھ لاکوئی رو بہ ہے تو اسے اسلام کہہ کر ہمیشہ خوش ہوں گے۔ اگر نہیں ہے تو اس کے خلاف سختی رہیں کہ جب تک کہ اسے توئی مداخلت کی سربراہکاری موجود ہو، سیاست و قیادت کے امور میں ہے، اپنی تفت کے اس سب سے بڑے سکھ لاکوئی مل ہندو سے لیے ملن نہیں ہے، اور یہی سیاست دنیا بعد ہدی سربراہکاری تو ہیں چند مل کے اندر دیکھنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے کہ وہاں تک کہ اس کی تفت کے اس لاکوئی کی سربراہی سے لاشیا واڑ کے سران تک کا ہر مداخلت اسلام سے غالی ہو رہے۔

دوسرے مسائل پاکستان کے متعلق ہیں۔ امریکائی سب مسائل کو پیش کر موند یکساں مسٹر ہارے سندھ میں کیا ہوتا ہے جس کا اثر ہے پاکستان کا دفاع اور استحکام اور اس کا حل پیش کیا ہوتا ہے کہ سب پاکستانی مل کر ایک ہر بائیں اور بائیں پیشیت سے غور ہو۔ لیکن ختم اس تجویز کرنے ہی پر یہ بات گل جاتی ہے کہ پاکستان کا دفاع و استحکام امریکی مسلمان مائند نہیں ہے بلکہ یہ سب سے مسائل کا جو حصہ ہے، اور اس کا حل بھی انکارا نہیں ہے جتنا اسے ہر دیکھ ہے۔ کیا ایک ملک میں کے حقوق کو اٹھ دیا ہو، بعض مسلمانوں کی تربیت کبھی پر کھڑی ہو سکتا ہے؟ کیا ایک ملک میں کے حق پر تو کسی کو ایک دوسرے سے پہلے ہی عدم کثرت کہنے کے لیے یہ سب سے طاقتور باب موجود ہیں؟ ایک ہر جاؤ کی تفسیریں پڑھنے سے واقعی ایک ہو سکتا ہے؟ پس یہ کہتے ہیں کہ ہم سب کو مسلمانوں سے خود کام نہیں پادہ مسلمانوں کو مسلمانوں کو فری کہنے کی تو ہم حقیقی مسلمان ہیں۔ ہٹلر نے اندر فری مسائل کی طرف پھرے کی کشش کریں، ہمیں واضح طور پر یہ دیکھنا چاہیئے کہ ان واقعہ پاکستان کا اجتہاد و تحفظ اور اس کا استحکام کی مسائل سے وابستہ ہے اور ہم کس فرقہ انہیں حاصل کر سکتے ہیں۔

اور ان مسلمانوں کے حقوق کا ہے جو تشریشناک متکسیر چکے ہیں۔ ہمارے کام مسلمانوں میں سب کے لیے حقوق ہیں کی فراہمیاں کد لڑا ہیں۔ اس کا کارہا ہر اتنے وسیع پہانے پر ہادی

سوداگی میں بھی لیا ہے اور انکار اور چکا ہے کہ اگر ہم اسے اپنی دشمنی فریبک تو یہی تو ہرگز
بہتر نہ ہوگا۔ کوئی بیرونی مخلوق ہمارے لیے اتنا خطرناک نہیں ہے جتنا یہ اندرونی مخلوق ہے۔ یہ
ہماری توتہ حیات کو کھا گیا ہے اور کھاتے چاہتا ہے۔

پچھلے سال کے انداز میں یہ اخلاقی اور فرائضی اٹھ اٹھان ہمارے باری کے ایک بہت
بڑے خطر کو پہنچے گیا۔ نقل و حرکت، نقل و حرکت، اندرونیوں کے ہنگامے کی سخت تر اختیار ہر دوں
ہی کہ ہوتی ہوگی، لیکن ہر نقل و حرکت نے ہمارے کوئی نہ کہہ سکتا۔ اس اخلاقی زندگی کی صورت
کا انداز اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ایک لڑکی کی بھائی پر بھائی کی صورت ایک شخص یہاں تک
نے لوٹ میں جھٹکتے سے پریشان کیا تھا، اور ایک قصبہ کے ملک سرگرموں میں سے بھگت ۲۰
گھر سے ہٹے گھر میں کھٹ کا دل دیکھتا تھا۔ چھٹی بیویوں میں محل جاتی تمام انداز
لوگ ہی مثالی ہوتے، ہڑے ہڑے شہرہ دار اور سرچیں، اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ، سوداگی اور تجارت
میں ہڑے ہڑے دیکھنے والے حضرات ہی سی بہت گنگا میں داخل ہو رہے تھے، بلکہ ان میں
میں غریبوں، مگر انہوں نے ہر کسی کے چھوٹے ہڑے انہوں میں داخلہ کے دروازہ پر بیٹھ کر
محکومت کے اٹھانے والی جہاد دار ہڑے ہڑے نامزدی کارکن، ایم اے کے بھرا اور بعض
وزیرانہ کس اس گنگا میں غرق نہ گئے۔ یہ واقعات کسی سے چھپے ہوئے نہیں ہیں۔ ایک
دنیا کی کو جانتی ہے اور شہر میں کی طرح دریت میں گڑھ چھپنے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ حقیقت
اس گنگا کی ہے کہ ہمارے اخلاق کے چھوڑ چھوڑی طرح ڈھیلے ہو گئے ہیں، ہم میں ہزاروں آدمی
ایسے موجود ہیں جو نقل و حرکت کے عشاق ہو چکے ہیں، ہزاروں ایسے لوگ ہیں جو روتے روتے ہر
بڑے جرائم کا ارتکاب کر رہے ہیں، اور یہ سب سے بڑے گناہ ہیں جنہوں نے ہم کو کمزور بنا دیا
تسلیم ہو گئی ہے جنہیں ہر حال میں کھینچنے میں تھکا کوئی تال نہیں ہے بشرطیکہ انہیں قانون
کی گرفت سے محفوظ نہ رکھا گیا ہو۔

ان حالات میں ہمارے لیے یہ کوئی حیرت کی چیز نہیں ہے کہ اس سے بدتر کیا ہو جائے اور اخلاق
معتدات کا گھر ہندوستان میں ہندوؤں کے گھروں سے ہوتا ہے۔ ہمارے ہر شخص نے کھایا
کی گھر میں یہ یاد ہو، ہمیں تو اس نہ ہر کی گھر ہے جو ہندی لوگوں میں آگیا ہے۔ کیا حق تو یہی

اوپر ہلکے خاتون کی اتنی کثیر تعداد اپنے اندر ایسے چھتے ہم اپنی قوی زندگی کو مستحکم بنا سکتے ہیں، بیکاروں پر اخراجات برائے خیروں کی جان مال اور صحت کے مسئلے میں رہتی تھیں۔ ان کے ساتھ ہی ختم ہو گئیں اور اپنا کوئی خاص کاروبار نہ رہا، سیرت و کردار پر نہیں چھڑا گئیں، بیکار ہو گئے، ہوتے اخلاق اب خود اپنی پرورش و تربیت کو فائدے کے لئے جانیں گے۔

ایک سال کا تجربہ یہ ہیں، یہ کہہ سکتے ہیں اخلاق زوال کی غیر گزشتہ فسادات نے ہی اتنی زیادہ ترقی اور زوال کا عمل وہ ایک نہایت خوفناک مرض کی حیثیت سے ہوا ہے اور اب بھی موجود ہے اور ہماری قوی زندگی کے ہر شعبے کو خراب کر رہا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد جو دشواریاں اخلاق ایک نئی مہکت کر پیش کیا کرتی ہیں وہ تو ہمیں پیش آنی ہی تھیں، اور جو صاحبِ فکر و ہندوؤں کو بھی مدافعت سے پریشان کر رہے وہ بھی اپنی جگہ تھے، لیکن یہ سب کچھ بڑی آسانی سے اٹھایا جاسکتا تھا اگر ہمارے تمام خاص اور ہلکے سر پر ہندوؤں کے اخلاق اتنے بگڑے ہوئے نہ ہوتے۔ یہ واقعہ ہے، اور اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اخلاق کی خرابیوں کے بعد ہی مشکلات اور مصیبتوں کو، جتنی کہ وہ تھیں، حاصل سے کئی گنا زیادہ بڑھا دیا۔

مثالی کے طور پر ہم برصغیر کے مسئلے کو دیکھیں جو پاکستان بننے ہی پاکستان پانچاں ملک ہم پر اتار دیا۔ برصغیر ایک ملک کے لیے اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں کہ اس پر مٹاؤ شروع ہو کر یہ مروجہ زبان کوئی ایک انت و کار ڈال دینے جائیں۔ لیکن خود سے دیکھیں کہ اس طرح ہر مشکلات حقیقتہً زیادہ ہوتی تھیں، ہر گناہاں فرہادی اپنی اخلاقی خرابیوں کے گروہم ہندوؤں

نے آخری مسئلہ ڈال دیا، پاکستان میں چھ لینے والوں کی بڑی تعداد ۱۰ لاکھ تھی۔ لیکن ان کو بدلے میں جو کثرت و کثافت لگے ان کا انداز اس سے کہیں کہ وہ ان کی تمام تعداد کی دو سے زیادہ کر کے دے دے، نیز سرور کی تعداد کو اتنی، مگر ہندوستان چھڑا کر آئے والے ۱۰ لاکھ کا ایسا ہی بڑا مسئلہ ہو رہا ہے۔ اور خود سے دیکھیں کہ ۱۰ لاکھ تھے، مگر ہندوستان سے آئے والے ۱۰ لاکھ بڑا مسئلہ بن گیا، ہندوؤں کو ابھارنے کا مسئلہ اب بدل سے پاکستان کے لیے جو سرور بن گیا (۱۰ لاکھ ۲۰ پر)۔

اور مکتوں نے جو عزت، ایمان، احوال، کامیابی، کارنامے، زمینیں اور مہمیں پھیری
 پاکستان میں پھوڑی تھیں، اگر ان پر خود پاکستان کے باشندے، حکومت کے عمال اور
 قومی ادارے تھیں کر کے نہ پیش کرتے تو کیا ہا جری کر رہے تھے، ہم کہہ سکتے ہیں کہ
 اسے اب ہم دہرا رہی، مغربی پنجاب اور سرحدوں کی حکومتوں سے لے کر چھوٹے اور
 بڑے کیا کچھ پھر لایا، اس کا کتنا احترام دیا اور کون کیا اور کتنا احترام کی غیر مستحق کہہ سکتے ہیں؟
 اگر یہ امور اور شمار دشمنی میں کامیابی تو دنیا یہ دیکھ کر دلکدہ جائے کہ ہا جری کے لئے کا جو
 زخمیوں نے ہم کو لگایا تھا اسے سرکاری کا پھر ڈاؤن پیسے دے دے اور اصل کون ہو گیا۔ جس
 کہہ سکتا کہ اس تمام میں آپ کی کسی کو ہر ہر دیکھیں گے۔

پھر وہ ایک ملک پاکستان زندہ ہمارے کے غریب ملک ہے تھے، اسی سے بڑے قوم کے
 مدد میں تھے وہ ان کوئی نظر نہ آتا، اور جو ان کی زبان سے یہ تھے بڑے ہا جری
 جتنے ہوتے ہیں، ان میں عظیم اٹلانٹک تھے آپ کو ایسے آزاد کی تھے کہ پاکستان
 ہونے کے بعد ہر زمانہ سے اس کی کشتی میں سوار رہے ہیں، یہ دشمنیوں،
 یہ کیا تھیں، یہ نہیں، یہ تو کی غریب پر اتر رہے ہیں اور دوستوں اور ان کے فرائض کے فطرت
 یہ نہیں سے گریں، یہ غریب تو کم بدست پر عیسائیوں ہیں کا ایک طرف ان سے ملنے کا تمام
 حکومت کے ہر شعبے میں ہر پہلو سے ان میں میں اکثریت چھوٹے اہل کاروں سے ملے کر یہ تھے

تقریباً (۱۹۷۱ء) ہے اور اس وقت ایک ہی شخص ہی (رحمات علی) نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد ان ہم دیکھتے
 ہیں کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد مغربی اور مشرقی دونوں دونوں کا ایک یہ بڑا ٹوٹ پڑا، علی گڑھ، دہلی
 بڑھتے بڑھتے ان کی تہہ ایک کہ وہ وہ کو کس پہنچ گئی، ان کے اس حالی میں پڑا کہ مغربی اور مشرقی سے
 جانے وہ ان کوئی دھماکا ہو اپنی جائزہ لے لی چھوڑ گیا۔ اس کے بعد جو دوسری تہہ وہ مغربی اور مشرقی
 کو بڑی غریب سے بڑا یا بھی ان کا یہ بھی نکال دیا، بلکہ ہا جری کا یہ سید ب مغربی اور مشرقی کو
 غریبوں اور ترقی کا ایک بڑا اور یہ ہیں گئے۔

[illegible]

عقلمندی کے لیے ہم اس سوال کو جاننے دیتے ہیں کہ ہماری ترقی و تہذیب
کے ساتھ قوم کی اخلاقی طاقت کو سمجھانے کی فکر کیوں نہ کی؟ ہم پر پھٹے ہیں کہ ہمارے ملک

لیکھ رہی ہے، اخلاق بنانے کے لئے اس نے لکھا سو وہاں اس کے پاس ہے ایک تقریر اس کے پیش نظر ہے، لکھا کہ عمل اس لئے بنایا ہے، ایک سو سو سال سے جس کا واضح جواب میں ملتا ہے۔ اگر اس کے جواب میں اس خدائے کی طرف غلط کیا جاتے جو کبھی کبھی بدترین انداز میں بدترین انداز میں اس کے ذہن سے پہلے کہ اس طرح کی عقل تیسویں سے میں صاف لکھا ہے۔ اس سے کہہ سکتا ہوں کہ اس سچے آخوند قیامت کے عقول میں مثال ہیں۔ کاغذاتی انداز میں اس کی ہاں تو اس دقت ایسے لوگوں کے عقول میں ہیں جن کی بڑی اکثریت ہی کے ذہن سے بدعقلی کا انداز گرم ہے۔ پھر جو خیانت کی ذہن سے انصاف کا سبق، خود غرضی کی ذہن سے انصاف و خداوند گاہ کی ذہن سے نیکی کا دوسرا انسانی نظریات نے کب قبول کیا ہے کہ یہاں اس کے انداز ہونے کی توقع کی جاتے !

دفعہ اولیٰ پاکستان کی زندگی اس کے بعد اس کے اختتام کے لیے بڑی اہمیت رکھتا ہے کہ پاکستان میں منہ پر مشفق ہے نہیں کسی طرح جو اگر ایک سو بیسویں بنایا جائے، پھر اس دقت شدت کے ساتھ اہل انتشار نظر آجے، میں غلط ہے کہ کسی چیز کے منہ پر کبھی ہی اگر اہل انتشار پرستہ ہو تو اس کے وجود کا بڑا زبردست دشمن ہوتا ہے اس کے خلاف اسے وجود میں پانگائی کا ڈھائی سو سن رکھتا ہے کہ اس کی اپنی تعمیر میں غلامی کی صورت ضرور ہے۔ چنانچہ اگر یہ دقت ہے کہ اس کے وجود میں اس کا خدا رکھتا ہو کہ پاکستان کے ترکیب میں اس میں دقت کے بعد ہے کہ انتشار پانگائی کے کائنات، اس کے ہاتھ میں اور کہ اس میں کوڑا سے اس کی ہرگز نہیں، تو میں سمجھتا ہوں کہ اسے خدا کا تمام دیکھیں ہر بد بدنی دیکھ ہی میں ایک خوراک دشمن ہو جاتا ہے جسے کہہ سکتے ہیں کہ اسے اپنے آپ کو منہ نہیں لکھ سکتے۔

پاکستان میں منہ پر مشفق ہے اس میں توئی غرضیں اس وقت باطل نمایاں ہیں۔

اپنی غرض، ہر چیز، ہر طریقہ ہر چیز کے دیکھیں ہے۔ جاری باکری میں ہر چیز کی تعداد اس وقت، دیکھتے ہوئے ہر چیز کی تعداد دیکھنا ضروری ہے، کیونکہ ہندوؤں کے ہر

حق سے سب سے پہلے ان کے لئے ہے۔ یہی مشرقی پاکستان کے لوگوں کا حق ہے۔ مشرقی پاکستان کی طرف سے اردو کی ہندوستان کے لوگ مغربی پاکستان کی روئے شیعہ میں تھے۔ یہی مغرب ہادی ہندی کا ایک مشتق ہے۔ وہ خود کے لئے خود کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ یہی خود سب سے ایسے ہیں جو نئے اور پرستہ ملک کوئی کر لیتے تو ہٹے سے ایک ہے۔ یہی ایک زبان، تہذیب، معاشرت اور عادات و عوائل کے تمدنی حقائق ہیں جو ہر حال پاکستان کے ایک حصہ میں مانے تو ہی کہتے ہیں۔ مگر ان پر غیر مسلمی عنصر میں چیز کے کرنا ہے۔ یہ ہے کہ ہمارے اور غیر ہمارے دونوں میں باہمیہ کے تعلقات اور انسانی خود مختاریاں کا فرق ہے۔ یہ چیزیں ہر ملک کی خودی عناصر کو چاند ہی ہے۔ ان کو مختلف صورتوں کی شکل میں منظم کر دی ہے۔ ان کے درمیان خودی کی صورتیں پیدا کر دی ہے۔ ہندوؤں کی طرف کے تنگ نظر اور خود مختاریاں مسلمانوں کو باہم ملنے ہیں۔

دوسری تقریبی جہزانی نسلی اور لسانی ہے۔ پاکستان قبل از بد ایکسے خطوں پر مشتمل ہے جن کے درمیان ایک جہزانی میل سے زیادہ کا فاصلہ ہے۔ پھر یہ خطے ہیں اپنی اپنی جگہ اردو کی وحدت نہیں دیکھتے بلکہ مختلف درجے کے رقبہ ہیں اور ہر جزو دوسرے جزو کے خلاف تعصب دیکھتا ہے۔ اس دولت و حقیقت ہر ایک قوم نہیں ہے۔ اپنی مختلف قومیں ہیں جو مسز می طور پر ایک سیاسی وحدت میں منسلک ہو گئی ہیں۔ زمینیں، حدود، ابروی، پٹھان، پنجابی اور بلوچ۔ ان میں سے ہر ایک قوم کے اندر علیحدگی کا رجحان شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے اور بعض حالات

نہ ۱۹۵۰ میں بلوچوں کے ساتھ اپنے لئے مسلمانوں کی تعداد ۶۹۹،۰۰۰ تھی۔ اس کی حدود قدرتی یا تعداد کا کوئی سرچ لگتی۔ ۱۹۵۱ کی مردم شماری کی رو سے، ان کا مسلمان زیادہ تر یہودی سے مشرقی پاکستان میں رہنا چاہتے ہیں۔ (جید)

یہ مشرقی پاکستان میں وحدت ہمارے بلکہ تمام غیر ملکی مسلمانوں کے ساتھ خود مسلمانوں نے ان کو سو کیا جو ملے گی۔ وہ ملے گی اس غم سے بھی بدی ہو گیا۔ ہندوستان میں ہندوؤں کے مسلمانوں کے ساتھ ایک اتحاد (جید)

گروہ اس کو خودی ترک کرنے کی ہجج جو چھپا کر ہے میں لے

تیسری غلطی معاشی ہے۔ دیر اور غریب اور غنہ دار کو لاشتمال اور غرور اور سرج دار
بڑی تنخواہیں دینے والے افسرانہ چھوٹے اہل کار یہ مختلف گروہ ہیں لیکن معاشی کے اعتبار سے
انے ایک دوسرے سے بھلائی ہے۔ ان کے درمیان اخوات اور ہندی کا تعلق نہیں ہے بلکہ
مسلم اور بعض کا تعلق ہے۔ یہ ایک دوسرے کے دینی اور ملی و عمرانی ہیں بلکہ جو یہی و متعلق
ہیں۔ ان کی کشمکش میں مذہب و زبان و قومیت ہے۔ ہر ایک ایک گروہ ہے اور وہ ہے جو کا مستقل
تعلق ہی ہے کہ ان میں ایک سے کہنے کا خیال قابل ہے اور جن صورت ہے کہ ان کو اہم قرار
دیا جاتے ہیں

سوال ہے کہ مختلف فرقے ہیں، ہر ہادی قوم ہندی است کو پاں پاؤں کر دینے پر تکی ہوئی ہیں
جو کہ خود نام دینے کے لیے گہرے داخلی اسباب بھی موجود ہیں اور جن میں بڑا کٹھن کے لیے خارجی
عوامل کی بھی کمی نہیں ہے۔ ان کو کسی طرح سے ملانے کا سکتی ہیں یا طاقت کے ذریعہ ان کو

۱۔ ترکیب پاکستان کے وقت مسلم قومیت اور مسلمان کی قومی وحدت کا تصور میں فرق ہو گیا تھا اس سے
یہ غلط فہمی و حق پرستی تھی کہ مختلف قومی، جنس و راسی اور لسانی عناصر ایک اسلامی قومیت میں جذب
ہو گئے ہیں اور جماعت کی یہ فرقے ہیں ان کے اعتقادات نہیں رہی ہیں۔ لیکن پاکستان بننے
کے بعد ہی ان فرقوں نے سرسبز و شاداب شروع کر دیا اور فرقہ پرستانوں نے ان کو جماعت کے اعتبار سے
کو ہند نے کام میں شروع کر دیا۔ مگر بزرگ گزشتہ ۱۰ سال میں پاکستان کے وحدت کو چاہے تھے
انہی کے ان عناصر کو ایک وحدت میں جذب کرنے کے لیے کچھ کر دیا، لیکن ان کے دلی فرقہ پرستانوں
کی اپنی وحدت افزائی کی۔ اس کا خیال ہے کہ ان کے مشرقی پاکستانی قومیت کو نگاہ ہی پر چکا
ہے۔ اور باقی ہندوستان میں بھی یہی قدر قریبی کے غور کو خیر نگاہ ہے۔ (۱۹۵۷ء)

۲۔ یہ فرقہ ۱۹۵۷ء میں پہلی کثرت ہے جو ہر ایک اسام کے ملک میں خود
موجود کی وحدت جنہ کی ہادی ہے جو علم و سائنس کو لگاتار ہی ترقیم کر کے ان کے عربی و اسلامی
ہنگامہ پاکستان پر رکھی ہوئی ہے۔ (۱۹۵۷ء)

وہاں راستگی پاس وحدت اور اس کے اس کو تزلزل نہ کرنا ایک سنگ ملکی ہے مگر یہ چیزوں کو بزرگ نہیں وحدت کو ہرگز پیدا نہیں کر سکتی جو راستگی خدا کی ترقی اور بیرونِ خلوت کے متجاوز میں اس کی تہذیب و انصاف کے لیے عزت دی ہے۔ پختہ ہوتے دل اور کھینچے ہوئے ہاتھ و تیر میں خدوں کو رکھتے ہیں اور وہ وحدت ہی میں دنیاوی امور میں ہی کرکڑستہ ہو سکتے ہیں۔ تو یہت کوئی چار بھی اس معاملہ میں ہے جس سے ہندوستان میں ہم اس کا تہجد کو کچھ بھی عزتی تصور اس کے مطابق تو یہت کی تبلیغ و تفسیر وہاں جتنی بڑھتی گئی اس نے ملک کی اہلی میں وحدت پیدا کرنے کے بجائے ہی تمام گرد ہوں میں اپنے اختیار دی دھڑکا احساس و نگاہ جو اپنے اندر یہت کے منہ سے نکلتے تھے۔ پھر ساری افواہوں کا تصادم تو یہ چیز ہے جس کے ذریعہ کافر باقی تو ہم کر لیں تو یہت بزرگ عالم ہوئی اور یہی ہے۔ اب ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ ہماری موجود قیامت کے پاس اس مسئلہ کا کیا حل ہے اور کہاں کہاں اس سے عہدہ لیا ہوئے کی اہلیت کہتی ہے؟

کوئی غرض یہ گمان نہ کرے کہ ہم کوں دوسرے مسائل کی یہت سے غافل ہیں جو اس وقت پاکستان کی ان تینہ سنگت کو متاثر ہیں۔ جو شہرہ آلی، منسوق، انتہائی، منافی اور غلط مسائل بھی ہیں مگر کافی اہم ہیں جس سے ہم اس سنگت کی پیدائش کے بعد دو چار ہوتے۔ کوئی نہیں کہتا کہ ان کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ نہ وہ ذاتی خدمت کا انکار کرتی ہیں نعمات ہے جو اس سلسلہ میں موجود قیامت کے اہم ہیں۔ لیکن جہاں تک ہم سمجھتے ہیں مسلمانوں کی یہت تو ہی کے لیے اس وقت جبکہ بڑے سنگت ہی تین ہیں جن کا ذکر ہم نے کیا ہے اور قیامت کا اصل ثلثہ امتوں یہ ہے کہ وہ انہیں یکجا طور پر ہی کر کے کی اہلیت، مگر یہ اور اخلاقی حیثیت سے کہاں کہاں اپنے اندر کہتی ہے۔

(ترجمان القرآن، اگست ۱۹۶۰ء)

کیا پاکستان کو ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے ؟

پاکستان کے قائم ہونے پر انٹرنیشنل مشورہ گاہ کی انٹرنیشنل مکتبہ
 ایک سو سی مکتبہ جتنے میں پاکستان اور تمام مکتبہ پیش ہیں۔ اس میں
 غرض کہ یہ وہی مذہم کے جانے گئے تھے کہ اس کو ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے۔
 اس کا اندازہ اس مکتبہ پر مکتبہ جو ۱۹۴۷ء کو ریڈیو پاکستان ہوا ہے
 نشر فرمایا تھا۔ اس مکتبہ میں مکتبہ کی حیثیت سے دیکھ لیں صاحب بول رہے
 تھے اور یہی مکتبہ سے تیار ہوا تھا (سورہ دی)

۱۔ اس مکتبہ کو شروع کرنے سے پہلے مکتبہ ہاں میں خود ہی ہے کہ ایک مذہبی میں مذہبی
 ریاست کا کیا تصور ہے ؟

۲۔ ظاہر ہے کہ ایک مکتبہ جب مذہب کے اصولوں کے تحت اس کے ذریعے میں اسلامی
 مذہب کا نہیں جب کہ ہر مذہب کو پاکستان میں ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے تو اس
 سے میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک مذہبی ریاست ہونا چاہیے، یعنی پاکستان
 ریاست جو مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ، مکتبہ
 ان مکتبہ پر قائم ہو جو مذہم نے ہم کو دینے ہیں۔

۳۔ آپ نے مذہبی ریاست کا یہ تصور بیان کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس

بہت کامیابی آتی ہے یہی ریاضات کے ایک خصوصی طبقے کے ہاتھوں ہرگز ناممکن
 طبقہ کامیابی ہرگز نہ سیاسی اور اقتصادی امور کے بارے میں اسوی نقطہ نظر سے
 تحقیق و تفتیش کرے۔ یہی مادی قوانین وضع کرے اور شرعی احکامات کی بنیاد پر سیاسی
 امور کو چلے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس طبقے کی پشت پناہ کون ہوگی؟
 گے؟ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ اقتصادی طاقت ہمدی ساری مختلف طبقوں میں
 منقسم ہے۔ برقیق اس کشش میں ہے کہ اپنے تمامہ کے حصول کے لیے ہمیں جواز
 قائل کرے اور مذہبی اصولوں کو استعمال میں لائے۔ یہی ریاضات اس بھٹائی کشش
 سے بے نیاز اور غیر متعلق نہیں رہ سکتے۔ ان کے لیے لازم ہے کہ انہوں کو ان مادی طاقتوں
 کا سامنا کرنا پڑے کہ سرے دار اور جاگیر دار طبقے سے وابستہ کریں۔ اس صورت
 میں قرآنی اصولوں کی جرحی تفسیر پیش کی جائے گی وہ ان کے سیاسی دکھان کی تائید دار
 ہوگی۔ مختلف سیاسی جماعتوں کے دھندلے منصوبوں میں اہم ترین مسئلہ پر مشدد
 کریں اختلاف رائے پیدا ہو جائے گا۔ اقتصادی کشش ایک اقتصادی تنظیم اور بحث
 کی صورت اختیار کرے گی۔ اور مسائل میں کا حساب ملے اور ملے اس وقت اس
 ضروری ہے جن کے ان دھندلے کے دھندلے رہ جائیں گے۔

جو اب اس بھٹائی کشش کی طرف اپنا شاندار فوج ہے جس سے اصل پیدا ہی اس لیے
 ہوتی ہے کہ انہوں سے غیر سیاسی اثرات کے تحت رہتے رہتے ہمارا معاشرہ
 اخلاق کی ان مادیات سے اور اخلاقیات کے ان اصولوں سے محروم ہو گیا ہے جو اسلام نے
 ہم کو دیتے تھے۔ جس سے پاکستانی نے دنیا کے دوسرے معاشروں کو طبقات میں
 تقسیم کیا انسان کے اندر اخلاقی و معاشراتی نظام پیدا کیا، وہی بدقسمتی سے اب ہمارے
 معاشرے کو جھاڑنے اور ہم کو روپیختی دیکھیں دے رہی ہے۔ یہی ایک بھٹائی
 کشش کے ہر نہایت بھٹائی جگہ ہے جس سے گے ہوتے نام ایک دھندلے ہی نہیں ہے۔
 اب ہم جس کے لیے تیار نہیں ہیں کہ اپنے آپ کو ان بھٹائی نظریوں کے دھندلے کو جس سے
 ایک دھندلے جگہ۔ بھٹائی جگہ۔ دھندلے دھندلے اس وقت تک

اختلاف یا عدم اتحاف نہ ہوتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مروجہ اقتصادی نظم و اس میں
ہر جن اصول کی اہمیت نہیں ہے۔ غریب و غلام اس مسئلے کی پیروی نہ کر سکتے ہیں۔
تو دیکھتے ہیں۔ یہی مشن سرحدی اور جنگ۔

۲۔ یہ خیال میں کہ آپ ذکر فرماتے ہیں کہ اس جگہ پر یہ بات ہے کہ ان کے اختلاف اس
کی بنا پر کہ چونکہ مروجہ اس کے اختلاف سے بچے جاتے ہیں۔ لیکن یہ غریب و غلام جو
کھوکھلے سے پیدا ہوتا ہے۔ اس میں اس سے کہ وہ اپنے اپنے طریق کے لیے تعاون نہیں
کرتے۔ نہ صرف کہ اپنے حق میں بلکہ ہر وہی کو تعاون کرنے کے لیے تعاون کی شکل میں
اختلاف کرتے ہیں۔ میں اس خیال سے کہ کوئی چیز یا مکان ہے تو وہ مروجہ کہ عام
مسئلوں میں اس کا شعور اس کی ذاتی پیروی کا وہ مروجہ ہے۔ یہ چیزیں ہیں جو
ہرگز تو وہ اس کی قیادت کی تیسرے سے اپنے اندر سے اپنی طرف کو متوجہ کریں گے
جو قیادت و منت کے حق اختلاف ہی نہ جانتے ہیں بلکہ ان کی اس کو کہہ گئے ہیں۔

۳۔ شریعت کے ضریب اور شارحین میں سب سے مختلفات کے خلاف اختلاف ہی
اختلافات ہیں۔ ان کے بارے میں آپ کا خیال ہے کہ کیا آپ کی نظر میں یہ اختلافات
مستقبل کے سب سے اور سماجی نظام کا تصور قائم کرنے میں رکاوٹ بنائیں گے؟

۴۔ ان اختلافات کی غرض یہ ہے کہ ہر مروجہ و دوسرے اختلافات کی ہے اور ان میں
بھی ہم اسی طرح عمل کر سکتے ہیں جس طرح دوسرے اختلافات کو حل کیا کرتے ہیں۔ کوئی
سماج و مروجہ پر مشتمل ہر وہی نہیں ہو سکتا جس میں زندگی کے مختلف مسائل کے متعلق
مختلف نظریے درپے درپے جاتے ہیں۔ لیکن ان اختلافات کو کہیں بھی اس کا کوئی بننے
کی مہلت نہیں دی جاتی کہ وہ زندگی کی گڑی کو گنگے پھٹے ہی نہیں۔ اختلافات کو حل
کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ یہ استقامت اس نقطہ نظر کے مطابق چلے جائے
جس کا اکثریت قبول کرتی ہو اور عمل متفقہ ہو۔ ان کے نقطہ نظر کی زیادہ سے زیادہ
اتنی رعایت کی جائے جس کی عمل میں الجھناؤ ہو۔ نیز اہمیت کی حیثیت سے ان کے
حق کی استعداد متفقہ کر دیا جائے۔ ہم لکھنا کریں گے کہ پاکستان کی پاسداری

کے اور سب سے تری اموروں پر قائم ہو رہی ہے مسلمانوں کے دینیوں کی زیادہ سے زیادہ اتفاق پایا جاتا ہے۔ ہم کچھ ایسے لوگوں کو کہتے ہیں جو ان سب سے تری اموروں میں بھی اکثریت کے ساتھ متفق نہیں۔ اس صورت میں ہم کو یہی چھوڑی مسودہ اختیار کرنا پڑے گا جس کا کوئی میں ذکر کر چکا ہوں۔ حدیث باطل ایک عجیب بات ہوگی کہ ہم سب غیر مسلم ہیں یہاں اتفاق کریں کہ اسلام پر ہم متفق نہ ہو سکتے۔

۱۔ مسلمانوں کے ہندوئی اختلافات کے علاوہ یہاں است پاکستان میں اقلیتوں کا مسئلہ بھی بہت بڑا ہے۔ آپ اس طرح ان کو اس بات پر مدد کر سکتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کی مذہبی سیاست کا قیام کر دے اور ان کے مفادات میں بہتری لائے۔

۲۔ اس گلی کا کوئی بھی دہی ہے وہ مسلمانوں کے ہندوئی اختلافات کا ہے۔ چھوڑی طریقہ پر ایک ملک کا نظام انہی اموروں کے مطابق بننا اور چلنا ہے جو اکثریت کی راستہ میں چلے ہیں۔ اجمیت یہ مطالبہ ضرور کر سکتی ہے کہ اس کے نقطہ نظر پر بھی غور کیا جائے۔ نیز یہ کہ اس کے حق پر شہریت اور اس کے پرسنل کو کو غور کیا جائے۔ لیکن اس سے اجماع نہ ہو۔ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ اکثریت اس کی اصلاح میں راستہ بدل دے۔ اس ملک کی اکثریت پاکستانی کے ساتھ یہاں رہا ہے کہ اس کے اسلام کے اموروں کی پیروی میں پاکستان کے باشندوں کی تعداد ہے۔ اس کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ ملک کا نظام اس کی پس منظر کے مطابق بنے۔ اجمیت اس سے اپنے حق کا تحفظ مانگ سکتی ہے، مگر یہ کہنے کو اسے حق نہیں ہے کہ اکثریت اسلام کے بہتے کچھ دوسرے اموروں میں اپنی توجہ کا مشن کرے۔ یہاں مذہبی کا سوال تو حقیقت یہ ہے کہ ہندوئی کا حق کسی سیاست کے خلاف ہی یا غیر مذہبی ہونے سے نہیں ہے بلکہ اس شخصیات، شرائط اور ایذا کوئی پر ضرورت ہو کہ وہ ان کے حقوق سے اجمیت کے ساتھ برائی جائے۔ آپ اجمیت کو اس میں یہ کاروبار سے متعلق نہیں کر سکتے کہ کچھ ہم نے قبولی کے طریقے مذہب کو چھوڑ دیا اور ایک غیر مذہبی سیاست بنال۔ اجمیت تو یہ دیکھ لی کہ آپ اس کے ساتھ غصہ کر رہے ہیں یا نہیں؟ آپ کا بہت بڑا غصہ وہ ملک میں رہتا ہے یہ وہاں ہی رہنا چاہیے۔ یہی تو یہ وہاں ہی رہنا چاہیے کہ اجمیت کو

غلطی پر اپنی غلطی کی تقریریں کیا سناؤں اس کی طاقتوں اور اس کے فرائض سے کوئی مدد
 نہیں پہنچے تھے، بلکہ وہ مختلف مسائل و تصانیف کا پورا اندازہ اپنے اندر رکھتے ہیں
 ایک دوسری طرف دیکھنے سے بدواً حق اور برحقہاں کے ساتھ ساتھ ان کے اندر اس قدر دلچسپی
 کے ساتھ جھڑ جھڑ کر رہتے تھے۔ یہ وہی وہی شخصیت تھی جو اس وقت کے ہندوؤں کا
 ہے اس کے بعد ہندوؤں کے سامنے یہ سوال پیدا ہو گیا ہے کہ کیا یہ ہندو ہی قوی رہا ہے
 اس کی زندگی کی تقریریں یہ سن کر اس کی ہر ایک جگہ سے حق ہو رہا ہے؛ یا وہ طرز عمل اختیار کیا
 جو اس کے خلاف غیر متفقہ بن کر رہا ہے؛ یا یہی وہی وہی ہے جو اس کے خلاف عمل کر رہا ہے کہ
 ہیں جو اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں۔ بلکہ اس کی ہر ایک جگہ سے حق ہو رہا ہے اس کی تقریر
 لکھی کہ وہاں اس وقت کے ہندوؤں کا نظام زیرِ تسلیم ہے اس لیے ہم چاہتے
 ہیں کہ اس میں یہ سب ہی جتنے ہو سکیں زندگی کی ہر ایک جگہ سے حق ہو رہا ہے اس کی تقریر
 پر اپنی تقریر سے کہ وہ اس وقت کے ہندوؤں کو استعمال کے پاکستان کے ہندوؤں کی تقریر
 اور اخلاق و نظام و دیگر امور سے متعلق ہو جائے گا۔ ہر جس نسبت سے ہندوؤں کا
 بدنا جائے گا اسی نسبت سے ہندوؤں سے بھی ایک مکمل اسلامی دنیا بنتی ہی
 جائے گی۔

(ترجمان القرآن - جون ۱۹۷۷ء - بشکریہ دہلی پاکستان)

پاکستان میں اسلامی قانون کیوں نہیں نافذ ہو سکتا؟

یہ تفسیر ۱۶ جون ۱۹۷۷ء کو لاہور میں کی گئی تھی
 (قائم پاکستان کے بعد یہ ضرورت پیش کرنے کے طور پر کر دیئے گئے تھے
 بلکہ لوگوں کے ذہن پر اس اسلامی قانون نافذ کرنے میں آئے تھے اس توجہ
 میں اپنی حد تک جواب دیا گیا ہے)

اس کی اس حکم میں — غیر مسلموں کے غیر مسلموں کے لئے حکم میں —
 اگر وہی قانون کے بعد کرنے کا اصولی اٹھائے تو اس وقت کی ایک ہی چیز ہوتی ہے جس
 سے آدمی کو باقیہ پیش کرتا ہے کیا صدیق بلکہ ان قانون جیسے نہ لے کر سوائے اور اسٹیٹ کی
 ضرورت کے لیے کافی ہو سکتا ہے بلکہ ایک خاص زمانے کے قانون کی پیشہ کے لیے قابل عمل سمجھا
 طاقت میں ہے بلکہ اس بہت بڑی اور حاکمانہ عدالت کے برعکس کے حلیہ میں اس کی
 جائزگی بلکہ جاری مشورہ میں جب ہر غلام بالائی لگے اور اس میں حکم میں مسلمانوں کے اس فرقہ
 نظریہ جاری ہوگی؟ ہر چیز میں یہی ہے کہ اس کے اندر ہر حال کے اس قانون کا نظریہ قانون
 اس پر تسلط کر دیا جاتا ہے یہ اس لیے ہی ہے کہ اس میں ہر حال میں ہر قانون کے شروع ہوتے
 ہیں اور یہ ہر غیر مسلموں کی زبان سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے اپنے اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کی زبان
 سے ادا ہوتی ہے۔

یہ دیکھ کر کہ پاکستان میں یہ ہے چنانچہ ہر قانون میں اس وقت کے بارے میں قانونی تقاضا اور (بالا میں) ہوگا

یہی گنتیوں کی ایک نئی پڑی اسلامی شریعت ضرور ہر جگہ ادا کیے بغیر اپنی حکومت کے نظام میں مسلمانوں کے لیے جس میں ان کا پر عمل و اسلامی رہنے والا گیا ہے۔ یہی مسلمانوں کی اپنی حکومت میں ان کی حکومت وہ مذہبی حقوق عطا ہونے میں جو اسلامی حکومتوں میں کسی دنیوی حکومت جانتے تھے۔ ان میں جو ملک تمام تھے ان میں بھی تمام جہیز کی امانوں اور سیاسی حکومتوں کے علاوہ ایسی

اسلامی شریعت کی ترجیح کا حصول جب تک ہندوستان میں ضروری ہوتا ہے اور انگریزی تسلط کے بعد یہی ایک بہت تک شریعت پر حکومتوں کی شریعت حاصل تھی۔ چنانچہ اس ملک میں جس پر ان کو لایا گیا اور ان کی حکومت انگریزی حکومت کے ہندو کی اسلامی قوانین اور صورت قوانین سے ہندو شریعت ایک یہاں ملک کی بیرونی مادی کے واسطے پہنچنے پہنچنے پڑی شریعت ضرور ہر جگہ ادا کیے بغیر اس صورت و حق مسلمانی کے پر عمل و شریعت سے ان کے ہندو والے اور ان کے حقوق و حقوق مسائل کے متعلق خود ہر جگہ نقلی قدم پر ہندو ملک کی پہلی پڑی میں مسلمانوں کی اپنی حکومت تمام تھی۔ ہندوستان کی تمام اسلامی دانتوں کے دفتر دستا پہنچنے پر ایک ہندو اور ان کی ہندو کے لئے پہلے اعلان کیا اور شریعت کو صورت پر عمل و ملک خود کرنا۔ ہندو حکومت نے ہندو میں اپنے ہندو کے قانونی نظام کو اپنا کر ان کے مطابق بدل دیا اور ان کے مطابق اسلامیت و غیرہ کے مسائل کا انہیں کے دائرہ اختیار میں چھوڑا۔ اس کے بعد بیرونی مادی میں اب ان کو ان کے لئے ایک قدم اگے بڑھایا۔ انہوں نے حالت حالت اعلیٰ کیا کہ ان کی حکومتیں ہندو کی حکومتیں ہیں۔ اور صورت اس کے ہیں کہ ان کے لئے ان کی قوانین اعلیٰ، مرکز و ریاست، فرانسس اور جرمنی کے قانون پر عمل ہے۔ بلکہ مسلمانوں کے پر عمل و ہیں وہ ان کی حکومت کرنا ہیں۔ ان کی برائت کوئی غیر مسلم حکومت میں ذکر کی گئی۔ چنانچہ انہیں یہی تمام اکتاج کرتے فرما مندرجہ ظہور کیا، ان کے میں خلاف، مطلق اسلامیت کے متعلق قرآن کے ہر ایک احکام تک تبدیلی کرنا اس لئے تھے۔ اب صرف افغانستان میں ہندو کی عرب وہی ملک دنیا میں ایسے دے گئے ہیں جہاں شریعت کو ان کی شریعت حاصل ہے، اگرچہ شریعت کی کچھ وہاں سے بھی غائب ہے۔

قسم کے لوگ بتے، اور آزادی کی طرف سے اور مقدم میں بڑھا اس منزل کی طرف بڑھا جس پر دوسری
 آزاد قریں پہنچی ہوئی تھیں۔ اب اگر وہ لوگ تھے، مسعودی قانونی اور اسلامی دستور کے لحاظ
 کا مطالعہ کیا ہوتا تو وہ پہلے سے مرید ہیں کہ اسے نہیں بددیتیں۔ لیکن نگار اس چیز کی جستجو
 سے متاثر نہیں ہیں جس کے قیام و نفاذ کا اس سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔ جو تعلیم اسلام ہی کی تربیت
 انہوں نے پائی ہے۔ وہ نہیں اسلامی قانون کی تدبیر و ترویج سے اپنی نیت سے ہاتھ پکڑتے ہیں کہ اس
 کی حالت ان کے لیے اسی نہیں رہے۔ اور اسلامی دین کی بنیادوں میں دینی تعلیم کا انتظام نہیں ہوتا ہے۔
 وہ اس دولت کا سرمایہ صوری کے لیے ہمارے پریمی صوری کے ہونے کا تبادلہ کرنے میں مشغول ہے۔
 اس لیے کوئی ایسا گناہ بھی موجود نہیں ہے جو ان کی مذہبی مذہب کو چاروں اسلامی دینوں سے متعلق ہو۔
 ایک جدید دست کا نظام جائز ہے۔

یہ واقعی ایک سخت پیچیدگی ہے جس نے تمام مسلم ممالک میں اسلامی قانونی دستور کے خلاف
 کا متعلق بن گیا ہے۔ مگر ہمارا سامنا دوسرے مسائل کو بھی شامل ہے۔ ہم اس بڑے عظیم جہیز میں
 پہلے اس سے اس واقعہ پر غور کرتے ہیں کہ ہم اپنی مستقل تہذیب، ممالک، فلسفہ، زندگی اور
 عنصر میں اپنی حیثیت کتنے ہیں، ہمارے لیے مسلم و غیر مسلم ایک ہی حق، آزیت، قانونی اور بل ہے
 جس کا نظام زندگی قائم ہمارے آئین و عادت سے مختلف ہوگا، ہیں ایک ممالک، فلسفہ، دین، مذہب
 ہے جس میں ہم اپنے آئین پر زندگی کا نظام بنانا چاہیں گے۔ ایک لڑائی اور انقلاب کشش کے بعد
 ہمارے ہیں ممالک، زمین کی ایک ہے جس کا ہم مطالبہ کرتے تھے۔ اور اس کی قیمت میں ہم کو ان
 مسلمانوں کی جان و مال اور آزادی پر پڑی ہے۔ یہ سب کچھ ہم نے اپنے لیے بنایا
 اپنی حیثیت ہی نافذ کیا جس کے لیے ہمارے پاس ملی کر اور اپنی ہماری قیمت اور ان کے فخر کو
 حاصل کیا گیا ہے تو ہم سے بڑھ کر نہیں مل سکتی تھی۔ اور اسلامی دستور کے بہت سے جہیز دینی و دنیوی
 دستور اور اسلامی قانون کی جگہ عنصر میں ایک ہندو عقائد اور دینی ہی ہماری کرنا تھا تو انہیں ہندوئی
 کیا بڑا تھا کہ ہندوئی جگہوں سے یہ پاکستان دیا جاتا؟ اور اگر ہمارا مقصد ان کی بدگامی، نافذ
 کرنا تھا تو یہ کچھ غیر بھی ہندوستانی کی سرکشت یا کیونٹس پائی کے متعلق کرنا تھا یہ ہندوستانی تھا۔
 اس کے لیے ہی کوئی ضرورت تھی کہ وہ خود اپنی ہندوستانی اور اپنی قیمت پر پاکستان حاصل کرے

کی حالت کی بات۔ دراصل ہم ایک قوم کی حیثیت سے اپنے آپ کو خدا اور خلق اور دنیا کے ساتھ اپنی
 اس کی غلطی کے لیے ذمہ دار بن کر کھڑے ہیں۔ ہمارے لیے اب اپنے دل سے ہر غلطی نہیں ہٹا ہے۔
 لہذا ہمارے دوسری اسلامی قریب کے کئی ہیں۔ میں ہر حال میں ہمارے پیسے گرنے کی گارنٹی پر لگا
 جو اس کام کی دہریں مائل ہیں۔

یہ تمام اسلامی قانون کے خلاف کی غلطیوں کا تسلسل ہے اس لیے کہ اس کے خلاف کرنے کی غرض
 کی یہ کہتی ہیں۔ اس میں سے کوئی بھی اس کی شکل نہیں ہے۔ اس کی شکل مروج ہے کہ وہ اس کی
 ٹھوس صورت اس کام کے لیے دیکھ ہے۔ بہت سے غلطیوں نہیں ہیں۔ اس کے عدم اطمینان کی وجہ
 اس کی عدم واقفیت ہے۔ اس میں کچھ کچھ ہر کام کے ساتھ ہے۔ وہی ہے کہ انہیں واضح طریقہ
 پر ہے یا ہمارے کہ اس کی قانون کی چیز کا نام ہے۔ اس کی حیثیت کیا ہے۔ اس کا مقصد اس
 کے اصول، اس کی اہمیت اور اس کا مزاج کیا ہے۔ اس میں کیا چیز غلطی اور مشغول ہے اس کے
 ایسا کرنے کا قانون کیا ہے۔ اس میں کوئی بھی چیز اس کا تسلسل ہے۔ اس کے خلاف اس کی صورت
 قدر میں ہمارے برصغیر میں ترقی یافتہ ممالک کو لے کر سکتے ہیں۔ اس کے احکام کی صورت پر مبنی
 ہیں اس کی غلطیوں کی کیا اہمیت ہے۔ اس کے احکام کے تسلسل ہر وقت و گرنے میں یہی ہے۔
 ہیں۔ اگرچہ ہمیں صحیح طریقہ پر ہر جگہ ترقی نہیں ہے کہ ہمارے ہر جگہ اس کے خلاف اس کی ترقی
 مطلق ہر جگہ ہیں۔ اس کی غلطیوں میں ہمارے ترقیوں کا دوران مقرر ہے کہ ہمارے اسلامی
 قانون کے خلاف کو غلطیوں کا تسلسل ہے۔

یہی تمام کی تفسیر اس تمام کے لیے ہے۔

قانون اور نظام زندگی کا باہمی تسلسل

قانون کے خلاف عدم میں چیز کو تفسیر کرتے ہیں۔ دراصل اس سوال کا جواب ہے کہ
 انسانی طریقہ عمل، انسانی زندگی اور انسانی زندگی کا کیا ہونا چاہیے۔ اس سوال کا دائرہ اس میں
 ہے بہت وسیع ہے۔ اس میں قانون اس کا جواب دیتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے
 ہونا چاہیے۔ اس سوال سے ہر جگہ اس کا ہے اس کے لیے شہر جہاں ہے اس کے خلاف
 عزائم کے خلاف ہر جگہ ہیں۔ اس کی ایک بار ہر جگہ اس کے خلاف ترقی میں شامل

ہوتا ہے اور اسی کے مطابق ہم اپنے افراد کی بیروت و کاروبار کی حالت کے لیے لکھنا شروع کرتے ہیں۔ ان کی ایک دوسرا مجموعہ ہر سے معاشرتی نظام میں داخل ہوتا ہے اور اُن کے لحاظ سے ہم اپنی معاشرت میں مختلف قسم کے فنی تعلقات کو منضبط کرتے ہیں۔ ان کا ایک تیسرا مجموعہ ہر سے معاشرتی نظام میں جگہ پاتا ہے اور اس کی بدولت میں ہم دولت اور اس کی یہی آتش اور اس کی تقسیم اور اس کے جہد اور اس پر لوگوں کے حقوق کا احاطہ کرتے ہیں۔ غرض یہی طریقہ اور عبادت کے یہ حصے اور جو بن جاتے ہیں جو ہماری زندگی کے مختلف شعبوں کی شکل اور ان کے فروغ و اصل میں کرتے ہیں۔ اور قانون ان بہت سے مجموعوں میں سے صرف ان جو اپنا پر مشتمل ہوتا ہے جس کو نافذ کرنے کے لیے سیاسی اقتدار متحمل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص کسی قانون کو کھنچتا ہے تو کافی نہیں ہے کہ وہ اپنی تحقیقات کو صرف اسی دائرے تک محدود رکھے جس میں قانون نے اس پر پابندی ہے۔ اس کے سوال کا جواب دینا ہے، بلکہ اسے معاشرتی ان پر ہی تسلیم کر لینے کی لکھنا شروع کر دینا جس میں زندگی کے ہر شعبے کے حقوق اس سوال کا جواب دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ قانون اس تسلیم کا ایک جزو ہے اور اس بلکہ کے مزاج کو سمجھنا یا اس کے متعلق کوئی راستہ قائم کرنا نیز اس کے ملنے نہیں ہے کہ ان کی کو سمجھنا ہوتا ہے۔

نظام زندگی کی فکری اور اخلاقی بنیادیں

ہر زندگی کے ہر حصے میں دیکھا جاتا ہے کہ سوال کا جواب ہم دیتے ہیں وہ اصل ایک دوسرے سوال یعنی دیگر ہر پابندی کے جواب سے ملتا ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کو سمجھنا کہ کیا ہم پابندی کے حقوق کے کام جو اصل کی ضرورت پر مبنی ہوتے ہیں جو ہم نے انسانی زندگی اور اس کے غیر ضروری اس کے حق داخل اور صحیح نقطہ کے ہوتے ہیں تاثر یا اختیار کیا ہے، اور ان فلسفہ کی ذہنیات میں کہتے ہیں اس، اخذ یا ان اختیار کا بہت بڑا دخل، بلکہ اصل فیصلہ کن اثر ہوتا ہے جہاں سے ہم نے ان ضرورت کو اختیار کیا ہے۔ یہاں میں مختلف انسانی گروہوں کے قوانین کا مجموعہ اس دور سے ہے کہ انسانی زندگی کے حقوق کی ضرورت ایک نقطہ سے دیکھتے ہیں، بلکہ ان کے اختیار ایک دوسرے سے مختلف

اسلام کا فلسفہ زندگی

اس انتخاب کا اصل اصول فلسفہ زندگی کا جو نکل چکا ہے وہ یہ ہے کہ عظیم مقصد کائنات جو تیس مریخا ایک سو دس سوست نظام میں بکھری ہوئی اس ایک مقربہ قانون پر چلتی ہوئی نظر کر ہی ہے اور اصل ایک خدا کی فکر مست ہے۔ اس ہی اس کا قانون ہے، وہی اس کا ایک ہے۔ اور ہی اس کا خدا خدا ہے۔ یہ قرین میں یہ تم سمجھتے ہو اس کی جے وہاں سلطنت کے اقتدار صوبوں میں سے ایک چھوٹا صوبہ ہے اور یہ صوبہ ہی مرکزی اقتدار کی اس گرفت میں پدی طرح بکھرا ہوا ہے جس میں اس جہاں است وورد کا ہر حصہ بکھرا ہوا ہے۔ لیکن اس صوبہ میں خدا کی پیدا نشی درست (Born Subject) ہو۔ تم اپنے قانون آپ نہیں ہو بکھراں کی غلوں ہو۔ اپنے ہر حصہ کا آپ نہیں ہو بکھراں کے ہر حصہ ہو۔ اپنے ہی پر آپ نہیں ہو جے ہر بکھراں کے جوتے ہی ہے۔ اس لیے کہ اس نے ہی میں اپنی خود مختاری کا اگر کوئی ذمہ ہے تو نہ ایک خدا نہیں اور خود کے ایک دھوکے سے بڑھ کر کہ نہیں۔ اپنی زندگی کے ایک بہت بڑے حصے میں تو امریکا خود پر دست بردار اپنی ملکی کو خود ہانتے ہو اپنی ماں کے پرشوں میں اختلاقی عمل سے کر اپنی موت کی آخری ساعت تک تم خدا کے قانون ہی (Law of Nature) سے اس طرح بندے ہو کہ ایک انسان ایک اس کے حقوق نہیں ملے سکتے، اور کہانے اور فطرت کی قرین اور قانونی اس طرح مادی میں کہ تم جو کہہ سکتے ہو ان کے قصہ دہری کر سکتے ہو، ایک لمحہ کے لیے ہی تہہ داراں سے آواز ہو جاتا ملکی نہیں ہے۔ جب دیکھا جادی زندگی کا اختیار ہی صوبہ میں تم اپنے خدا خدا سے کی آزادی صوبہ کرتے ہو اس اپنی پس کے مطابق افزوری و اجتماعی عمل کہ جس انتخاب کو خدا کی طاقت ہانتے ہو وہ ظہر تیس اس سنگداری حاصل ہے۔ مگر یہ آزادی نہیں فرمادے کائنات کی حقیقت پر ملے سے خدا سے نہیں کر سکتی بلکہ ہر حق اختیار ہی ہے کہ ہر حق امتداد اختیار کر ہو پیدا نشی حقیقت پر ملے کی حقیقت تیس اختیار کر چاہیے۔ اور ہر خود مختاری و ممانعت کا اس اختیار کہ ہر اپنی ملکی حقیقت کا اعتبار سے تیس اختیار کر چاہیے۔

حق کا بنیادی تصور

یہاں سے حق کا سوال پیدا ہوتا ہے اور یہاں سے خود مختاری حق کا سوال ہے جو نام چھوٹے

ہے۔ جس نے مجرمی، مداخلت، کس جن کی مداخلت کے پیچھے پورا خدا ہوتا ہے۔ زندگی کی حقیقت اور جو
 نظریہ، الکتاب اور الرسول نے پیش کیا ہے اس کو بطور ایک سرور اقدس کے تسلیم کر لینے کے جیسے
 بات میرا طور پر حق قرار پاتا ہے کہ کداری اپنی زندگی کے اختیاری حق میں کسی خدا کی
 ملکیت (Sovereignty) تسلیم کرتے ہیں اس کی زندگی کے پسے بغیر اختیار دی گئے گا اور اس
 تمام کائنات کا جس میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ آپ صاحبِ عالم (Sovereign) ہے۔ جو
 چیز کو جو ہے حق ہے۔ یہ اس لیے بھی حق ہے کہ انسان میں تو قوتِ ادبی بھی ہوتی ہے۔ اس سے
 اپنے اختیار است کو استعمال کرتا ہے۔ خدا لا سمیتہ ہیں۔ اس لیے بھی حق ہے کہ خود پر اختیار است
 انسانی کے اپنے مصلحت میں نہیں ہیں بلکہ فطرت میں کردہ (Determined) ہیں۔ اس لیے بھی حق ہے
 کہ وہ چیزوں پر یہ اختیار است استعمال کیے جاتے ہیں نہ سببِ خدا کی ملکیت ہیں۔ اس لیے بھی حق ہے
 کہ کسی ملک میں استعمال کیے جاتے ہیں نہ خدا کا ملک ہے۔ اور اس لیے بھی حق ہے کہ فطرت کا
 اور یہ سببِ انسانی کی ہمدردی و ملاحظت (Harmony) کا تقاضا ہے کہ ہر زندگی کا اختیاری
 اور اختیار اختیاری، دونوں حقوں کا کام لے کر ستر خیر احکام ایک ہی ہر۔ وہی بد حقوں کے خدا تک
 اور ایک دوسرے کے حقوق پہنچے ہیں جیسے کہ یہاں خدا ہیں اور جو ہے ہر وجہ خدا ہر
 دہ ہے۔ ایک شخص کی زندگی میں تو اس چیز کا خدا خدا ہے یا جسے ہی ظاہر ہوتا ہے۔ اگر بڑی بڑی
 قوتوں کی زندگی میں اس کے ہاں اس قدر بڑے پیمانے پہنچتے ہیں کہ عقلی اور فطری اور خداوند
 سے مجرم ہوتا ہے۔

”اسلام“ اور ”شلم“ کے معنی

”الکتاب اور الرسول“ انسانی کے ہستی اس حق کو پیش کرتے ہیں اور اس کو دعوت
 دیتے ہیں کہ اس بات کو بغیر اپنی فطرت سے اس کو قبول کر لے۔ جو فطرت انسانی زندگی کے اس
 حق کا ساتھ ہے جس میں خدا نے انسان کو خود ہی اختیار دیا ہے اس لیے یہ بات کہ انسان اس
 حق میں خدا کو برا نہ کہنے، کسی بات سے نہیں خوار ہوا کرتی بلکہ خدا و رحمت تسلیم کر لیتی ہے۔
 جس کا اعلان بھی اس بیانِ واضح (Statement of Fact) ہے جو جانتے ہر الکتاب اور
 ”اورسول“ نے کائنات کی حقیقت کے تحقق دیا ہے اور جس کا بغیر بھی اس امر کی گواہی دے گا کہ اس

اور حقیقت کی موجودگی میں حق ہی بہت بڑا مطلق تجربہ کے طور پر اس سے نکلتا ہے اور اپنی مرضی سے
 اپنی آزادی و خود بخودی فعل کی مالیت کے لئے تسلیم (assumes) کر لے۔ اسی تسلیم کا نام
 "اسٹیمپ" ہے۔ اور یہی اسٹیمپ کہ فعل کی آزادی و مسلم ملکوتہ میں، یعنی ایسے ملک جنہوں نے فعل کی
 مالیت قبول کر لی، خود بخودی ہے اس کے حق میں دست برداری کرتے۔ اور اسی بات کو انہوں
 نے خود اپنے دیر و دم کر کے اپنی زندگی کا نفاذ کے حکام کے مطابق چھوٹی کر لیا۔
 مسلم سوسائٹی کی حقیقت

اس لیے ہم مانگتے ہیں کہ تمام اہل اسلام ایک صفت میں منسلک کیے جاتے ہیں۔
 اس کے بغیر نہ مسلم سوسائٹی کی تخلیق و تعمیر ہوتی ہے۔ سوسائٹی اہل سوسائٹیز کے مطابق
 عقائد ہے جو اتفاق و موافق کے تجربہ میں بنتی ہیں۔ اس کی تخلیق ایک آزادی اہل ہے جو اس
 ہے اور اس کی تنظیم ایک ایسے سہ سے (Common) کے طور پر ہوتی ہے جو اس کے
 عقائد کے طور پر ہی خود بخودی طور پر واقع ہوتا ہے۔ اس سہ سے میں ہندو، مسیح، عیسائی، سکھ، جیو،
 اور اسلام ہے۔ اس کی ہدایت ان کے لیے ہے کہ خود زندگی ہے۔ اس کے حکام ان کے لیے ہوتے ہیں
 اس میں ان کی مرضی کے لیے جسے خدا فرماتا ہے اور اس کی تنظیم کریں گے جسے خدا فرماتا ہے۔
 یہی خدا ہے جو خدا کا نام ہے اور خدا ہی ہے اس کے لیے آزادی کی اور اس کے لیے خدا
 کہیں کے ہوتے ہیں کہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اور یہ بات کہ ہے کہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 بلکہ اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اور اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے
 اور اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے اس کے لیے

اس سانچہ خدا کی بنیاد پر عجب ایک سو اتالی بیوقوف ہے نہ الکتبہ اور نہ مرامی لئے
 ایک خداوند کی دیتے ہیں جو شریف کہتا ہے اور سوائے خود اپنے ہی خدا کی وجہ سے
 یہ لازم ہوتا ہے کہ اپنے صاحب زندگی کو اس سلیم کے مطابق چہرے میں شریعت میں کوئی
 کی گئی ہے۔ یہ اختیار کسی شخص کی عقل یا عقلی فیوض پر مبنی ہے، اس کی طرف سے بات کو عقلی فہم
 نہیں کر سکتا کہ کسی اسم سوائے اپنے پیدا کی سہولت کے اور اسے بغیر شریعت کے سوائے کوئی اور
 خداوند کی اختیار کر سکتی ہے۔ یہ سہولت اختیار کرنے کے حق میں صواب، اور بغیر شریعت
 ہے اور اس کے فائدے ہیں وہ سوائے اسم کے یہ سہولت پر مبنی ہے۔ فدا کی کوئی شخص
 کو اپنی زندگی کے کسی سہولت میں شریعت کی غفلت سے کی کر سکتا اور پھر ہے۔ اس سے صواب، اور
 نہیں ہے۔ بلکہ عورت ایک نام اور کتاب پر ہے۔ اس کی ایک ہی سوائے کوئی اور کر سکتے
 کہ اسے کو شریعت اس کا اختیار صحت نہیں ہے، اور یہ کہ پانچ عذاب اور عذاب کر سکتی،
 یا کسی صورت اختیار کر سکتی، تو یہ نام ایک شیخ صواب، اور اس کے فائدے کوئی اور نہیں کر سکتی
 سوائے ہر نام، اور عقلی صحت ہے۔

شریعت کا مقصد اور اس کے اصول

ای بنیادی اصول کی تاریخ کے عذاب ہیں اس حکم کو کہنے کی لاشیں کی چھپتے ہوئی
 زندگی کے یہ شریعت کے تحریر ہے۔ اس فہم کے لیے یہ صواب ہر ایک کے اس کے
 مقصد اور اس کے بڑے بڑے اصولوں کا ہونا ہے۔

اس کا مقصد انسانی زندگی کے نظام کو صرف صحت و نظم کرنا اور مشکلات سے پاک کرنا ہے۔
 صورت سے اور ان خیالوں، غریبوں اور عیالوں کی زندگی کو فطرت پرست سے بھائی کا شریعت سے
 جانتی ہے۔ اور مشکلات سے روکا جائے گی، یہی کہ شریعت سے فطرت کا خبر لیا جاتا ہے۔
 اور یہ خدا میں صورت فطرت انسان سے رہا ہے۔ گھڑی پر ہے اور مشکلات اس کے
 فطرت ہے۔

وہ ہر سے ہے انہی چیزوں کو بھائی اور مرنے ہے جو خدا کی فطرت کے مطابق
 ہیں اور ان چیزوں کو بھائی اور مرنے ہے جو اس فطرت سے وابستہ نہیں ہیں۔ اس کی جو چیزیں

کی اصل ایک فہرست ہی جا کر ہوتے ہو اور کسی چیز پر کشف نہیں کرتی بلکہ زندگی کی یہی ایک کیمیا ہے
نقشہ پر ہوتا ہے کہ اس کی بنیادی صورت جہاں تک پہنچاؤ ہو اور مسروریت اس میں
پرمان پر ہو سکیں۔ اور ٹکڑا کر اس کی تعمیر میں مثال ہوتے سے مدد ملتا ہے اور انکسار زندگی
میں ان کے مدد سے وہاں انہیں پہنچنے کے مواقع باقی رہ جاتے دیکھتے جاتے۔

اس فرض کے لیے وہ صورت کے ماحول اسباب و سبب و نتائج کو بھی ایسا کر ہی
شکل کرتے ہیں جو صورت قائم ہو سکتے اور یہ وہی چیز ہو سکتے ہیں۔ اور ان مواقع کو ہلکانے استعمال
بھی کر رہا کرتے ہیں جو صورت کے قیام اور ترقی میں کوئی حود پر موقوف ہو سکتے ہیں۔ اس سلسلہ
میں صورت کے ماحول کے وسائل قیام و ترقی میں صورت شہر ہوتے ہیں اور ان کے مواقع ٹکڑا
کی فہرست میں شامل کر دیتے جاتے ہیں۔ یہی سلسلہ ٹکڑا کر کے ماحول ہے۔ اس ٹکڑا کر کے
ماحول چیز یہ بھی ٹکڑا کر رہا ہے کہ کسی ٹکڑا کر کے وقوع یا نشوونما کا اندازہ نہیں ہو سکتا
کے بعد سے نظام کو شریعت اس فرق پر مبنی ہے کہ ایک ایک صورت اپنی پہلی صورت میں
تائید ہے۔ زندگی کے تمام متعلق شہر میں اس کا اندازہ ہو اور شریعت سے اس کو قائم ہونے اور یہ وہی
ہو جس میں مدد سے وہ ہر وہ حادثہ اور کی جاتے ہو کسی طرح سے اس کی وہاں میں جاکر ہو سکتی
ہو۔ اس طرح ایک ایک ٹکڑا کر رہا ہے کہ زندگی سے نکلا جاتے۔ اس کی پہلی شکل اور نشوونما کے
اسباب و سبب ہیں۔ اور ہر صورت سے زندگی میں گھس سکتا ہے اس حالات بند کیا جاتے
اور اگر ملاحظہ ہی سے تو پھر شریعت کے ماحول سے مدد دیا جاتے۔

صورت سے کہ شریعت میں قسروں پر تسلیم کرتے ہے۔ ایک اور جب فرضی۔ اور سر سے
نقشہ بندی ملاحظہ۔ تیسرے ٹکڑا کر دیتی جاتی۔

(۱) فرضی دو اور جب وہ صورت میں جو مسلم سوسائٹی پر قائم کیے گئے ہیں۔ اس کے ضمن
شریعت صحت و صحت اور تعلیمی احکام دیتی ہے۔

(۲) مطلوب وہ صورت میں کہ شریعت چاہتی ہے یا پسند کرتی ہے کہ وہ سوسائٹی
میں قائم ہو جائے۔ ان میں سے بعض صورت ملاحظہ ہیں یا ان کی کیا گیا ہے اور بعض کا اشارہ
شرع کے احکامات سے نکلا ہے۔ جس کے قیام و نشوونما کا بعد درست کیا گیا ہے اور بعض

کی صورت متعارف کی گئی ہے تاکہ مواصلاتی حیثیت برقرار رہے اس کے علاوہ لوگ اس کی طرف غور تو فرمایا کریں۔

(۲) یہ ہے مباح ضروریات اور ضروریات کی لڑائی میں ہر وہ چیز داخل مباح ہے جس کی حاجت ملے گی اور اس ضرورت کی وجہ سے حاجت ضرورت دی نہیں جی جی کی اجازت کی تصریح ہر مباح کے ساتھ ہی ہیں صاف طور پر اختیار کیا گیا ہے، بلکہ ان کو اس پرست و بیخ پر ہونا ہے، اعلیٰ کر چند بیان کر رہے ہیں کہ ضروریات کو چھڑا کر دیا جائے سب کچھ مباح بن جائے۔ یہی بہت کا دانی و داند ہے جس میں شریعت نے ہم کو انارائی ملادی ہے، اور اسی دائرہ میں ہم کو اپنی ضرورتوں کے مطابق قوانین و ضوابط اور طریق کار خود کو لایا کر چلنے کے اختیارات حاصل ہیں۔

ضروریات کو شریعت میں مقررہ پر تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک عوام یعنی غنی، غریب، اور عورت و بچہ یعنی اہل بیت۔

عوام یہ ہے جس سے ہندو بنا اور اپنی انفرادی ذات کی زندگی کو اس سے پاک رکھنا ضروری ہے۔

اہل بیت یہ ہے کہ شریعت میں اس کے متعلق صاف صاف احکامات دیئے گئے ہیں۔

عورت و بچہ اس کے متعلق ضروری اس کو اس طرح پر راجح یا ناجائز نہ سمجھنے کی اجازت ملتا ہے جس سے باطنی سلام ہو جاتا ہے کہ اس میں کوئی نقصان نہیں ہے۔ یعنی اگر اس کو اس سے عوام کے قریب رہیں، اور بعض مباح کی ضرورت سے جڑے رہتے ہیں، اور پرست سے ان کے درمیانی واسطہ ہو جاتا ہے۔

یعنی اگر وہ کھانے اور پینے کے امور شریعت کے نظام میں ضروریات کیا گیا ہے اور بعض کو چند چیزیں تاکہ چھڑا دیا جائے تاکہ مواصلاتی ضرورت اس کے علاوہ ضروری کام متنبہ کریں۔

شریعت کی جہد گیری

ضرورت اور ضرورت کے متعلق یہ احکام ہادی و انوری اور اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مذہبی عبادات، انسانی کردار، حقوق اور عبادت، کھانا پینا، پہنا کرنا، نشست و برخاست، راست چریت، اخلاقی زندگی، سماجی تعلقات، سماجی مناسبات، ملکی انتظام، شہریت کے حقوق و واجبات، تمام اہل انعام، حکومت کے طریقے، صلح و جنگ اور دوسری امور کے ساتھ تعلقات، غرض زندگی کو اپنی مشابہت میں رہا نہیں گیا ہے جس کے متعلق شریعت

نظم پر نیکو اور بدی کے طریقے، اجتماعی زندگی کے راستے، ادب پاک و اچانک کے اقتیادات و اخراجات کو دیکھتے ہوں۔ وہ ہیں ایک میل انگلی زندگی کا پورا نقشہ دیتی ہے جس میں عزت و عادت، تمام ایسا ہے کہ کیا جھوٹیاں ہیں جنہیں ہم کو قائم کرنا، بڑھانا، اور نشوونما دینا ہے کیا برائیاں ہیں جن کو دھنا اور مٹانا ہے، ان کے بعد کے اندر جاری زندگی عمل کو مستعد بنانا چاہیے اور عمل میں ان سے طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے ہماری زندگی میں مطلوبہ جدتیں پیدا ہوں جن میں اور کئی امور کا امتیصال ہو۔

نظام شریعت کا ناقابلِ تقسیم ہونا

یہ پورا نقشہ زندگی ایک ہی نقشہ زندگی ہے جس میں ایک جہتی روح ہے جو تقسیم ہونا قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کی وجہ سے کہ جس طرح کی ہے جس میں خود انسان کے وجود کی وجہ سے۔ ایسی ہی چیز کہ انسان کے لیے میں، انسانی کا عام وجود ہے، انسان کی جسم کے ایک ایک حصے پر سنے ٹکڑوں کا مجموعہ۔ ایک کئی ہوتی ٹانگ کہ ایک ٹکڑا انسان بن رہا ہے جس میں کہہ سکتے، خبر کئی ہوتی ٹانگ ان اندر میں سے کوئی خدمت انجام دے سکتی ہے جو ضرور اس تمام جسم کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے یہ انجام دیا کرتی ہے۔ اس ٹانگ کو کسی اور حصہ کے جسم میں ٹانگ کا یہ توڑ کر سکتے ہیں کہ اس میں توڑی ایک ٹانگ کے بقدر خرابیت پیدا ہو جائے گی۔ اسی قسم انسان کی تمام کے اعضاء، ان کے اندر اور اجزاء کو ایک ایک حصے کے کہ اپنی کٹھن ہوں کے بقدر حصے کے جتنی ہی کوئی راستے قائم نہیں کر سکتے، یہ ٹکڑا کر دینا، جسم میں ان کے تاجب ہونے کے عمل کو نہ کریں۔ خیانت ٹھیک ہے وہ شریعت کے نقشہ زندگی کا ہے۔ وہ ہمیں پس سے نقشے کا نام ہے کہ اس کے بغیر ان کے لیے اس کے اور ان کے وہ ٹکڑا کے ذریعے کے بارے میں بغیر ان کے خدائی کہ خدمت ہو سکتا ہے وہ ہم سے ٹکڑا کر کے اس کا کوئی ٹکڑا تمام کر سکتے ہیں جو نہ مریض ہو نہ خراب ہو، اس کا ایک حصہ خراب ہو، اور کوئی تمام کے نہیں ہو سکتے ہیں کہ ہم نے خدائی پر تمام تمام کر لیا ہے، اس کے بعد اس کے تمام تمام زندگی اس کے کئی ہوں یہ جو اس میں سے کہ کوئی ٹکڑا توڑی حاصل کیا جا سکتا ہے، خود اس سے خدائی اس سے جدا ہے کہ اس سے کہ اس کا ایک باقی تمام ہو اس میں سے کہ ایک حصہ جدا اس کے

موسیٰ نہیں ہے اگر تیس سو چار بجنا ہو اور تھوڑی سیٹ بھر کر گنا کر بیٹھے۔ یہ حکم آپ کی موجودہ
سوسائٹی کے لیے نہیں دیا گیا تھا جس میں کوئی شخص کسی کو قرض بھی خود کے بغیر نہیں دیتا۔ جس میں
بیت المال کی بزرگ جنگ اور اشتراک نہیں کہنی ہے۔ جس میں حاجت مند کے لیے حد کر بیٹھنے والے
ہاتھ کی جگہ جتنا رادہ چٹکا ہے۔ جس کا اخلاق عقل و نظر ہے کہ ایک شخص کی کاٹی میں دوسری
کاٹی میں نہیں بلکہ ہر شخص اپنی کفالت کا خود ذمہ دہ ہے۔ جس کا معاشرتی نظام جس دامن میں
کو خیر و اقبال ہی مقرر دیتا ہے۔ جس کا معاشرتی نظام چند خوش نصیب اور چاؤک لوگوں کو
ہر طرح سے دولت و سیٹ لینے کا موقع دیتا ہے۔ اور جس کا سیاسی نظام اپنے قانون کے
تدوین سے مل کے خدا کی مخالفت کرتا ہے۔ اسی سوسائٹی میں ترقی و ترقی کا خاکہ اسٹیبلشمنٹ اکثر
دعا میں قریب اس کے سر سے کہ کوئی موجود ہی دولت نہیں ہے۔ بلکہ اس تمام سوسائٹی میں
پوری کو خیر و ترقی دینا حاصل ہے سنی دیکھتے ہیں کہ خود غریب اور غلام لوگوں کے مل کی مخالفت کا کوئی
کے پیش نظر ہے۔ بلکہ اس کے احکام سوسائٹی پیدا کرتا ہے جس میں کسی شخص کے لیے پوری
پروردہ ہوتے کا کوئی موقع نہیں ہے۔ ہر فردیت مند انسان کی ترقی و ترقی پوری کرنے کے لیے
لوگ خود ہی دعا گو اور خود پرست ہیں۔ اور حکومت کی طرف سے بھی اس کی دھڑکی اور نظام
ہو۔ ہر فرد شخص اس کے وجود پوری کرتے اس کے لیے اس کی ترقی و ترقی کا خاکہ ملنے کی خبر نہ کہ
مرا ترقی کرتا ہے۔ بلکہ اگر یہ شخص ایک شریعت، عادل اور فیاض سوسائٹی میں ٹہرنے کے
قابل نہیں ہے۔

اس میں اس کی ترقی و ترقی کے لیے دعا ہے اور شہری شہر کا ہر لوگ دعا
کرتا ہے۔ اگر یہ اس سوسائٹی میں ہاں میں اس کے لیے نظام ترقی کو شہوت انگیز سبب ہے
حال کیا گیا ہو۔ جس میں خود ترقی اور خود ترقی کی غرض سے شہوت ترقی میں خود ترقی خود ترقی
کا منظر عام پر آتا ہے۔ جس میں ملک کو نہایت اُسی کی یا گیا ہو جس میں نیکی اور تقویٰ اور
پاکیزگی اخلاق کا کام چھٹا ہو۔ اور جس کے اصول میں خدا کی یاد ہر وقت تازہ ہوتی رہتی ہو۔
یہ حکم اس سوسائٹی کے لیے نہیں ہے جس میں ہر طرح سے دنیا کی ترقی و ترقی کے اسباب
نیچے ہوتے ہیں۔ بلکہ اگر گھڑی گھڑی ہے۔ جس میں ہر جگہ غم و اندیش کی تصویریں ملتی ہیں

کے احکام اور ہدایات نہیں دیتی، ان میں غلطی و شریعت میں کمی نہ ہے۔ اسی یا سنگاہی اور لائق
 اور صاحب غلّی و حقہ بھی مشورہ سے قرآن و حدیث کے ہمارے ہیں۔ اور اس میں جو تورات میں
 ہمارے ہائیں گے وہ قانونِ اسلامی کی ایک کڑی شدہ ہوں گے، لیکن کوئی شریعت کی وہی
 ہوتی اہانت کے تحت نہ ہوتے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی امتدادی امور میں ہر
 تہاذا حق میں اور عدلیٰ اور قدر و قدر و حرکات کے تحت وہ احکام مقرر کیے گئے وہ قانونِ اسلام
 ہی کے ہوا چکے گئے۔

(۴) سب سے آخری قانون ایک شعبہ بھی ہے جس کی ایک ہی دست کو اپنے میں قانون
 تفسیر کے لیے ضرورت پیش آتی ہے۔ اس باب میں شریعت نے جنگ و صلح اور غیر مذہبی
 کی قطع و عرض کے ضمن میں اس کی دست کی ہر قسم کی کٹنے کے لیے بہت تحصیل ہدایات دی
 ہیں اور جس تحصیل نہیں ہیں وہاں ایسے اصول سے دیکھتے ہیں کہ وہ قانون میں تخصیص
 مرقبہ کی جا سکتی ہے۔

اسلامی قانون کا استقلال اور اس کی ترقی پذیری

اس مختصر طریق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علمِ قانون کے جتنے شعبوں پر انسانی تھوڑی
 تحصیل ملتا ہے، ان میں سے کوئی شعبہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں شریعت نے ہماری رہنمائی نہ
 کی ہو۔ یہ درحقیقت اس کی شکل میں کی گئی ہے، اس کا تحصیل جانتے کے کہ ایک ہمارے تربیت
 اور علم میں جو اس کی شکل میں قانون میں کیا چیز تھیں وہ مستقل ہے اور اس کے یہاں ہر
 ناکہ ایک ہے اور اس کی چیز ایک ترقی پذیر ہے اور اس طریق سے ہر شعبہ میں ہماری ترقی
 ہوئی تمدنی ضروریات کو برقرار رکھتی ہے۔

اس قانون میں جو چیزیں ہیں وہ میں جو پر مشتمل ہے۔

۱۔ نفس و مریک احکام جو تورات میں ثابت شدہ حدیث میں دیکھتے گئے ہیں، مثلاً شراب اور
 خورد و خوراک کی حرمت، چھ دیواروں کا استغناء کی سزا میں اور حقیقت کے تکرار میں وراثت
 کے تحت۔

۲۔ احکام جو تورات میں ثابت شدہ حدیث میں وہاں ہر شعبہ میں، مثلاً کہ ہر شخص کو چھ چیزیں

عصر کی اقام پر مشتمل ہے۔

۱۔ تیسرا تاہل و احکام، میں کوئی طرح کی حد نہیں دیا گیا ہے اس لیے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی حالت
 نہیں کہنے کی کو شش کی کہ تاہل و احکام کا ایک بہت ہی وسیع باب ہے۔ تاہل و
 احکام بہت کچھ ہی نہیں کہتا ہے بلکہ اس کے ساتھ کہ جب کتاب و سنت میں غلطی کرتے ہیں تو وہ
 غلطی کے لیے اس کی اصلاح میں ہی غلط تیسرات کی گنجائش پڑتی ہے اس لیے اس سے ہر ایک اپنے
 فہم و بصیرت کے مطابق کسی ایک تیسرے کو بالکل دوسری تیسریوں پر ترجیح دیتا ہے یہ عقیدہ
 تیسرے ہی آیت کے اہل علم میں وہ ہے کہ کسی ہر کتاب ہے اس عقیدے ہی یہ حد ان
 ٹکڑے ہے۔

۲۔ تیس دینی میں مسائل میں کوئی حد نہ تھا اس پر کسی ایسے علم کو جاری کرنا جس سے
 غلط جتنے کی مسائل میں دیا گیا ہے۔

۳۔ اجتماع میں غرضیت کے احکام اور احکام بہت زیادہ ہیں کہ اگر ایسے معاملات پر کسی کو
 مطلق کرنا ہی میں نظر نہ رہتا ہے۔

۴۔ استثنائیں یعنی معاملات کے غیر محدود ہونے سے یہ سب ضروریات ایسے قوانین اور
 ضوابط وضع کرنا جو احکام کے لیے کوئی حد نہ ہو اس سے زیادہ سے زیادہ مطالبہ کرتے
 ہیں۔

یہ چند چیزیں ایسی ہیں جن کے احکامات پر اگر کوئی شخص غور کرے تو وہ بھی اس سلسلہ
 میں نہیں پڑ سکتا کہ احکام کی کوئی حد نہ ہو اس کی وقت ہی انسانی زندگی کی ضروریات پر مبنی ہے
 احکام کے لیے تنگ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ اجتماع اس قدر وسیع ہے کہ اس میں
 ہر حال میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ آپ ہر دوسری ہی تیسری نہیں کر سکتے کہ ہر جہ
 کی قانون کے کسی مسئلہ پر فیصلہ صادر کرے۔ اس کے لیے قانونی تعلیم اور اپنی تربیت کا ایک
 خاص میدان آپ کے نزدیک بھی ناگزیر ہے جس پر پورا ناکرے میں کوئی شخص ہر بار اسے زلزلہ
 اپنی نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اس کے قانون کے مسائل پر بھی دستانے زلزلہ اپنی عرصہ ہی ہی
 لوگوں کو دے سکتا ہے جنہوں نے اس کی ضروری اہلیت بہم پہنچاؤں۔ ہر تیسری احکام کے لیے ضروری

ہے کہ کئی اس زمانہ کی نزاکت سے واقف ہو جس میں حکام رہتے تھے، ان حالت سے واقف ہو جس میں اشتعالِ حکام رہتے تھے، ترقی کے اندازِ بنی کو بھی طرح سمجھتا ہو اور سرِ پٹ کے ذخیرہ پر وسیع نگاہ رکھتا ہو۔ قیاس کے بغیر غرضی ہے کہ کئی آئین طبیعتِ انسانی کو کچھ زیادہ سادہ و سہل پر قیاس کرتے ہوئے اس کی اپنی حالت کے پیرائوں کو قیاسِ قیاس کہے اور دیکھنا حکم دے دے پر غفلت کہیں وہ غفلت سے نہیں بچ سکتا۔

اس کو کہ جسے شریعت کے حکام میں گہری بصیرت و مہارت زندگی کا احاطہ نام —

حق نامِ ہم ہی نہیں بلکہ سبھی خداوندی مخلوق سے ایم — وہ ہے اس شخص کے لیے جو

ہاں رہے کہ ان کی اسلام کے حوالہ سے اس کے نظامِ زندگی کو بھی طرح سمجھتا ہو کہ ان کے

دانش میں برتری میں اور ضرورت و تجربہ کے ساتھ اس نظامِ زندگی کے جوہر میں بھی طرح و جانب

پرکھیں۔ ان میں غلطی اور اپنی صلاحیتوں سے بڑھ کر ایک اور چیز بھی دیکھنا ہے جس کے بغیر اس

قانون کو اپنا تعلق کسی صحیح اصول پر نہیں ہو سکتا۔ اور وہ ہے چکرِ بزرگ اس کا کہ انہوں میں اس کے

اندر اسلام کی پیروی کا ارادہ اور خدا کے ساتھ صفائی و عبادت کا اس میں موجود ہو۔ چنانچہ انہوں میں

کے کہنے کا نہیں ہے جو خداوندِ تعالیٰ سے ہے یہاں کہ جس میں اس کی سمجھنا ہو کہ وہ چکرِ بزرگ

اور اس کی صفات کا چکرِ بزرگ اس میں دوسری چیزیں بھی چھپی ہوئی ہیں جو ان کے

اقتصادِ اسلامی قانون کو متعلق نہیں ہو سکتا، اور وہ اس میں تو حجت ہی ہو سکتی ہے۔

اعتراضات اور جوابات

اب یہی غور و پراں ضرورت ہے بحث کروں گا جو پاکستان میں اسلامی قانون کے

اور ان کے تعلق میں اس کے بارے میں ہے۔ اعتراضات و تقاضے جو اس سے ہیں، اس لیے کہ

اس کے بیان کرنے میں اتنا ہی غور و پراں نہ دل کھول کر کہانی چھوٹی سب کا غور و پراں ہے

اس اعتراض پر جواب چاہتے ہیں۔

اجتہاد و سیدگی

پہلا اعتراض یہ ہے کہ سیدان کا کمال قانون جو یہ کہنے کی ایک سہولت تھی اور شیعہ کی ضروریات کے لیے کس طرح کافی ہو سکتا ہے؟

یہ حضرات کہ لوگ یہ کہہ کر اس میں شک کیا جاتا ہے، مجھے شبہ ہے کہ یہ اسلامی قانون کے حقوق، ہندوانی اور سرسری یا تحقیق کی سکتے ہیں یا نہیں۔ غالباً انہوں نے آپس میں یہ اٹلی اٹلی خبریں لے چیں کہ اس قانون کے بنیادی احکام اور اصل مادے تیس سو برس پہلے یہاں ہوتے تھے۔ اس کے بعد یہ بات انہوں نے بطور خود فرض کر لی کہ اس وقت سے یہ قانون ان کے کانوں اُس حالت میں بکھرتا ہے جیسا کہ بنیادی احکام اور اصل مادے تیس سو برس پہلے یہاں تھے۔ لیکن یہ اسی وقت ایک ریاست قائم ہو گئی تھی جس سے یہ قانون پہلے ان کے سامنے جیسا کہ تیس سو برس پہلے تھا اس کے بعد یہ سب اس قانون اور تمام اقلیتوں سے شروع ہو گیا تھا۔ ہر اسلامی اقتدار میں ہر کھوکھالی سے جو امتیازی حکم آدھی صدیہ پہلے مہذب دنیا میں پہلے لگایا اور جتنی ریاستیں بھی اسکے بارہ سو سال میں مسلمانوں نے قائم کیں ان سب کا یہ دستور اس قانون پر چلتا تھا۔ ہر مذہب اور ہر ملک کے حالات و ضروریات کے مطابق اس قانون میں مسلسل ترمیم ہوتی رہی ہے۔ انیسویں صدی کی ابتدا تک اس وقت تک مسلسل ایک سو کے لیے بھی نہیں ملتا ہے۔ نو سو کے اس ملک میں بھی انیسویں صدی تک ان کے ملک اسلام میں گوریانی اور کریمہ داری قانون جاری رہا ہے۔ اب زیادہ سے زیادہ عربی ممالک اور مغربی ممالک وہاں ہے جس کے حقوق ایک سو کے ملک میں گوریانی اور کریمہ داری قانون پر عمل آ رہا ہے۔ ہندو اور اس کا ارتداد لگتا ہے۔ لیکن اقلیتوں کے حقوق کا قانون یہ بڑا نہیں ہے کہ ہم تھوڑی سی محنت و کاوش سے اس کے نقصان کی تلافی کر سکیں۔ سو سو سے زیادہ اس پر صدی کی نئی ترقیات کا پورا پورا اثر ہو چکا ہے جسے دیکھ کر ہم مسلم کر سکتے ہیں کہ ہمارے اسلاف پہلے کمال کر چکے ہیں اور اب ان کے پاس کیا کام کرنا ہے۔ چوتھی چیز انہوں نے ہر اسلامی قانون کا

انتقاد ہوتا ہے انہیں دیکھتے ہوئے کوئی صاحب علم آدمی اس امر میں شک نہیں کر سکتا جس طرح اچھی اور برائی میں یہ قانون ہر انسان پر عموماً اس کے عقائد و رجحانات کے مطابق درج ہوتا ہے اسی طرح مجدد مادی میں بھی ہر انسان اپنے اپنے عقائد و رجحانات کے ساتھ ہے۔ اگر وہ لوگ اس کو ماننے پر تیار نہ ہوں تو وہ خود ہی بڑھکتے ہیں۔ مگر جو لوگ اس کو جانتے ہیں، اس کے احکامات سے واقف ہیں، انہوں کی تائید پر نظر رکھتے ہیں، انہیں ایک طرح کے محو میں ہر رنگ و راسخ کا مشابہ نہیں ہو سکتا۔

۴۔ الزام و محنت

دوسرا اعتراض، جو لوگ اس میں توبہ کی زبان سے مگر کئی صورتوں میں بڑی کافروں و بدلتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ ہے کہ اس مادی قانون میں بہت سی چیزیں ترویج دہلی کی تکیہ خیال کے باقیات میں سے ہیں اس مذہب کے ترقی یافتہ اخلاقی تعزلات اس طرح بدلتے نہیں کر سکتے۔ نظامِ خدا کے اندر کتنے اس نے اور سنگداری کی روشنائی مروجی۔

یہ اعتراض بھی کہ یہ اختیار ان صورتوں سے کہنے کو ہی رہتا ہے کہ ۔

آپ نے بڑا پاک دلوں کی حکایت

مادی کو خدا دیکھ کر خدا بن کر آیا دیکھ

جس اند میں ایٹم پر مشتمل کیا گیا ہے، اس کے اخلاقی تعزلات کو ترقی یافتہ کہنے وقت آدمی کو کہہ تو سکتے ہیں جوئی ہادیجے۔ کئی اہم نظام مذہب انہوں دوسرے انسانوں کے ساتھ جو لوگ کر رہا ہے اس کی مثال ترقیمِ حیات کے لئے ایک دیکھ کر ہی ملتی ہے۔ مگر یہ نہیں ہم بدلتے ہیں۔ معنی یہ ہے کہ اس کا نظام جو کہ پہلے اخلاقیات ہے۔ کون سے بدلتے ہے اس کو دل نہیں جھڑا دینا آگ میں جوتا ہے بدلتے دھڑوں کی چر پی نکال کر ان کے جلیں بناتا ہے۔ جس کے ہنگام میں یہ غصہ ہی میں ہیں، اس کے غصہ سے احوال میں بھی ہیں کہ یہ اس پر ہم دھاموں، یہ خلیج کو دلی کا رنگ، یا ترقی منشا کا دھم، یا معاشی اوضاع کا عربیت بہت ہے اور کون سا مذہب دیکھ میں وہ انہوں کی کس طرح بدلتا ہے۔ یہ تو بہت بڑم ہے پہلے معنی شہری شہر میں تفتیش کے جو طریقہ اس احوال بڑم کرانے کے جو سنگداری ہے کئی کی

مذکور قاضی کی تحلیل کرنے کے بعد اس کی مددی جلیس خود بھی تحلیل کر گئے تھے۔

ظاہر ہوتا ہے کہ ہم میں قاضی پر بحث کرنا بھی یہی مقادیر علی ہے نہ کہ قاضی شخصی۔
 جہاں تک شخصی مداخلت کا تعلق ہے اس کے بعد سے میں تو یقیناً کہتا ہوں کہ ہرگز ہر اس کا قاضی
 ہی جہاں ہر گاہ کہ دنیا میں سب سے پہلے اس سب سے عظیم فیاضی کے ساتھ اس نے
 اپنی فکر کرنا تھا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے ہر جہاں کے قاضی نے علی
 قاضی کی شخصیت کا فرق سمجھا ہے اور یہ اصول مسلم ایک ہے کہ میں یہ اس کی اپنی مختلف
 اللہ سب لوگوں پر مشقی ہر اس میں سب لوگوں کے شخصی مداخلت کی شخصیت قاضی کی
 تحت ہر گاہ کہ میں۔ لہذا کسی غیر مسلم اقلیت کو ہم سے یہ اندیشہ تو ہر گاہ کہ میں
 کے شخصی مداخلت پر پہنچنے والی قاضی کو مستطاب کہ اس شخص کی شخصیت مددی کریں گے جو
 داخل ہوا ہے اور اس کا نام کیا ہوا تھا، ہے اور اس کے متعلق اسلام نے ہم کو قطعی واضح احکام
 دے رکھے ہیں۔

اب سوال موند یہ ہے کہ اس شخص کی قاضی کی کوئی ہر مداخلت کی کوئی
 اس سوال کا جواب اس کے ساتھ کیا ہو سکتا ہے کہ قاضی کی ہر مداخلت کی ہر گاہ کہ میں
 نزدیک سے ہو۔ اقلیت ہم سے ہر گاہ کہ میں قاضی کی شخصیت ہے اور اس کے لئے
 پہلے ہی تسلیم کر رہے ہیں۔ لیکن وہ ہم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس کو اس کی
 لیے ہم کو اپنے عقیدے کی نفی کریں اور کسی ایسے قاضی کو اپنے مداخلت کی کوئی نہیں
 جس کو ہم کو نہیں سمجھتے کہ جب تک ہم اپنے ملک میں خود مختار رہتے ہیں جو ایک داخل
 قاضی کو گوارا کرنا ہوتا ہے اس کی قدر داری سے ہم ہی ہو سکتے ہیں۔ لیکن اب جب کہ قاضی
 ہمارے اپنے مداخلت میں ہیں، اگر ہم ہر جہاں سے اس کی قدر داری کی جگہ کوئی نہ کرنا چاہیں
 کریں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم قاضی کی شخصیت سے بالکل غور نہ کر رہے ہیں۔ لیکن اس کی
 اقلیت ہم پر یہ حق ہے کہ اس کی خاطر اپنی ہر گاہ کہ میں کیا کوئی اقلیت کسی اختیار
 اکثریت سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے کہ وہ اپنی رائے میں جس چیز کو چاہتی ہو
 ہر گاہ کہ میں اس پر اختیار کرے جسے اقلیت کی حق ہو یا ہر گاہ کہ میں اس کی

اگر کسی میں عقیدہ مذہب ملے گا تو اس میں سب کا مذہب ہی ہوگا یا پھر عقیدہ
 اور اہل کلام و آداب اہل اہانت میں نہیں ہے۔ اگر میں اس میں ایک عقیدہ ملے گا
 میں اس کی تکلیف کروں گی کہ اس کی تہذیب ہے۔

یہاں اس کے لئے جو وہاں ہے۔

پاکستان میں اسلامی قانون کس طرح نافذ ہو سکتا ہے ؟

پروفیسر محمد زکریا ۱۹۶۰ء کا دہلی اور مدینہ کی گئی تھی۔

اس سے پہلے میں آپ کے سامنے ایک تفسیر اس موضوع پر لکھا ہوا ہے اور اس کی کاپی آپ کو
کی جیت لی ہے۔ اس کا درجہ اس کا قصہ کیا ہے اس کے بدلے میں اس کی کاپی
ہوئے کی حیثیت سے ہوا اس کے ماحول میں کیا ہے اور اس کے بدلے میں اس کے ماحول میں
کے بدلے میں اس کے ماحول میں کیا ہے اور اس کے بدلے میں اس کے ماحول میں
ہیں۔ میری یہ تقریر میں ایک تبدیلی تقریر ہے۔ اب میں یہ تحصیل کے ساتھ اس کے بدلے میں
ہوں گا اگر آپ ہم اس ملک میں اسلامی قانون کا درجہ دے کر چاہتے ہیں تو میں اس کے لیے
کیا تحریریں کر رہا ہوں۔

فوری انقلاب نہ ممکن ہے مگر مطلوب

اس مسئلے میں جبکہ پہلے میں خودی بہت کم ہو گئی ہے اور اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں
اور اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں
اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں اس کے بدلے میں
یہاں ہوتا ہے کہ شاید نظام حکومت کے زیرِ ملاحظہ ہوتے ہی تمام پہلے قوانین ایک وقت

فسخ ہو جائیں گے اور اس کی جگہ پر ایک وقت کا ذکر کیا جاتا ہے کہ یہ نقد بھی موت عام ملگن
 ہیں اس میں نہیں ہائی جاتی بلکہ اچھے عالم سے مذہبی طبقے کی اس میں جگہ ہیں۔ ان کے نزدیک یہاں
 چاہیے کہ وہ اس سدا کی طرح قائم ہو اور ان کے فرائض کی اس میں کوئی کمی نہ ہو اور ان کے فرائض کی اس میں کوئی کمی نہ ہو
 کاغذ اور شروع ہو جاتے۔ یہ جتنی باتیں ہیں۔ اس بات کو اعلیٰ نہیں سمجھتے کہ ایک ملک کا قانون
 اس کے اخلاق، اس اسلوب، اس اسلوب کی اس نظام کے ساتھ گہرے تعلق رکھتا ہے۔ ان میں سے کسی میں
 ہے کہ جب ایک ملک کی ایک اس نظام کی زندگی اپنے اندر سے غصوں کے ساتھ زندگی کے ساتھ اس کے
 قانون کی نظام کا بدل جائے نہیں جیسے۔ ان میں اس کا بھی حصہ نہیں ہے کہ پچھلے سڑاؤ کی صورت
 سے ہر پرچہ انگریزی اقتدار سے رہا ہے اس کے اس طریقہ پر ہی زندگی کے لیے نظام کو
 اس کی صورت سے ہر ایک فرائض کی صورت پر چھوڑا ہے اس لیے اس سے ہر ایک کو اس کی صورت
 پر اس کی صورت سے ہر ایک فرائض کی صورت پر چھوڑا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ مسئلہ کی صورت نہیں
 رکھتے۔ اس میں یہ اجتماعی نظام کی تبدیلی کو ایک مسئلہ نہیں سمجھتے ہیں اور ان میں ہر ایک کو اس کی صورت
 دیکھتے ہیں۔ چنانچہ یہی وہی اس کی صورت میں اس کی صورت سے زندگی کی زندگی کی صورت ہے
 ہیں۔ یہ سب سے زیادہ یہی کہ اس کی صورت میں اس کی صورت سے زندگی کی زندگی کی صورت ہے
 کہ یہ۔

تدوین کا اصول

اگر ہم اپنی تاریخ اپنے اس تجربے کی کہ ایک ایک بات چاہتے ہیں تو ہمیں غور سے اس کی
 قاعدے سے غور نہ ہر بات چاہیے کہ اجتماعی زندگی میں جتنے تغیرات ہیں ہر ایک کی صورت
 ہر ایک کی صورت ہیں۔ یہ انقلاب جتنا چاہا کہ اس میں تبدیلی کا ہر ایک کی صورت ہے۔ یہ ناپاؤ کا ہر ایک۔
 ایک مشکل اور پائیدار انقلاب کے لیے یہ بالکل ضروری ہے کہ وہ زندگی کی ہر ایک کی صورت اور ہر ایک
 میں یہ سب سے زیادہ یہی کہ اس کی صورت میں اس کی صورت سے زندگی کی زندگی کی صورت ہے
 کہ یہ۔

عہد نئی کی مثال

اس کی ہر ایک مثال خود انقلاب ہے جو نئی کی مثال ہے۔ یہ اس کی صورت میں ہر ایک کی صورت
 جس کی صورت کے ساتھ اس سے ہر ایک کی صورت میں اس کی صورت ہے۔ یہ اس کی صورت میں ہر ایک کی صورت

استقل بہت کچھ ہے۔ میں اس سے پرچہ لکھوں کہ یہ اصول قیام کی کسے گا؟ کیا ایک ہے میں یہاں
 جس کی مجلس فرطیت و حکام ہر پیشانی کے متحرک ہیں؟ کیا وہ صدر جو موت و خداداد چمکا رہی کی
 تویر کا خداس سے دلچسپی میں لکھتے ہیں ایک تہہ تحریر کے اسامی کی لے؟ اگر وہ دلی کا
 یہی مطلب ہے تو اس کی تائید میں یہ اصول بالکل زیادہ جسم و ہر گاہ کہ بعد میں خودی کہ ہر دلی
 ہر گاہ کہ اپنی جگہ پہنچنے کے لیے تیار نہ ہو سکی۔ اگر وہ اس کا مطلب یہ ہے تو وہ اس کی
 صحت و صحت تو فریخ و توش کہ ہر دلی اور دلی تندی کا کام کرنی اس طاقت واد کی ترویج سے کہ چاہا
 اور اس صحت میں خود ہے میں یہ صحت اپنے اندر اس طاقت واد کو اس چیز کی تھی و توش میں غرضت
 کرتی ہے کہ؟

ایک اور تہہ کا اصول ثابت کرنے کے لیے جو مثالیں میں سفر میں لکھی ہیں ان میں ایک ایک
 ایک اور ہر چار پختہ نہیں ہیں تاکہ کہ میں قیاس و حد میں طرح طرح کے ہیں۔ اس کی نظام زندگی کی
 تعمیر میں یہ غیر مسودہ کی نظام زندگی کی، اگرچہ وہ صرف تو تجویز کی ہے، لیکن قدر بخاں کی تعمیر
 مودت کی صحت میں ہر کتنی ہے جب کہ ایک ہر وقت، اپنے ساتھ ایک مودت کی ایک
 نقشہ کے سلسلے میں کہیے کہ اگر کہ۔ مودت میں جو مودت ایک تھا اس طرح تھا تھا
 کہ اپنی اصل طرح کے سلم نے ہر دلی اس کے لیے مودت کی تہہ کے، تعلیم و تہذیب کے ذریعہ سے
 دلی کے ایک صفت ہے، مودت کے لیے سے علم و ادب کو اس طرح کی مودت کی ایک صفت
 کائنات کی تعلیم کے لیے متوال کیا اور اس طرح مودت واد میں میں اس کی تہہ کی ہر دلی
 یعنی قریب میں اگرچہ مودت کی نظام زندگی میں تو تہہ کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت
 ہر دلی کے اندر ایک مودت کے مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت
 کہ جانتے تھے۔ انہوں نے ایک مودت کی ایک مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت
 کوشش کی اور انہوں نے ان کے ایک مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت
 کے اصول و تہہ سے نہایت مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت
 بنر ہر دلی کی؟ یا ایسے مودت کے مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت کی مودت
 اور نہ چاہتے ہیں؟

مجھ پر غور نہ کرتے ہیں کہ انیس کس نام کے لیے کس طرح رجوع کیا چاہیے اور ان کے درمیان
 کون کونسا مطلب کے لیے منسوب ہیں۔ آخر وہ اپنے اندر ہی ترجیحیں ہیں کہ ان کے لیے ایک
 اور متعدد قسم کے لیے ناگزیر آفاقی کریں۔ وہ اس کو بھی کسی دوسری شے کہلاتے ہیں جس کو ان کی بیعت
 میں ایمان دار اور خدا ترس کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ دنیا پرست کہتے ہیں۔ اور ضرور منسوب ہیں جس شخص
 ان کے سامنے برکت ہے ویسے ہی ان کی دکان کے لیے اپنے اپنے سے ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ اب
 فلسفے کے سامنے یہ مقصد آیا ہی رہتا کہ انیس ایک دینی نظام چاہنے کے لیے کڑی دعا ہے۔
 پھر وہ اس کے چاروں طرف سے اپنے آفاقی کرتے ہیں کیوں کہ جیسا کہ دی اور غیر خدائی نظام ایک ہی
 قائم تھا اور اس کا مزاج میں قسم کے کوئی پتا تھا۔ اس کے لیے ویسے ہی آدمیوں پر دکان کی نگاہ
 انتخاب پڑی اور ان کو اس کے دھندوں سے بچ کر بیچ دیا۔ اب اگر ہم ایک اسلامی پرست
 اور متعدد خدائی اور لوگوں کے سامنے سوال یہ اٹھائے کہ اس نظام کو چاہنے کے لیے انہیں منسوب
 انہی غلبہ کر سکتے ہیں۔ تو یہ ہے کہ انتخاب کمال دیر کا سیدھی دیر کی ہر حال میں اس نام کے
 لیے ہی کی خاطر ان کے ساتھ دیر دیر ہی ملنے کے واسطے پر نہیں پڑیں گی۔ وہ اس کے لیے انہی لوگوں
 کو خدائی کریں گے جو خدائی، ذہنی اور علمی حیثیت سے اس کے اپنی ہوں گے۔

پس یہاں تک کہ ممکن ہو جائے کہ بعد قیام حیات اسلامی کی دین میں دوسرا قدم ہے کہ
 جمہوری انتخاب کے ذریعہ سے اس سیاست کی تمام کادیتے لوگوں کے ہاتھ میں منتقل ہو جو لوہا کو
 چاہتے ہیں اور اس کے مطابق فلسفے کے نظام زندگی کو ایمان پاتے ہیں۔

قیسرا قدم

اس کے بعد قیاسی قدم ہے کہ کوئی خدائی زندگی کے مقصد پر دینی کی ہر گز مصلحت کا ایک خوب
 (Plan) بتایا جائے اور اسے عمل میں لانے کے لیے سیاست کے کام نہایت حد تک متعلق کیے
 جائیں جس طرح کہ نظام پر جائے۔ یہاں پر ہم کہیں کہ یہ نظام سیاست کی مادی حقائق لوگوں کے فیوض
 کی مصلحت اور ایک ہی اسلامی ذہنیات کی تخلیق میں منسوب کی جائیں۔ مداخلت اور تعاون کو اپنے
 سوا انہوں میں ڈھالنے کے لیے ہم اور ہر خاص و عام کی جانے۔ سوال موعوں پر ہیں، جیل جانتا
 اور ان کے ساتھ جتنی ہی لوگوں کو خدائی کیا جائے جو پڑانے کا مستحق اور ان کے نظام کی عداوت و

خدا کی نافرمانی کرنا شروع کی ہے، اور اس نئے من کو کام کرنے کو شروع کیا جاتا ہے۔ اس من کے کام میں بدکاری نکلتی ہے۔ ماضی نظام میں جیسا ہی تبدیلی کی جائے، اور اس کا پورا پورا پورا اندازہ لگایا جائے، پہلی بات ہے، کہ میرٹ کا جلتے۔ یہی باتیں دیکھیں کہ اگر ایک عدلیہ جج کے لئے اقتدار کے منصب پر فائز ہو، عدلیہ کے سامنے ماضی اور حکومت کے پہلے نظم و نسق کی مخالفت سے کام لے کر بدکاری کے ساتھ ماضی کے ایک سوچے بچے منصوبے پر عمل شروع کرے تو اس عدلیہ کے اقتدار میں خلل کی جتنی بڑائی کا انتشار مطلق ہو گا، اس جیسے جیسے یہ تبدیلی بدلتی جاتی جاتے ایک ہی تیزی کے ساتھ ماضی قوانین کی ترمیم و ترمیم اور عدلیہ قوانین کے اقتدار پر جس قدر ہرگز ہو سکتا ہے، یہاں تک کہ اگر خرابیت کا کوئی قانون ہمارے ملک میں نافذ رہے اور اس کا کوئی عمل نافذ ہوتے سے بدلتا جاتے۔

اور ان کا کوئی اسلامی کے لیے تعمیری کام

ہمیں خاص طور پر اس تعمیری کام کی فکر کرنی چاہیے کہ عدلیہ کے قاضی نظام کو بدلتے اور اسلام کے قوانین کو جاری کرنے کے لیے جیسے جیسے کام ہو گا۔ جس اسلامی پروگرام کی طرف ابھی میں اشارہ کر چکا ہوں اس کے سلسلے میں ہم کو قریب قریب ہر شے زندگی میں بہت سے تعمیری کام کرنے پڑیں گے، یہ کوکھت ہونے والے تعلق، اختلاف اور غلطی سے ہمارے تعلق کا آثار کے طور پر اشارے کو قریب کر کے چھوڑا ہے۔ لیکن اس وقت میری تفسیر ایک خاص موضوع سے تعلق رکھتی ہے اس لیے دوسرے گوشوں کے تعمیری کام سے تعلق نظر کر کے یہاں میں صرف اس کام کے تعلق کو موضوع کر رہا ہوں جو اس قانون کے مسئلے میں کرنا ہے۔

ایک قانونی کمیٹی کی تشکیل

اس پہلو میں ترمیم کام جو میں کرنا چاہتا ہوں، یہ ہے کہ ایک قانونی کمیٹی کی قائم کی جائے جو اس پرستے کام کا جائزہ لے جو تمام قانون میں ہمارے عدلیہ کے پہلے کر چکے ہیں، اور اس عدلیہ کے کاروں کو جو اقتدار اسلامی کی ذاتیت کے لیے ناگزیر ہیں، اور عدلیہ میں عدلیہ کی ضرورت ہے، ان کے سرکاروں کے عدلیہ کے قریب کے مطابق ہر شے کی کرنے سے یہ قانونی نظام کا احاطہ ہو سکے۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے، ہماری فقہانہ اہل ذہن و عمل میں ہے اور ہمارے ترمیم و ترمیم

ہم اس زبان سے ثابت ہے۔ اس نادانیت کی وجہ سے، اس پر کئی سلاخی ہاتھوں کی بنا پر
 ہمارے ہرے کے لوگ ہم اس نئی ذخیرے کے مستقل طور پر عروج کی دیکھائیں، کچھ ہیں، سچی
 کہیں ہیں سے بہت سے لوگ تو یہیں تک پہنچتے ہیں کہ ان کے اندر، داخلی اختلاف، محض کے
 اس دفتر سے سنی کو دیکھ کر، کیا بدستور اس لئے سرے سے انہماک کے کام چاہا جاتے۔ لیکن
 حقیقت یہ ہے کہ لوگ اس قسم کے اہل خیانت ہر کہتے ہیں وہ سنی اپنے علمی کی لکھی کا چین
 ٹکر تقریب کے اندر ہی کا ہی زبان کا کہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے جنس کے تھیں، کہہ سکتے ہیں کہ ان میں
 کہیں تو کچھ ہیں، یہ کہ ان میں کچھ باتوں پر غدی شرم کے لگے گی۔ ان میں صوم ہوا کہ کچھ باتیں
 صدیوں میں ہمارے اس واسطے سنی غرضی کہوں میں بدقت خدائے نہیں کہتے کہہ ہیں، بلکہ انہوں
 کے اپنے ہمارے سنی انہوں کے لیے بڑی آہنی بیروٹ بھڑی ہے۔ وہ بہت سے بدستور
 غرضی ہمارے لیے تعمیر کہتے ہیں اور ہم سے دیکھ کر یہاں تک کہ کوئی نہ ہو کہ اگر ہم سنی حجت کی
 بنا ہمارے ہی پر ہی ہمارے کو خوار نہ کر دے کہہ سرے سے ہی تعمیر کی ابتدا کر کے پرورد کریں۔
 ہمارے لیے عقل ہی ہے کہ لوگ کہہ جاتے ہیں کہ سنی ان کی خردوں کے لیے کھانہ
 بنائیں، اور ان کے لیے چیزوں کی ضرورت پیش آئے اس کے لیے مزید تعمیر کرتے رہیں۔ وہ ہر
 نسل گریہ ہی اپنے سے پہلے انہوں کے اس پر پانی پیرتی ہے کہ وہ سنی سرے سے سب کچھ
 بنانے کی لکھش کر کے فریضہ آزادی کی طرف تمام اس کے ذریعے ہی نہیں ملکتے۔

یہ اس مسئلہ کی اپنی تقریر میں عرض کر چکا ہوں کہ کچھ صدیوں میں دنیا کے ایک بہت بڑے
 حق پرستوں کی میں تہہ سلفیہ کا نام ہوئی تھیں، سب کا قانون خدا علی ہی حق اس زمانے
 میں سنی ہی گلاس نہیں کہتے تھے، بلکہ ایک ایسا بدستور سنی کے اندر موجود تھا، اس کے اس
 تقدیر کی سنی ہی ضرورت پر ان کے تہہ سنی سنی قوانین کا سلیق کیا تھا۔ یہی تقاضا حکومتوں
 کے جیو، بشریت اور جمیوت جیستے تھے، ان کے فیصلوں سے نکلا گیا کہ اس میں ذخیرہ
 فراہم ہو گیا تھا۔ انہوں نے تو سب سب ہر شہنشاہی سے کسب کی ہے، سنی ویرانی مذہب کا
 قوانین ہی نہیں، کہ سنی اور میں انہوں کے قوانین کے حلق میں اس کے علم سے ایسی ایسی طبیعت
 پیش کی ہیں کہ ان کے اس کے ایک قانونی دہائی کی شہادت ٹکری کی دہائی سے غیر نہیں

دہکتا۔ فریفت ہے کہ ہم اپنی علم کے ایک سنگہ کو اپنی زندگی کے چھوٹے بڑے ذخیروں کا ہاتھ پلچھ پر سونپ کر دیں، اللہ ہر موجد نیکو کے کائناتی کتابوں کے طرز پر اس تمام کارکنوں کو قرطبہ لکھائے جو اس ذخیرے میں بلی لکھتا ہو۔

صورتِ صفت کے ساتھ چند کتابیں قرآن میں ہیں جو کہ خداوندان میں منتقل کریمانہا یہ صفت مزید دی ہے۔

۱۔ احکام القرآن پر تین کتابیں چھتھیں، ابن عربی اور ڈرگین۔

۲۔ ابن کثیر کا مفسر ہمارے کائناتی طبرکات قرآن مجید سے احکام مستنبذ کرنے کی بہترین تہذیب ہے۔ اس میں قرآن کی تمام احکام کی تفسیر کی گئی ہے، اور یہ اللہ آثارِ محمد میں اس کی جو تشریح ملتی ہے اسے نقل کیا گیا ہے، اور قصہ انکا بہت ہی نئے نئے سے جو احکام نکالے ہیں ان میں اس کے وہاں سمیت منتقل کیا کر دیا گیا ہے۔

۳۔ دھرم آئین ذخیروں کتب حدیث کی کتبوں کا ہے جن میں احکام کے وہو نظام اور تشریح یہاں کا بھر بہترین مواد ہے۔ اس میں خاص طور پر یہ کتابیں آندوں میں منتقل ہونی چاہئیں۔

نسخ اہدی اور معنی	بکادری
آزادی اور مرقا شہیر احمد صاحب عثمان کی نسخ المظہر۔	شمس پر
مولانا مسعود احمد خاں لاہور۔	امداد پر
شاہ ولی اللہ صاحب کی کتبوں اور عشق اور موجد نیکو کے	برق پر
ایک ہندوستانی عالم کی آؤ جزا اللہ ایک	
شراکت کی نقل افکار	منتقلی کا ہار پر
مرقا احمد دہلی کا دھرم کی التفتیق و التبیح۔	مسکوات پر
ایم احمدی کی کتب و رسائل کا ایک	علم کا ہار پر
۴۔ اس کے بعد بھی بقیہ کی بڑی بڑی کتابیں کا لیا جاتا ہے جو اس علم میں اہل احادیث کا	
کادہ بہرہ دیتی ہیں۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ یہ کتابیں منتقل ہونی چاہئیں۔	

فقہ حنفی پر
 امام شافعی کی بصیرت اور شریعت امیر اکبر و کائنات کی روشنی
 اصناف - اس کتابم کی فتح القیصر میں ہے۔ تصانیف
 عظیمی۔

فقہ شافعی پر
 کتابم - شرح التنبیہ اور منی، اصناف۔
 فقہ مالکی پر
 الفتوحہ مالکیہ، اس کتاب میں کہ ابی علم التنبیہ کریں۔
 فقہ حنبلی پر
 ابن خزم کی تصنیف
 فقہی پیری پر
 ابن خزم کی تصنیف
 مذاہب اربعہ پر
 ابن رشد کی فتاویٰ المہندہ اور مدار معری مرتبہ کردہ
 الفقہ المذاہب اربعہ، نیز ابی الفتح کی فتاویٰ المہندہ
 میں سے وہ جتنے جو تارل مسائل کے متعلق ہیں۔
 امام جرجیہ کی کتاب الخراج - یہی یہ نام کی الخراج۔
 برتھیدہ التام کی کتاب الاموال - بدل ابی یحییٰ کی احکام
 الوقت - و میاہی کی احکام الاموال۔

۴۔ ہر میں اصولی فتاویٰ اور محبت تشریح کی بھی چند نام کتابوں کو آئندہ ہمارے ہر باب میں چھپنے
 تاکہ ان کے بعد سے ہر سے ابی فتاویٰ میں وہی فقہ کا صحیح نام اس کی نوع سے لکھی جائے
 یہ ہم میرے خیال میں اس وقت پر یہ کتابیں قابل انتخاب ہیں۔

ابی حزم کی اصول احکام - مدار کوئی کی الاحکام و اصول الاحکام - غفری کی اصول
 الفقہ - شافعی کی الاموال و الخراف - ابی التستیس کی احکام الاموال و الخراف - مدار کوئی کی احکام و الخراف کی
 جتنے آثار ابلاغ۔

ابن کمال کے متعلق میں موت فتاویٰ نہیں کہنا ہے کہ معنی ان کے ترجمے بعد زبان
 میں کر دے جائیں، بلکہ ان کے معانی کو عربی زبان کی فتاویٰ کتابوں کے قریب اور قریب
 بھی کر دیا جائے، نئے فتاویٰ عام کر دے ہوں گے، مختصر میں کہ ایک ایک عنوان کے تحت
 صحیح کر دیا جائے۔ نیز میں دعائی پڑی گی اور احکام کی تیار کر دے ہوں گے۔ اس منت کے نیز

کتابیں کو ال کی ضروریات کے لیے پوری طرح کھنڈہ برائیں گی۔ تیار ہونے کا طریقہ تو یہی ہے کہ اور تمام اُس زمانے میں قانونی مسائل کے لیے اسے مختلف معاملات ہی پیدا نہیں ہوتے تھے جتنے آج پیدا ہو گئے ہیں۔ مثال کے طور پر، لوگ دستوری قانون اور میں مقامی قانون کے لیے کوئی الگ نام نہیں رکھتے تھے بلکہ ان کے مسائل کو درج، خارج، جہاد، اہل بیت اور میراث کے جوہر میں دیا کرتے تھے۔ ضروری قانون ان کے ہیں کوئی ملک حجاز، عراق، بلخ یا کے مسائل حدود، بیاض، دیات کے مختلف علاقوں میں تقسیم کر دیتے جاتے تھے۔ دین علی قانون کو بھی انہوں نے ایک درجہ نہیں کیا تھا بلکہ ایک ہی جہز تو انہیں میں بیت سے معاملات کے تحت اس کو جمع کر دیا تھا۔ دیات اور ماسکات وغیرہ ان کے پاس نہ تھے۔ اس سلسلہ کے مسائل کو کتاب الجور، کتاب العرف، کتاب الخادم، کتاب المروءہ وغیرہ معاملات کے تحت بیان کرتے تھے۔ اسی طرح قانونی مشہدات، مذابط، دیوانی مذاہب، زہداری، اخلاقیات، عدالت وغیرہ جہز صلا میں ہی کے ہیں انہیں بنی نہیں۔ ان قوانین کے مسائل ہی کی کتابوں میں کتاب عائشہ، کتاب عمر بن الخطاب، کتاب الشہادت، کتاب القدر وغیرہ معاملات کے تحت ملے ہیں۔ اب اگر کتابیں ہیں جن کی مثال ان میں سے کوئی ایک نہیں تو ان سے کہ محتاطانہ اٹھانا مشکل ہے۔ ضرورت ہے کہ کچھ قانونی نظریات لکھنے والے اپنی علم کی پہچان کریں اور ان کی ترقیب بدل کر ان کے مواد کو جدید طرز پر ترتیب کریں۔ سید القاضی اگر یہ بہت زیادہ صحت طلب کام نظر کرتے تو کم از کم آقا و خیر علی بن ابی طالب کی فہرستیں پسلی ایک بیانی کے ساتھ بنائی جاتیں اور مختلف قسم کے ان کی کتابیں جاتی ہیں کے اندر سے ان میں مسائل کا تلاش کرنا آسان ہو جاتے۔

تقریریں احکام

اس سلسلہ کا سراسر کام یہ ہے کہ قندار و حصار اور ماہری قانون کی ایک ایسی مجلس مقبول کی جاسے جو رسوم کے قانونی احکام کو جدید و قدیم کی تشبیہ و تلافی کے طرز پر تیار کرے۔

مجلس (Caulity) کرے۔

میں اپنی پہلی تقریر میں دعا صحت کے ساتھ یہ بات کہہ چکی تھی کہ ہمیں کلاوی

نقلہ نظر سے قانون کا اختلاف در اس قول پر نہیں رہتا جو کسی فقیر یا امام مجتہد کی مذہبی سے نکلا ہو یا کسی فقہی کتاب میں لکھا ہوا ہو۔ قانونی مروت چار چیزوں کا نام ہے۔

- ۱۔ کوئی حکم جو قوت میں اللہ تعالیٰ نے دیا ہو۔
- ۲۔ کسی قرآنی حکم کی تشریح و تفصیل یا کوئی مستحق حکم جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہو۔

- ۳۔ کوئی استنباط و تہاس، اجتہاد یا امتداد میں پرانیت کا اصرار ہو، یا مجہود علماء کا ایسا فتویٰ ہو جسے ہمارے ملک کے مسلمانوں کی عظیم اکثریت تسلیم کرتا ہی ہے۔
- ۴۔ اسی تہیل یا کوئی ایسا امر میں پر ہمارے ملک کے اولیٰ و خدا کلام کا راجح و مجہود فیصلہ دیا ہوا ہے۔

یہی تہیز و ہے کہ اپنی حق قیوں کے احکام کو بہرہ کی ایک جماعت ایک ہوتا احکام (Code) کی شکل میں مرتب کر دے۔ پھر جو ہوتا نہیں آئندہ ان کا ہی یا مجہود فیصلوں سے ہوتے جائیں ان کا اضافہ ہدی کتاب میں کیا جاتا ہے۔ اگر اس قسم کا ایک ہوتا احکام میں ہوتا ہوتا اس قانون کی کتاب وہ ہرگز (داد ہائی نام فقہی کتابیں اس کے لیے شروع (Commentary) نام میں لگی۔ نیز اس طرح مسلمانوں میں قانون اسلامی کی تہیز و امتداد کا نام میں اس قانون کی عظیم ہی آئیں ہو جائے گی۔

تعاونی تعلیم کی اصلاح

اس کے ساتھ ہی ضروری ہے کہ پہلے ہی قانون کی تعلیم کا سابق طریقہ جلد ہی اندر لپیٹنے والا بنوں کے انصاف اور طریق تربیت میں ایسی اصلاحات کریں جس سے طلبہ اسلامی قانون کی تہیز کے لیے علمی و اخلاقی معنوں میں بہتر بن سکیں۔

اس وقت تک جو تعلیم ہادی قانونی دس لگا ہوں میں دی جا رہی ہے وہ ہمارے اعتقاد نظر سے بالکل ناگاہ ہے۔ اس سے متعارف ہرگز نکلنے والے طلبہ علم مروت بھی نہیں کہ اسلامی قانون کے علم سے بے بہرہ ہوتے ہیں بلکہ ان کی تہیز و امتداد اسلامی انکار کے ساتھ ہی میں دوسری ہوتی ہے اور ان کے اندر اخلاقی معنات ہی دوسری ہی پیدا ہوتی ہیں جو مغربی قوانین

کے جو اس کے پہلے عربی تھے، لیکن کافی اس کی تلافی کرنے کے لیے تعلقاً غیر ہندوں ہیں۔
اس میں بدل کر جب تک ہم بدل دیں گے اور وہی گاہوں میں اپنے سید کے فیہ پیدا
کرنے کا انتظام نہ کریں گے، ہمارے ہیں نہ کوئی فراہم ہی نہ کر سکیں گے جو ہندی عداوتوں میں
خاصی اور مفتی کے ذرائع انجام دینے کے قابل ہیں۔

اس مقصد کے لیے جو تجویزیں سے لے کر ہیں وہیں آپ کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔
دوسرے اہل علم بھی اس پر توجہ کریں اور ان میں مصلحت و منافعت لائیں تاکہ ایک اہل قابل عمل
اس کیمرہ بن سکے۔

۱۔ سب سے خدمت مصلحت یہ عمل چاہیے کہ آئندہ سے کالہجوں میں داخلہ کیے جانے
زبان کی تعلیم ——— اتنی واقفیت جو قرآن و حدیث اور فقہ کا مطالعہ کرنے کے لیے
کافی ہو ——— لازم قرار دی جائے۔ اگرچہ ہم اسلامی قانون کی ہندی تعلیم اُن میں دینا چاہتے
ہیں، اور اس نوع کی تمام ضروری کتابوں کو بھی اردو میں منتقل کر لینا چاہتے ہیں، لیکن اس کے
باوجود عربی زبان کے علم کی ضرورت ہماری اپنی ہے۔ اس لیے کہ اسلامی فقہ میں بصیرت
ہر حال اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہی اس زبان سے واقف نہ ہو جس
میں قرآن نازل ہوا ہے اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کام فرمایا ہے۔ ابتداء
میں کالہجوں کے لیے عربی دس اُسید و درویش کہنے میں بے ضروری مزید پیش آئے گی۔ لیکن
ہے اس فرض کے لیے ہم کو چند سال تک ہنگاموں میں ایک مستقل کلاس عربی تعلیم کیجیے جو کوئی
پڑھے، اور ساتھ تعلیم قانون کی تہت میں ایک سال کا اضافہ بھی کر دیا پڑے۔ لیکن اُسے
پہلے کہ جب وہ اس سے بعد سے نظام تعلیم میں عربی بطور ایک لازمی زبان کے شامل ہو جائے گی
تو کالہجوں میں داخلہ کے لیے ہر گز پیش نہ لائی جائے گی۔ وہ پہلے ہی عربی زبان سے بخوبی واقف
ہوں گے۔

۲۔ عربی زبان کے ساتھ ساتھ ہی ضروری ہے کہ قانون کی تعلیم شروع کرنے سے پہلے
عبارت قرآن و حدیث کے پروردگار سے دین کا راجع اور اس کا پورا نظام اہل عرب
بجایا جائے۔ ہندی عربی دینی گاہوں میں بھی ایک تہت عدالت سے یہ غلط طریق چھوڑا ہے

کو تعلیم کی ابتدا فقہ سے کرتا ہے، پھر مذهب و اصول کے لوگ اپنے مخصوص فقہی نقطہ نظر سے حدیث پر جاتے ہیں اور قرآن کی عروت تک یا نہ بڑی حد تک بعض تبرؤ اور غلطی حدیث کو ہی جاتی ہیں، بلکہ ان میں بھی کچھ ہاتھ اپنی اپنی غریبوں کے سماجی اور چیز کی طوطا ترجمہ نہیں کی جاتی۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ جو فقہ وہی حدیث گاہری سے نکلے ہیں وہ قانون کے نزدیک تاحی نوع سے قریب و افتد ہوتے ہیں مگر جس دین کو نام کرنے کے لیے یہ قانون بنایا گیا ہے اس کے جبری نظام اس کے متعدد اس کے مزاج اس کی کدح سے بڑی حد تک ناچار رہتے ہیں۔ ان کو جنگ معلوم نہیں ہوتا کہ دین سے شریعت کا اور شریعت سے فقہی کا ہر ایک تعلق کیسا ہے۔ قانون کی مزینات اس کے پتے خدا کی عیب خاص کے فرد کی مسائل ہی کو اصل دین سمجھ بیٹھے ہیں۔ اسی چیز نے ہمارے ہاں فرقہ بندی کے جگہ سے اور اعتبار پیدا کیے ہیں۔ اسی چیز نے انہیں ہے کہ سماجی زندگی پر فقہی احکام کا غلبہ کیلئے میں بدھ شریعت کے اہم قریبی مقاصد تک نظر انداز کر دیتے جاتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب اس غلطی کی اصلاح ہو اور کسی خاص علم کو اس وقت تک قانون پر چڑھایا جائے جب تک وہ پہلے قرآن اور پھر حدیث سے دین کو اپنی طرف راہ نہ لے۔

اسی مسائل میں ہی ہیں ابتدا از چند سال تک کہ مشکلات کا سامنا کرنا ہوا کیونکہ قرآن و حدیث سے واقف نگاہیث دلی سیکس کے اندر اس کے لیے شاید میں دیکھوں ہی میں اس تعلیم کو ہی انتظام کرنا پڑے گا۔ لیکن آگے چل کر جب ہندی مام تعلیمی معومات ہلاک ہو جائیں گی تو مسلمان کے ساتھ یہ ناظر بنایا جائے گا کہ وہ دیکھوں میں عروت وہی طبقہ و نقطہ سے نکلے ہیں جو فقہ اور حدیث کو مخصوص مضامین کی حیثیت سے لے کر ہی لے کر چکے ہوں اور دوسرے مضامین کے طبقہ کو ایک عالماں مضامین پر غور کرنا ہوگا۔

۴۔ تعلیم قانون کے شعبہ میں بھی مضامین مزید شامل ہونے چاہئیں۔ ایک جدید نقطہ کے اصول قانونی (Jurisprudence) کے ساتھ ساتھ اصولی فقہ کا مطالعہ اور سرکاری تعلیمات کی تاریخ کا مطالعہ فقہ سے فقہ کے تمام رٹے سے بڑے مذہب و اصولوں کا غیر متصبا نہ مطالعہ۔ ان تینوں چیزوں کے بغیر طبقہ میں نہ تو فقہ کا کچھ فہم ہو سکتا ہے نہ ان کے اندر

مطالبہ نظام اسلامی

یہاں تقریریں بالمری طور سے بروئے نیت پورا حق سوسدی دیر محنت
اسلامی رجول پر مکرر مسد پاکستان کے لیے دی گئی تھی۔ ۱۹۵۱ء میں دوسرے مقرر،
کراچی، راولپنڈی، سیالکوٹ اور پشاور کے اجتماعات پر جامعہ اسلامی کے
عام اجتماعات میں مذکور تقسیم۔ یہی تقریریں کوہن جنرل سید مسلمانوں نے پاکستان
کو پہلی مرتبہ واضح طور پر اس میں پڑا کہ صوبائی پاکستان پر ان کا نام ختم نہیں ہو
گیا ہے، بلکہ ان نسبہ میں ان کی (مستند) شعلے کا تاجی انکار ہی قرار دیا
اسے لکھ کر کے لے لے ایہی مزہ منت و افتاد کی ضرورت ہے۔

اس تقریر اور شعلے کا وقت نکالنے سے پہلے سرفائے علوم و اکابر
۱۹۵۸ء کو ایک سیٹنی ایکٹ کے تحت نظر بند کر دیے گئے۔ یہی دوسرے مقرر اس
تقریر کی شاعت کی ضرورت کو ثابت ہے۔ مگر اس کی بار بار ہے اور سرفائے
مذکور میں ان کے دوسرے ایسے ہی اس اخلاص کی مدد سے اس کے ہم پل خود

اسی تقریر ۱۹۵۹ء کے انکار ہی میں پشعلہ کا مصدق میں شائع ہو گئی تھی۔ یہاں انکار ہی اس کی
شاعت کی ضرورت ثابت کی۔ (۱۹۵۹ء)

مقبول کر کے پیش کر رہے ہیں۔

اعظم مکتبہ رحمت اسلامی

بعد از حمد و ثناء

ہم دور اس کے پر کھڑے ہیں

ماہری دعا فرماتے ہیں: یہ وقت میں ہے ہم آج گنہگار ہیں، ہماری قوی تائید کے تاکہ تیری انکساری میں سے ہے۔ اس وقت ہم ایک دعا کے پر کھڑے ہیں، اس میں فیصلہ کرنا ہے کہ ہم سے راستے پر رہتے گئے ہوئے ہیں، ان میں سے کون کی طرف توجہ دے۔ اس موقع پر جو ایسا ہمیشہ تو ہم کر رہے ہیں، دعوتِ چارے کے استقبال پر بلکہ اسلام کو کئی خستہ کاری آئے، نسلی پر اثر انداز ہو رہا ہے۔ ہم سے راستے ایک راستہ تو ہے کہ ہم ان امور پر اپنے اعظم زندگی کی بنیادی کھڑی کریں جو اسلام نے ہم کو پیش کی ہیں۔ ہماری ساری کی ساری زندگی۔ ہماری معاشرت، ہماری معیشت، ہماری اقتصاد، ہماری سیاست، غرض سب کے۔ ان امور پر استوار ہو کر اسلام نے فتور کر دیتے ہیں۔ وہ سارا سب سے راستے سے ہم کو کسی سوزی کام کے نظام زندگی کو قبول کریں، خواہ وہ اشتراکیت ہو، قادیانی جمہوریت ہو یا کوئی اور نظام زندگی۔

اگر خدا تعالیٰ مستہم نے دوسرے راستے کر پتہ کیا تو ہم اپنے اسلام کی ہمیشہ تو بخیر کر رہے اور اپنی تمام سعادت سے محروم ہو گئے، جو ایک سنت سے ہم خداوند حق تعالیٰ کے سامنے کرتے رہے ہیں وہ اس اجتماعی وعدہ تعالیٰ کے ہے خداوند حق تعالیٰ کے سامنے ہیں وہ رہنا چاہتے ہیں۔ پھر اس راستے پر پہنچنے کا سب سے زیادہ انہوں نے کس تجویز پر آ کر جو صغیر ہندوئی میں نظام کی تائید لاکھوں قریب ہو گئے۔ یہ شخص جس کے اگر ہم پیوستہ انتخاب کریں وہ خاص ہندو ہی کی ہی زندگی کی تائید کریں تو ہم دنیا میں ہی سوزی ہو گئے اور آخرت میں ہی ہمارے لیے کامیابی ہو گئی، ہم خدا کے حضور ہی شہر ہو گئے اور حق تعالیٰ نے بھی ہمارا نظام ہم پر رکھے گا۔ ہر اسوی نظام زندگی کے علمبردار ہیں کہ ہر اس نظام پر کھڑے ہو جائیں گے جس پر ہندو ہی رہی ہے جس پر ایک تو ہم کھڑی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے

غالب کر کے دیکھ لیا تھا کہ "اِنَّ قَسَدًا لَّكَ لَعَنَ الْفُلُوكِيَّةِ" یعنی ہم نے تیرے دنیا کی ہدی تمام پختیت منسلک۔ پھر اس کے بعد جب اس تمام فلسفہ پر ایک دوسری قوم لکھڑی ہوئی تو اسے کہا گیا "كُنْزُكَ خَيْرٌ اَمْتًا" اور "كَذَّبْتَ جَعَلْنَاكَ اَمَةً وَسَطًا" یعنی تم جیڑی است ہر سو تھیں مگر کی است بننا چاہیے۔

ہمارے مسلمان ہونے کا تقاضا

ہر جگہ کی یہ باتوں پر واضح رہے کہ مغربی اور عربی سے جس کا بھی ہم القاب کریں گے اس کا اثر وقت ہٹے اور ملک ہندی قسروں اور ہندی کاغذ نسخوں کی قسروں پر پڑے گا۔ اس طرح ہر گمراہی کے امور کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں اور اپنے تمام حکومت کی تشکیل اسلام کے نقشہ پر کرتے ہیں تو یہ کئی وجوہ سے درست ہے۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہمارے مسلمان ہونے کا بھی تقاضا ہی ہے۔ مسلمان ہونے کے معنی خدا کا صلح ہونا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی خود مادی اور انسانی کو خدا کے حق میں تسلیم (Surrender) کرنا ہمارے اس اقلہ کو یا ہمارے کاتب ہیں جو زندگی بسر کریں گے۔ خدا کے حقوق کے ہوتے حدود اور خدا بطور کے احکام کو بسر کریں گے۔ اس کی طرف سے ہم رشوتی کا نشانہ بننا اور ہر چیزوں کا اور ہر چیزے ٹل جانے کا حکم ہر گے اور ہر شے ٹل جائیگا۔ جس طرح ایک خدا اپنے خدا سے یہ عہد ہا خدا کہ جب ہم زندگی کر اس کہ خدا کے تابع کر دیتا ہے تو وہ مسلمان ہونا ہے۔ پہلی سی طرح روحانی حیثیت سے ایک قوم کے مسلمان ہونے کا طریقہ بھی یہی ہے کہ وہ اپنی ذاتی خود مادی سے خدا تعالیٰ کے حق میں دست برد ہر جائے اور اپنے آپ کو اس کے حدود و قرائن کا پابند بنا لے۔ یہ ایک عرب اور مذہب و ملت چوکی کہ اس قوم کا ایک ایک فرد اپنی اپنی جگہ مسلم ہو۔ لیکن جب وہ دل کر ایک امتیث ہیں تو وہ امتیث غیر مسلم ہو۔ اگر کوئی غیر مسلم ہو تو اس کا جس طرح مسلم ہو گئے ہیں؟ اور اگر ان کو مسلم ہیں تو اس کا کوئی غیر مسلم کوں ہو؟ ان کو اگر مسلمان ہیں اور مسلمان رہنا چاہتے ہیں تو ان کے لیے لازم ہے کہ وہ جب دل کر ایک قوم اور ایک امتیث کی شکل اختیار کریں تو وہ قوم اور امتیث ہونے کی حیثیت سے ہی مسلمان ہوں۔

پاکستانی راستہ اسلام

پھر ہمارے مطابق پاکستان کا مجاہد ہی تھا نہ کہ ہے کہ ہم یہیں کا نظام اسلامی اصولوں پر قائم کریں۔ پچھلے دس سالوں میں بحیثیت قوم پہلے یہ مطالبہ تھا کہ ہمیں ایک سختہ زمین دیا جائے جس میں ہم اپنی تہذیب و تمدن کو دوسری قوم کو تسلیم کر سکیں، اور اپنے ہی کے اصولوں پر اپنی زندگی کو نشوونما دے سکیں کیونکہ ایک غیر مسلم اکثریت کے تحت ہمارے لیے اس طرح کی زندگی ممکن نہیں ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اب سے ڈیڑھ سال پہلے تک اس ملک کوئی کارخانہ نہ تھے کہ انحصاراً ختم ہو رہے تھے اور یہی مسلمانوں کی ایک ناکندہ عظمت قائم ہو جانے لگی تھی کہ جو لوگ انگلیں دے رہے تھے اور اس خطے کے جڑ بھروسے قیادت کا زعمی ادراک ہے تھے، خود ہی کو یہی امر بات کا تعلق یقیناً تھا کہ پاکستان قائم ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہاں ہی طرح بدلے اور پاکستان کے قیام کے لیے جس طرح فساد مارتا رہی اور ملک آٹا آٹا ختم ہو گیا، اس کی آپ جو باتیں عرض فرمیں کریں، لیکن اس منظر میں اندازاً چار کونٹے لوگ پر شامل ہونا ہوں۔

دوسرے حقیقت یہ ہے کہ صدیوں کے بعد تاریخ میں یہ بات پیش آئی ہے کہ ایک قوم نے کھڑے ہو کر بحیثیت قوم یہ کہا کہ ہم اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں، اور چنگیز مسلم اکثریت کی حکومت میں ہمارے لیے اس کا امکان نہیں ہے لہذا ہمیں ایک آزاد خطہ زمین عطا کیجئے، اگر نہیں یہ آزاد خطہ ملی جائے تو اس میں ہم ہمارے سکھ ہمارے اسلام کو غالب کریں گے، خدا کے نام پر بہت تہلیل و تہلیل کرنا کہ جب یہ قوم کہتی ہے کہ ہم اپنی تعلیم و معاش کو اختیار کرنا چاہتے ہیں تو ایک بار دیکھیں اس کا معنی کیا ہے۔ ایک وقت تک آپ کو یاد دلایا جا رہا تھا۔ لیکن آپ نے جب یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ پاکستان چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اس کا معنی فراہم کر دیا۔

ایک نازک امتحان

آپ کو یہ بتانی دانا ہر طرح فضل و کرم ہے اس طرح یہ آزمائش و امتحان بھی ہے۔ پاکستان ملی جانے کے بعد آپ سب امتحان گاہ میں کھڑے ہیں۔ اب آپ اس امر پر امتحان لے رہے ہیں کہ آپ پچھلے دس سالوں میں جو کچھ نہیں کر سکتے تھے، لیکن اب اس وقت آپ کے پاس ہیں

یہی رہی ہے، یہی باتوں کو آپ اٹھاتے رہے ہیں، کیا آپ کی تئیں بھی انہی کے مطابق
 ہیں، بعدِ دفعہ کے مدینے جو اقرار آپ نے کیے ہیں کیا وہ سچے اقرار تھے یا جھوٹے؟ اللہ تعالیٰ
 یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ حادی طرست قائم کرنے کا جو سچ یا آپ نے کیا تھا، کیا وہ لوگوں کو جھوٹینے
 کے لیے تھا یا یہ صدیقی دل سے آپ اپنی زبان سے نکلا، جوئی راستہ پر عمل کر کے نکلتے
 ہیں؟ آپ کہتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا، قَوْلُ اللّٰہِ شَدِّدٌ۔ آپ کہتے تھے کہ ہر پاکستانی اسی
 لیے چاہتے ہیں کہ اسلام پر پوری طرح عمل کر سکیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے پاکستان دے کر آپ کو
 آنکھ میں ٹال دیا ہے اور وہ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ آپ جتنے جتنے جھوٹے یا جھوٹے
 اسلام کے حفظ و برتھاک اور صورت

تیسری راحت میں کی وجہ سے یہ فیصلہ اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے، وہ بہت زیادہ
 درد ناک ہے، درد یہ ہے کہ اس انتخاب نے جو پچھلے سال جتنا ہے، میں ایک تارک
 ختم پر ہرگز گھڑا کر دیا ہے، ہندوستان کا ایک ایسا نمونہ بنا، اللہ تعالیٰ اس سے اور اسلام کا نام
 لینے والوں سے بالکل بے ایمان ہے۔ جس شخص نے کبھی شاہ ولی اللہ اور مجدد ملت کافی مجرم شہ
 کو جرم نہ تھا، کج وہاں ملاں کی کڑی بھی سنائی نہیں دیتی۔ وہاں دکنی انکون دیکھنے والا ہے
 دکنی اس کا ٹھنڈے والا۔ اس کے خلاف ہندوستان کے باقی حصہ میں بھی اسلام ہے، وہی کے
 ماتر شہا بہادر ہے۔ اب وہاں صورتِ محنت ہے کہ دلی میں سفر کرتے ہوئے یہ چچا نا
 مطلق ہے کہ مسافروں میں مسلمان کون ہے۔ بیت سے دنگ جو کل تک اسلام اسلام پکار رہے
 تھے، آج وہ اسلام سے توبہ کر رہے ہیں۔ اب وہاں اگر کچھ مسلمان دیکھتے ہیں تو عمرت اس
 فرقہ دیکھتے ہیں کہ وہ ثابت کرے کہ اس میں اسلام کی کوئی باقی نہیں ہے۔ اگر یہی بقا
 رہی تو آئندہ چند برسوں میں مسلمان کا وجود ہندوستان میں جتنا ہو جائے گا۔ ہلکے مسلمان
 نے ہندوستان میں جو اسلام صدیوں کی ٹنگا مارا کششوں سے چھوڑ دیا تھا، اب آٹھ سو سال
 کے بعد پاکستان کے مد خطوں میں لٹکرائے گیا ہے۔ اب اگر ہم نے ایک قدم بھی غلط سمت میں
 اٹھا دیا تو ہندوستان میں اسلام کی ایک ہزار سال کی تاریخ پر پوری طرح پانی پھر جائے گا۔
 اس بزرگم ہند کے تئیں یہ حقیقی بحث ہے تو اسلام دوسروں کے ٹانے سے ٹٹ رہا ہے۔

یوں، ہمارے اپنے ٹائٹل ملے گا۔ اس سبب میں انھوں نے خوب سوچ بھر کر اٹھانا چاہیے۔
اب ہوت ایک ٹکڑا کر ہمارے دھرم کے خلاف ہو چکا ہے۔ اگر ہم نے اس موقع پر غور کر لیا
تو ہمارے اس وقت کے دینی ادارے کی مدد سے صحیح صورت حال کی طرح منہ جاسکتا ہے۔ یہ سب
چیز اس طرح کی ہیں کہ ہم فیصلہ کریں کہ جس اس ملک کے نظام کو ہم پر عمل درآمدی
پراٹھا ہے اور یہاں ہمارے حقوق سے بہت حد تک کو نقصان ہے ان اسلام کے خلاف
کے مطالبات ہیں۔

موجودہ نظام کو مسلمان بنانے کا طریقہ

اس وقت پر نہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اس نظام کو جو یہاں اب تک چل رہا ہے، اس کا
طریقہ کیا ہے، اس نظام کے مسلمان بنانے کا طریقہ بالکل وہی ہے جو پاک زر کے
مسلمان بنانے کے لیے مطلوب ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایک غیر مسلم فرد مسلمان بنانے کے لیے
ہم یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ اس کی ظاہری شکل و صورت اور اس میں کچھ تبدیلیاں کر دی جاتی
اور اسے کہا جائے کہ اپنے کھانے پینے کی فرسٹ میں سے جن چیزوں کو نکال دو اور اپنی عادات
میں چند تبدیلیاں کرو۔ اور ہر اسے چھوڑ دیا جائے کہ ہر ذاب تمام آہستہ آہستہ مسلمان بن جائے۔
پھر کچھ وقت کے بعد جب وہ غیر مسلم نہ رہے اور بہت سی تبدیلیاں کر چکے تو آخر میں اسے
گھر دیا جائے۔۔۔۔۔ نہیں ہم یہ نہیں کرتے، بلکہ سب کوئی فرد مسلمان بننا چاہتا ہے
تو سب سے پہلے اسے گھر دیا جاتا ہے اور جب وہ گھر پہنچے، ان کو دیا جاتا ہے کہ اب
اسے اپنی زندگی خراب نہ کرے اور آہستہ آہستہ علیحدہ علیحدہ کی حالت میں بسر کرے جسے تو ہم
اسے ایک ایک کو کے دین کے احکام بتاتے ہیں اور اس کے اعمال و افعال اور اس کی عادات
اور اس میں تبدیلیاں کرتے ہیں۔ ٹھیک یہی طریقہ ایک حکم حکومت اور نظام علی کو بھی مسلمان
بنانے کے لیے اس سے چند فیصدی اصول مناسف ہاتھ ہیں اور پھر سب وہ ان
امور کو تقسیم کر رہا ہے تو اس کے ساتھ دھرم کے علی مطابقت خود بخود آجائے ہیں اور
اس میں وہ مدد دیا جائے گا کہ اس میں جو بھی کو مطلوب ہیں۔

ہمارے ملک کا نظام اس وقت گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۴۷ء پر قائم ہے جسے

انگریز نے اپنے اصول و حکم کے مطابق بنایا تھا۔ انگریز کی حکومت اسلام کی حکومت نہیں تھی، انگریز کی حکومت تھی۔ پاکستان میں بھی وہی نظام حکومت بن گیا تھا۔ اگرچہ اسے مسلمان چاہتے ہیں لیکن یہ نظام اپنی فطرت کے لحاظ سے لازماً ہی ہے۔ یہ اس نظام کو مسلمان بنانے کے لیے اگر کوئی فیصلہ تبدیلی سمجھ چکے کر کے لی ہے تو وہ بھی ہے کہ اس میں طرز کو مسلمان بنانے کے لیے اگر پڑھایا جائے اس طرز پر اسے بھی اگر پڑھایا جائے۔ ایک حکومت اگر پڑھانے کے لیے جو دستوری طریقہ ہو سکتا ہے اُسے ہم نے ایک مطالبہ کی شکل میں مرتب کیا ہے۔ اس سے پڑھ کر مسلمان ہوں اور پھر اس کی تشریح کروں گا تاکہ مسلم ہو جائے گا اس احکام کو مسلمان بنانے کے لیے یہ قدم کیا ہونا چاہیے۔ اور اس کے مطابق کیا ہونا چاہیے کہ وہ پڑھ جائے !

دستوری ”مطلبہ“

ان کے مطالبہ میں اس موثر پر پڑھ کر سنایا گیا، جسے ذیل ہے :

۱۔ ہر پاکستان کے باشندوں کی تعلیم کثرتِ اسلام کے اصولوں پر مبنی ہوگی ہے۔ اور ہر پاکستان کی آزادی کے لیے مسلمانوں کی مادی تہجد اور قریب و دُور اس ملاحظہ کہ وہ ان اصولوں کے مطابق زندگی بسر کر سکیں یہ ہر مسلمان کا دیکھ سکتے ہیں۔

لہذا

۲۔ ہر پاکستان کے ہر مسلمان کی تعلیم و تہجد اسلامی اصولوں کے مطابق ہوگی ہے۔ اس بات کا اعلان کر دیا کہ

۳۔ پاکستان کی بدستور ہی صورت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور حکومت پاکستان کی کوئی حیثیت اس کے سامنے نہیں ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی مرضی اس کے حکم میں چلی کرے۔

۴۔ پاکستان کا بنیادی قانون اسلامی شریعت ہے۔

۵۔ تمام قوانین جو اسلامی شریعت کے خلاف بنائے گئے ہیں، ختم ہو جائیں گے۔

ہوئی گے اور آئندہ کوئی غیر قانونی نافذ کیا جائے گا جو شریعت کی خلاف ورزی ہو۔

۴۔ حکومت پاکستان اپنے اختیارات کی حدود کے اندر استعمل کرے گی جو شریعت نے مقرر کر دی ہیں۔ ۵۔

اس صوابی حقیقت کو سمجھنے کے لیے یہ جان لینا چاہیے کہ جب کسی ملک کا دستور مرتب کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے بطور اصولی موضوع یہ طے کیا جاتا ہے کہ اس کی اصولی بنیاد کیا نظام بنانا ہے۔ اسی آپ کے سامنے چند مثالیں کا دستور ہیں جن کا ہے اس میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ سب سے پہلے ملک کی دستور ساز اسمبلی نے ایک قرارداد منظور کی کہ اس کے لیے مخصوص (Objectives) کا تعین کیا ہے جس کے لیے وہ اس کی حکومت کام کرے گی۔ بالکل اسی طرح پاکستان میں بھی دستور ساز اسمبلی کا مقصد یہ تھا کہ اس کے لیے مخصوص (Objectives) کو ہم نے دستور کی ذیلی میں چار نکات کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اب میں اس کی ایک ایک نکتہ کی تشریح کرتا ہوں۔

پہلی نکتہ کی تشریح،

خدا کی حاکمیت

سیاست اور دستور (Constitution) میں بنیادی سوال یہ ہوتا ہے کہ حاکمیت (Sovereignty) کس کی ہے؟ اگر حاکمیت کسی شخص یا کسی خاندان کے لیے مخصوص کی جاتی ہے تو پھر حکومت کی پوری شریعتی اسی شخص یا خاندان کی مرضی کے گرد گھومتی ہے۔ اگر حاکمیت (Sovereignty) ملک کے عام باشندوں کی برادر ملک الملک خود ملک کے عوام میں تو پھر نظام یا خاندان ملک کی مرضی کے گرد گھومتا ہے اور حکومت کے کام اور رائے اور خاتمی اس لیے استقلال برحق میں لگتی ہے ملک الملک، عین عام لوگوں کے منتظر ہو کر دیکھا جائے۔ یہ ایک بنیادی سوال ہے اس لیے ہم سب سے پہلے اسی کو سمجھا ہے۔ پاکستان کے باشندے جو نو مسلم ہیں اس لیے وہ ملک الملک نہیں ہو سکتے، ان کے مسائل ہونے کا مطلب یہی ہے کہ وہ اپنی حاکمیت اور آزادی سے خود کے حق میں دستور بن رہے ہیں۔ اب اس کا مقصد زندگی ہی یہ ہے کہ وہ ہر شے زندگی میں خدائی حاکمیت کو تسلیم کر کے اس کے منتظر ہو کر رہیں۔

ہیں مسلمانوں کی تمام اہم اور حکومت میں اسی صورت میں مسلمانوں پر لگتی ہے جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کو ملک ملک میں کر اس کی مرضی کو اپنا کر لینا چاہتے ہیں۔

بعض لوگوں نے اس مطالبہ کو یہ شکل دی ہے کہ حکومت یہ اعلان کرے کہ اس کا مذہب اسلام ہے۔ ہمارے نزدیک اس کا کافی نہیں، اس لیے کہ بہت سے ملک ایسے ہیں جنہوں نے اپنے دستور (Constitution) میں اپنی حکومت کا مذہب اسلام ہی قرار دے رکھا ہے، لیکن ان کی حاکمیت کسی فرد یا خاندان یا قوم یا مشن یا ملک کی ہے۔۔۔۔۔ میں کسی ملک کا نام نہیں چاہتا کیونکہ ہم ایک سبکدوش قوم ہیں اور ہم کسی ایسے ملک سے اپنے تعلقات بگاڑنا نہیں چاہتے۔۔۔۔۔ ہر حال میں جب ملک کو حکومت حاکمیت (Sovereignty) کو اللہ تعالیٰ کے لیے مخصوص نہ قرار دے لے، دستوری حیثیت سے وہ اسلامی حکومت نہیں بن سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی دستور میں پہلی سے پہلا مطالبہ اسی بات کا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان رکھنے کا صحت صحت اعلان کرے۔

دوسری شق کی تشریح۔

پاکستان کا بنیادی قانون

دوسری شق میں شق کا منطقی تجربہ ہے۔ چونکہ ملک ملک خدا ہے اس لیے اس کی مرضی کو بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے۔ اس شق کو بنی لینے کے بعد یہاں کی پادریٹ کا حق قانون سازی محدود (Limited) ہو جاتا ہے اور ہماری اسمبلیوں کے اختیارات دوسری اسمبلیوں کی طرح فیروز محدود نہیں رہتے۔ دوسرے نظموں میں ہماری اسمبلیوں خدا کی ہدایت سے آزاد ہو کر کوئی قانون سازی نہیں کر سکتیں، بلکہ ان کے لیے دستوری طور پر لازم ہو جائے گا کہ جو حق اللہ تعالیٰ نے صحت طور پر بتا دیتے ہیں، ان میں وہ بنوں کا اثر ہے جو ان کے وجود کو برقرار رکھے اور ان کو پاکستان کے بنیادی قانون کی حیثیت سے نافذ عمل کریں۔ دوسرے احکام میں کی ایک سے زیادہ تعبیری ممکن ہیں، ان کی حق تعبیروں میں سے کسی ایک تعبیر کو اختیار کرنے کا حق ان لوگوں کو ہرگز ہو کہ اب وقت کا علم اور ہم رکھتے ہیں۔ پھر جی احمد کے حقوق خدا اور صوابی نے کوئی واضح احکام نہیں دیئے۔

وہاں دین و اخلاقیات کے ذریعہ خدا اور رسولؐ نے خود پر ظاہر کر دیا ہے کہ ان مصلحت کے لئے
 میں مسلمانوں کی ہر صحت کو قربان ہے کہ وہ اپنی خودی کے مطابق ان حدود و ضوابط کے لئے ایسا
 کام کے لئے مسلمانوں کو ہمہ گیر و ہر حال میں ایسا کر سکیں کہ ان کے لئے جو اجتہاد کی صلاحیت
 دیکھتے ہیں۔

تیسری حق کی تشریح۔

شرعیات اسلامی کا احیاء

یہ حق دوسری حق کا منطقی نتیجہ ہے۔ اس کا منشاء ہے کہ میں شرعیات کو شروع
 کر کے انگریزوں نے اپنے حق میں جاری کیے تھے اب وہی شرعیات پر واپس ہونی چاہیے،
 اور انگریزوں کی ہٹائی ہونی۔ اگر وہ شرعیات کو اب شروع کرنا چاہتے۔ اب اس ملک کا
 ہر قانون شرعیات اسلامی کے مطابق ہونا چاہیے کہ کسی کو حق حاصل نہیں ہوگا کہ شرعیات کے
 خلاف کوئی قانون بنائے۔ اب اگر کوئی سودا قانون شرعیات کے خلاف یہاں کی
 پارلیمنٹ میں پیش کرے تو وہ خود اپنے دستور کو دیا جائے گا اور اگر کوئی ایسا قانون پیش
 کرے گا تو اس کے خلاف عدالت میں دعویٰ دائر کر کے اس قانون کو شروع کر دیا جا
 سکے گا۔

چوتھی حق کی تشریح۔

اسلامی حکومت کی عام پالیسی

ایسی نظام کا انعقاد و وضع نہ ہونی چاہیے، بلکہ اس عام پالیسی پر ہوتا ہے جس پر نظام
 حکومت کو چلایا جاتا ہے۔ حکومت کو تعمیر و ترقیت کے لئے ایک نظام بنانا ہوگا، اس نظام کو
 پالیسی کی تربیت کے لئے کوئی پالیسی اختیار کرے گی، وہ عدلیہ کا نظام چلانے کے لئے کوئی
 خاص اختصار کا تجویز کرے گی، وہ مسلح و جنگ اور میں قانونی اجازت، اور عدلیہ و مسابقات
 مسابقات کے لئے کوئی خاص دوش پاس کرے گی۔ ہر چاہتے ہیں کہ حکومت ہر کام میں عدلیہ
 کے اندر نہ کرے بلکہ اسلام نے اس کے لئے مقرر کر دی ہیں۔ اگر عدلیہ حکومت اپنے اختیار
 کو خالص، اعلیٰ و اعلیٰ مصلحت میں اسلام کی مصلحت کے خلاف استعمال کرے تو اسلامی قانون کا جو

جے معنی ہوتا ہے۔ اس لیے ہم نے اس حق کو بھی اپنے مفاد میں شامل کر دیا ہے تاکہ اگر
اسی اصول سے ہم روکا کر کوئی پالیسی اختیار کی جائے تو اس کے خلاف ہی عدالت میں دھوکے
دار کر کے اٹھ کر دیا جاسکے۔

تبیہی کا نقطہ آغاز

پرسے خیال میں اس تشریح کے بعد مطالبہ کا ایک ٹیک منہم کھنے میں کوئی دشواری
نہ ہوگی۔ کسی مثبت کامنڈاں بنانے کے لیے سب سے پہلے یہ ہے کہ اس میں کیا تھا
اس مطالبہ میں کیا گیا ہے۔ پس اگر ہم اپنے ملک میں اس کی نظام حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں تو
سب سے پہلے جس حکومت سے اس مطالبہ کو شروع کیا جائے۔ اور اگر اس مطالبہ کو اس لیے
جائے تو دوسرا قدم یہ ہونا چاہیے کہ اس کی عملی ایک کمیٹی بنائی جائے جو لوگوں کی حدیث کے ساتھ
ماقدومت (Constitution) استانی (Local) عدالتوں کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہوں۔
دوسرا قدم یہ ہو گا کہ ان میں اندیشے لکریں کہ ان کی حدیث کی حد سے وہ کون سے اصول ہیں جن میں
پاکستان کا بنیادی قانون قرار دیا جائے۔ اور ان کے ساتھ ساتھ وہ کون کون سی باتیں حاصل
ہوتی ہیں ان کو نظر (Procedural) کی حیثیت سے چل کر نظر رکھنا ہوگا۔ لیکن یہ سوال تو
پہلے ہی پیدا ہے، اور جب اس کا وقت آئے گا تو یہ بھی ہو جائے گا۔ اس وقت تک
ہم صاف ہی ہے کہ حکومت پاکستان اپنے دستور کا دین سے اپنے مسائل پر کرنے کا مسلمان
کرتے۔ اس لیے اگر پاکستان کے لوگوں کو حقائق پر چاہتے ہیں کہ یہاں کا نظام حکومت کی حد
و اس مطالبہ کا اپنا مطالبہ جائز رہے یا کسی حد تک اس مطالبہ نہیں ہے۔ اس میں کسی شخص کو
"شیخ الاسلام" بنانے کا یا کسی خاص فرقے کے علماء کو آپسک دوسنے کا یا کسی خاص سیاسی پارٹی
کے حقوق منوانے کا کوئی سوال شامل نہیں ہے، بلکہ یہ مطالبہ پہلی آئین کا ایک عام اجتماعی
مطالبہ ہے۔

مطالبہ کیوں؟

اس مطالبہ کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ یہاں ایک صحیحی انقلاب رونما ہو گیا ہے۔
اگر یہ انقلاب اس کی صورتوں کے مطابق ظہور پائیے، تو یہ سفاہتا ہوتا ہے تو اس مطالبہ کی ضرورت

پیش خدائی، بلکہ نقشب کے ساتھ ہی آپ سے آپ میں ملک میں اسلامی حکومت قائم ہو جاتی۔
 لیکن بحکومت موجود ایک مصنوعی انقلاب کے بعد جتنا اس امر کا ممکن ہے کہ پہلی اسلامی
 نظام قائم ہو جائے۔ اُنٹا ہی اس امر کا بھی ممکن ہے کہ ایک غیر اسلامی نظام اس ملک پر
 مسلط کر دیا جائے۔ اس لیے اسلامی نظام ایک منظم اور پُر پختہ مطالبہ ہی کے ذریعے
 قائم کیا جا سکتا ہے۔ اس مطالبے کے لیے ہندو چدر گڑھ کی ضرورت اس وجہ سے ہی ہے
 کہ وہی لوگوں کے ہاتھ میں ہم نے اپنی بائیں دھڑے دی ہیں وہ ایک سخت سے قضاوتیں کہ
 رہے ہیں۔ یہ عزیمت بھی یہ کہتے ہیں کہ ہندوستان میں کون سے کون سے سنی ہی نہیں
 اگر یہ اس اسلامی نظام حکومت قائم نہ کیا جائے۔ کہیں کہتے ہیں کہ یہاں ایک سنی ہی چھوڑا
 اشیث (Secular Democratic State) قائم کیا جائے گا۔ کہیں کہتے ہیں کہ یہاں
 قرآن کی حکومت ہوگی۔ اور کہیں یہ اعلان کرتے ہیں کہ یہاں یا ہی اشیث سے ہندو ہندو
 ہندو مسلمان مسلمان، بلکہ سب حق پکائی ہوئے رہیں گے۔ پھر اسلامی حکومت کی بھی سخت
 تعبیریں کر دیتی ہیں۔ لیکن اس کی تعبیر کی کوئی بات ہے کہ یہ سخت اور سداوت اور عزیمت کا
 ہم معنی ہے اور کہیں "اسلامی سوشلزم" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ نہ معلوم یہ اسلامی
 سوشلزم کیا چیز ہے؟ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ خود بھی اس کا مطلب نہیں جانتے۔ کہیں
 یہ اسلامی جمہوریت کا بھی چرچا کرتے ہیں۔ ہم ان سے صاف صاف کہہ دیتے ہیں کہ اگر
 موجودہ نظام جمہوری نظام ہے اور اس میں آپ تمام کے ناخداؤں کی حیثیت سے کام کر
 رہے ہیں تو آپ کو فرقی ہے کہ لوگ بھی معنی میں اسلامی نظام کے خواہشمند ہیں آپ اسی
 معنی میں اسے قائم کریں، آپ کہہ چکے کہنے کا حق ہی نہیں پڑتا۔
 مطالبہ کرنے کی بددھری و دج

پھر یہ مطالبہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے بھی لوگوں کے ہاتھ میں اشیث
 دیتے ہیں ان میں سے بعض ان اشیثات کو ہی مطالبہ اسلام لڑنے پر استعمال کر رہے
 ہیں جو تو اسلام سے ہٹا کر غیر اسلام کی طرف سے ہٹا دیا ہے۔ ان میں سے ایک چھ
 تھا کہ وہ اس لیے جو اسلام ہٹا کر اسلاموں پر ہی واقع حقیقت نہیں دیکھتا۔ جنہوں نے مغربی

عمروں کو اپنے بیٹے اور اپنی خستوں کے لیے چست کر رہا ہے اور اپنے گھروں کی نضا کو اس کے مطابق ڈھال رہا ہے۔ یہ ہاتھ تھریں کہ جتنے یہ خود بگڑے ہیں، آٹا ہی پوری قوم کو بگاڑیں اور اس کام کے لیے وہ انی خدشات کو احتمال کر رہے ہیں جو قوم نے ان کے ہاتھ میں پیٹے ہیں۔ اس بارے میں جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں اس کی بے شمار مثالیں دیں دلت ہمارے سامنے آتی رہتی ہیں۔ انیس اس کی صورت ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ ہلکتے ایک فوجی جوان کا خط ہے جو اخبار کوڑا لاہور کے ہر فردی، ہر اسکے درجے میں ہر جہان فرنگی کی اور ہریالی کی اگست میں شائع ہو چکا ہے۔

دختر ہندو کرستیا گیا جس میں ملری انیسروز کے ایک فوجی جوان کا نمونہ
نفس مذکور تھا۔ جہاں رنگ ہر رنگ اور تاقا علم کے جام صحت کے طور پر شراب
پانی گئی۔ امت انیسروز کو جیروں کے بے پردہ کرنے کی تفسیر کی گئی اور اس
کو ترقی منصب اور سر قرار دیا گیا۔ ۱۰۰ فار۱۰ کو فوجی ڈاکٹرن کے مطابق میں ہر روز
دیکھنے کے لیے یہ بارک دیکھ گئے۔

یہ ایک مثال ہے اور اس قسم کی بہت سی مثالیں ہمارے سامنے دفن آ رہی ہیں ایک
بڑا ایک پیرا سی ہونے کے لیے گیا تو اسے ڈانٹا گیا۔ ہر کے میٹر علی لائی کا اور تہہ ہندو کرستیا
کا ایک طالب علم میں نے ہوش جہاں کے تھانے سے اپنی صورت مسلمانوں کی سی بنا
رکھی تھی جب لائی میں داخلہ کے لیے گیا تو پہلے پہل صاحب نے انٹرویو میں فرمایا کہ کہتے
ہے رستہ پر ڈاکٹر ہی ہے، تم کسی مسجد میں جا کر حق بن جاؤ، لائی سے کہیں کیا واسطہ ہے تمہارا؟
کی اور ہریالی کی خاصیت میں ایک واسطہ شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کلنگ فوج
میں ڈاکٹر جیروں پر پابندی لگائی جا رہی ہے۔ میں دیکھا تھا کہ پانچا ہوں کہ ہادی فوج
کے ان اعلیٰ عہدے والوں کو کبھی کسی بلکے پر بھی اسی قسم کے اعتراض کرنے یا اس طرح
کی پابندیاں لگانے کی جرأت ہوتی تھی؟ انیس نے یہ اخبار جس میں ہمارے فوجی جوان کا خط
چھپا ہے وہاں کو لکھی چھپا، اور خود ہندو اہل کے لوگوں کے پاس چھپا یا کہ وہ حکومت سے
پہچیں کہ کیا یہ گورنمنٹ کی پالیسی ہے یا بعض انیسوز حکومت کی ذاتی روش ہے؟ لیکن

کوئی شخص اس سوال کو اٹھانے کے لیے تیار نہ ہو سکا۔ یہ بات ظاہر کرتی ہے کہ اس کا کوئی ایسا دوست نہیں کہ جسے حکم و کرم اس کی طرف سے ہے، اختیار کرتا ہو۔

• دلیل ضرورت کی ضرورت

ہر اس مطالبے کی ضرورت اس لیے ہی پیش آتی کہ ہمارے یہ دنیا انگریز کے شاگرد ہیں۔ اگر دلیل سے مستند اسے ہر گز تو ایک سوادی کا کہہ دیتا کہانی ہو جائے۔ لیکن اس طرح سے مستند اسے نہیں ہیں۔ یہ کسی بات کو اس وقت تک نہیں مانتے جب تک اس کے پیچھے کثرت نہ ہو۔ ہم نے خود اس مطالبہ کو ہی دستور مذاہل کے اداکاروں کے پاس ہر گز دعوت کو پہنچنے کی کوشش کی ہے۔ اور میں انہوں سے کہتا ہوں کہ انہوں نے اس کو قابلِ اعتبار نہیں سمجھا اور کوئی دیکھ کر دستور مذاہل میں خود بحث کے لیے پیش کر سکا۔ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اب ہم اس مطالبے کو اسے کہہ کر قائم کے سامنے آئے ہیں۔ اب یہ یقیناً آپ کو کہنا ہے کہ آپ کو اس کی ضرورت ہو سکتی ہے یا نظام کو؟

منظم و منظمہ مطالبہ

یہ مسائل کے کام آگے ہوں گے کہتا ہوں کہ یہاں شخصیتوں اور گروہوں کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ ہم سب خدا کے سامنے برابر ہیں۔ اگر ہمارے ہاتھوں سے یا ہماری نگاہوں کے سامنے یہاں غیر مساوی نظام قائم ہو گیا تو ہم سب اس کی عدالت میں پکڑے جائیں گے۔ اس لیے آپ اپنے ہمارے اختلافات کو بھولی جاسکتے۔ آپ اگر کام سے چلے رہے تو یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ اس مطالبہ کو خزانے کے لیے تمام فردی تدابیر اختیار کیجیے اور آپ کو خوب معلوم ہے کہ اس مطالبہ کو خزانے کے لیے کیا کیا تدابیر اختیار کی جاتی ہیں۔ اسی لیے آپ نے پاکستان کا مطالبہ نہ کرنا چاہا کہ اس سے نہایت اٹھانے اور بھی بگاڑ دے گا۔ تدابیر آپ نے اس مطالبہ کو خزانے میں استعمال کی ہے، لیکن سب کو نظام اسلامی کے مطالبے کے لیے ہی اختیار کیجیے۔ یہ مطالبہ ہی خدا کا کوشش چاہتا ہے۔ یہ بھی منظم اور منظمہ چاہتا ہے اور یہی اصل اور وقت اور کام کی تہا تیہاں چاہتا ہے۔ اگر ہی شرائط کو بگاڑ کر

کے آپ ثابت کر دیں کہ تمام اجتماعی مطالبہ ہے تو کس طرح ممکن ہے کہ آپ کے لینڈزس کے خلاف جائیں۔ آپ اس کے لیے جیسے کیجیے، اس کے لیے ریڈ یوٹھ پاس کیجیے، اس کے پرمٹ کو جرائی کیجیے، اس کو اپیل کے ڈرائی اور ٹریسوں کی کھوجیجئے، اس میں اپنی خود کوتاہی کے کارندوں اور مخالفین پر طبع کر لیتے تاکہ اس مطالبے کے چار نکات آپ کے ہتھ پٹھے کی زبان پر چھو جائیں۔

مسلم لیگی بجائیں کی ذمہ داری

ہی اپنے مسلم لیگی بھائیوں سے کہتا ہوں کہ آپ نے پاکستان اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے اتفاقاً، آپ نے سب کچھ اسلام کے نام پر کیا، اب آپ آڈیشن میں ڈال لیتے گئے ہیں۔ اس آڈیشن پر آپ پر سے آٹ پھاڑتے ہیں تو اس مطالبہ کو اپنا مطالبہ بنا لیتے، اسے امتدادی مسلم لیگوں سے پاس کر لیتے، پھر صوبائی مسلم لیگوں کے سامنے یہ مسئلہ آجئے اور پھر جج روگ اس مطالبے سے متعلق نہ ہوں، انہیں بیگ سے باہر نکال دیجیے۔ اب اشتراکیوں اور عہدہ داروں کے لوگوں کے مسلم لیگ پر تباہی سہنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہی ہے۔ اگر وہ دونوں باتیں ہو جائیں تو پھر مسلم لیگ اور جماعت اسلامی میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہتا بلکہ وہ دونوں قریب قریب ایک ہی جہت ہیں۔

تعلیم یافتہ طبقہ کا فرض

ہی اپنے ملک کے تعلیم یافتہ طبقے سے بھی اپیل کرتا ہوں کہ وہ وقت کی نزاکت کو محسوس کریں۔ ان پر اس مسئلہ میں بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ کسی ملک کی قوت کو باوجود کوئی نہیں ہے، بلکہ اس کے سوچنے اور سمجھنے والے لوگ ہی اس کی اصل قوت ہوتے ہیں۔ آپ حضرات قوم کی ریڈیو کی ڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ آپ کو اپنا مذہبی کس چیز سے میں ڈالنا ہے؟ اگر آپ کو اپنے ایمان کے لیے عقل و زہاد میں قوم آپ کے تمام شلوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے تیار ہیں اور آپ کو مطمئن کر سکتے ہیں کہ آپ کی قوم کی، بلکہ پوری دنیا کی نصرت اسی میں ہے کہ وہ اپنی اسلامی نظام حکومت قائم ہو۔ اگر آپ اس پر مطمئن ہو چکے ہیں تو آپ کی مادی توقعیں اور باطنی

ہے کوئی حکومت اسلامی حکومت ہو جائے گی؟ پھر کہیں یہ کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کی ایک ہی امت ہے تمام کہا جاتا ہے جس میں مذکورہ کی اصول اور صورت کا انتظام کیا جائے۔ لیکن تو وہ حقوق ہیں جو کہیں ہم نے اپنی اسلامی طرزوں میں اپنے ہاں کے ذہنوں کو سمیٹتے تھے، اور جو امر کو خدا خیر اہل
یہ کہہ سکتے ہیں، بلکہ وہی قرآن کی ملک کی طرزوں نے اپنی عقلوں سے کیا ہے، دیکھیں۔
کیا اس بات سے کوئی نظام حکومت اسلامی نظام میں بدل جاتا ہے؟
جس کی مطالبات چھوڑ دیجیے

ہم زود حکومت چاہتے ہیں، جس کی مدد ہی امیدیوں اور فرائض، انتظام تعلیم اور نظام
عدالت اور عدالت کا پورا یا ناقص نظام اسلام کے سانچے میں دھنسنے ہوتے۔ ہم نہیں چاہتے کہ
بیت المال اور عوام کی تحریکیں میں ہے اس کی حالت کا انتظام غیر اسلامی اقداروں میں ہے۔ ہم تو
چاہتے ہیں کہ ملک کا پورا خزانہ اسلامی ریاست کے مال میں چل جائے۔ لہذا اگر کوئی آپ
محضات چھوڑی چھوڑی چیزیں نہ لے لے، اور وہی وہ ایک چیزیں نہ لے لے کہ آپ کو ملتی کو دے
جائے گا۔ پھر اگر آپ اس کے بعد کوئی اور جزئی مطالبات ماننے لگیں گے تو کہا جائے گا کہ
یہ تو گناہ گناہت، مستحق ہیں، ان کے مطالبات بھی ختم نہیں گئے اور یہ ملک کی ترقی اور
انتظام کے سانچے میں غلام غلام و فساد آگاہتے رہیں گے۔ پس آپ اپنی مدد ہی تو ت آگے۔
بنیادی مطالبے کے خواستے پر عرض کیجیے جس کے اندر آپ کے سامنے مطالبات منظر
ہیں۔

سویا یہ عوامی اور جاگیردار اور زمیندار

اس میں کہہ جائیں، اپنے ملک کے جاگیرداروں اور عوامی دہنوں سے کہنا ہوتا ہے۔ آپ
محضات نے کہا کہ طرز عوامی سے جو کہ سب سے ملک ہے، اس کے آپ یہ بول جاتا ہے، مگر یہ چنانہ
طرز عوامی کا یہ زیادہ نہیں دے گا۔ اس کے بعد یہ کہانی کا تحت ختم ہو جائے گا، یہ عوامی
کی محضات سے نہ کہ ان کے اندر اس کے اندر عوامی کی زندگی کے لیے عوامی کی کامیابی
میں سے سرانے کے زور پر اپنے حق کے اندر عوامی کرنے کا سطر یہ بول ختم ہوتا ہے۔ ان چیزوں
کو ختم کرنے کے لیے آپ وہاں عوامی سے ایک ہوا کہ پسند کر لیجیے۔ ایک ہوا ہے جو

آپ کے خود ساختہ حقوق اور عزائم کے ساتھ خود آپ کو بھی ملانے کا اندسرا اقدہ ہے۔
 جو جب بھی اُٹھے گا انتقام کے لیے نہیں، اقدہ کے لیے اُٹھے گا۔ اور آپ سے عروت
 انتہائی چھپے گا جو آپ نے ہمارے طور پر عیش و کد ہے۔ مگر آپ نے اقدہ کو کہنے والے خدا
 پرست اقدہ کو پسند کیا تو پھر یہاں خدا سے انتقامی اقدہ کو جو حال خدا ذاتی کے لیے جو عہد ہے
 اندسرا اپنا کام کے رہے گا۔

منزور دین اور کائنات سے اپیل

اسی طرح میں اپنے ملک کے منور دین اور کائنات سے بھی کہنا چاہتا ہوں، اقدہ یہ
 ہے کہ کوئی عروت، دین کے لیے نہیں جاتا، آدمی کے لیے جسے زیادہ منور دی پھر تو یہ ہے۔
 اگر آپ کو کوئی ایسا اقدہ ہے جو آپ کے لیے دینوں کا انتقام کر دے، مگر آپ کی اقدہ
 کا اقدہ کر دے تو اسے ہرگز قبول نہ کیجیے۔ ایک نظام یہ بھی جو عہد ہے جو آپ کو دینی بھی دیتا
 ہے اور آپ کی اقدہ کا ایسا انتقام کر دے۔ وہ آپ کے سنگے بھی مل کر رہا ہے اور آپ کو
 وہ عیش و عشرت کے ساتھ بھی ملے کر رہا ہے۔

مسلم عوام سے خطاب

اب میں مسلمانوں کو اس سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ آپ کو کہنا چاہیے کہ اسلام ایک ہے۔
 اگر آپ اسلام کی حیثیت سے نا اقدہ ہے تو ہر ملک ہے کہ اسلام کا نام سے اگر آپ کو کوئی ملک
 دیکھیں دیا جائے، شریعت کی نقل پر شریعت لاہل لگا کر اسے آپ کے ساتھ وقت کیا جائے۔
 آپ سے پسند کر لیں، یہاں ایک فیروسی نظام قائم کر دیا جائے اور اس کے ساتھ کچھ فاشی
 پر مبنی اسلام کی مثال کر دی جائے اور آپ اس فاشی چیزوں سے دھوکا کھ کر فاشی پر مبنی
 کہیں اب ہر مسلمان نظام قائم ہو گیا۔

ہم سفر اپنی مدد سے اس مقصد پر لگائے گا جس سے کہ ملک کے عوام میں مسیح
 اسلامی شعور بیدار ہو۔ ہم ان کو جیتوں اور جو مسلمان ہندوستانی عوام سے ایک ملک کے اشتغال
 میں جیتا کوئے کا طریق کار میں نہیں جیتے۔ ہندوستان میں کہہ اقدہ ہندوستان کی رو میں
 چنے لگیں۔ بلکہ ہم ان کے اندر اسلام کے لیے جیتے اور نہ کاشی و دہلی پیدا کرنا چاہتے ہیں۔

ہر ایک حقیقت ہے کہ اگر ہمارے ملک کی حکومت کے لیے ایک ایسا دستور بنایا جائے جو عوامی مساوی ہو، ایسی اس کی پشت پر عوامی سوسائٹی نہ ہوتو، عوامی دستور کی حقیقی تجربہ نہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لیے پراسوسی نظام چل سکتا ہے۔ کوئی دستور کاغذ کے اندر ہی نہیں چلا سکتا، بلکہ اس کا مقصد اس کا کام کرنا اس بات پر موقوف ہے کہ ملک کے عوام کی کتنی مظلم حالت اس کو چھٹے احرام رکھتی ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ جو لوگ تمام کو اپنے دیں اور ملک کی زندگی کے طور پر چل سکتے ہیں، وہ ہمارا ساتھ دیں اور ان کی خدمت کے لیے منظم ہوں۔

اس لیے ان حضرات کو بھی کہنے کی کوشش کروں گا کہ وہ بطریقہ ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے جو عوامی نظام کو اپنے نہیں کرتا اور اس کے قیام کا نام لے رہا ہے۔

استقامت پاکستان کا قیام

ہم سے کہا جاتا ہے کہ نواز شریف کی حکومت دلی دلی بنی ہے اور جی نہیں ہے۔ سرحد پر چاندنی طرف سے غلط ہے۔ میں اس وقت مدنی طاقت پاکستان کو مضبوط کر سکتی ہوں غرض ہر جہت سے پاکستان کو مضبوط کرنے کے کام کو غرضی دیکھنا چاہیے۔

میں کہتا ہوں کہ پاکستان کو مضبوط کرنے کی کوشش کر رہا ہوں شخص کا فرض ہے جو اس میں رہتا ہے۔ لیکن دیکھیں کہ پاکستان کے لیے اعلیٰ غلط کیا ہے؟ اس کے اندر باہر نہیں کہتا ہوں کہ اعلیٰ غلط باہر سے نہیں، بلکہ اندر سے ہے۔ اس لیے کہ اس کشمکش کے خارج دلی طاقت اس میں پیدا کرتے سہکتے ہیں۔ ان کی طاقت عوامی طاقت پر مبنی ہے پاکستان کو مضبوط کر رہی ہیں۔ میں نہ کہ طاقت کا دفاع میں طاقت خود کرتے ہیں ان میں جو طاقت یہ لوگ خود کر رہے ہیں ان میں دیکھو دیکھو کہ اکثر مسائل یہ کھٹکتے جاتے ہیں کہ اگر پاکستان میں یہی ہے کہ یہ طاقت تو ہم خود سنبھالیں گی کیا بڑے تھے؟ کتنے ہی مظالم باہر سے سوال کرتے جاتے تھے میں کہتا ہوں کہ پاکستان میں یہی طاقت کے لیے بنایا گیا ہے یہ میری ہمدردی عوام کا دل توڑنے والی اور ان کے جذبات کو سرد کرنے والی ہیں۔

پاکستان کو مضبوط بنانے کے لیے مزید یہ کہ اس کے ایک ایک فرد کو ایک ایک فرد کی سپاہی کے دل میں یہ بات چل جاتے کہ جب وہ اس کے دل میں رہیں گے

یہ نہیں، بلکہ خدا کے لیے طے کیا گیا ہے کہ وہ جس سے اس کو توہم کے کچھ بیٹوں اور چھوٹا
 کے لیے نہیں، بلکہ خدا کے لیے طے کیا گیا ہے کہ وہ اس کو اس بات پر
 مطلق کر دیں کہ تری خداوند عزت و کرم کے واسطے کہ گئی ہیں تو چھوٹے کچھ نہ کہیں
 عہدات اور میری سے لڑا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ہر چہ توہم توہم اور اپنے ہا بیوں
 کے دونوں کا لینا، وہ نے کی ہیں اس کے سوا کوئی اور تدبیر نہیں، مگر کہ پاکستان میں اسلامی
 نظام کے قیام کا عہدہ مستوری مطلق کر دیں۔ چھوٹی مطلق تھی اس حقیقت
 سے انکار کر سکتے ہیں جو چیز ہم میں کر سکتے ہیں وہ پاکستانی کا عظیم کرنے والے ہے
 اور میں اس کے احترام ہی کے لیے اس کو لایا ہے جانے کی ضرورت ہے۔

انکار رائیگز حقیقتیں

پاکستان کا عظیم کرنے کے لیے جس بڑا مسئلہ ہے کہ صرف عوام اور وقت مجھے
 متحد ہو کر ایک جہان و مومن ہی نہیں، بلکہ میں اس کو ہر پہلو پر کام کرتے ہیں
 ان کا تعلق نہیں، خود ہر ایک ہے کہ ہر گروہ جو اپنا کوئی شرف خداوند ہے وہ ایک
 بدنام و صبیحت کا مظاہر ہو کر رہا ہے۔ یہ ہے اصول تری وحدت پیدا کرنے والی مسئلہ
 سیاست کے نہروا اثر ہے کہ اب ایک پاکستان میں ایک مسلمان قوم نہیں، بلکہ پانچ عیسائی
 قومیں ہیں گئی ہیں، مسند میں، افریقہ، ایشیائی اور انڈیائی، ان سب کو یکجا کر کے جہان
 و مومن عزت و کرم ہی کے لیے تدبیر بنانا سکتا ہے۔

پھر میں "خدا" اور "ہر چہ" کی باہمی کشش کے بہت سے ہی کے دو انگلیک
 نظام بن رہے ہیں اور دو انگلیک دیا نہیں دینا ہو ہی ہیں۔ اور اگر ملاقات میں رہند
 پر ہے اور اس کا کوئی مستحب دیکھا گیا تو مسند میں پاکستان کے لیے ایک مستقل خطروں

نہ یہ اتفاقاً مندرجہ استعمال کیے گئے ہیں۔ اور یہ مسند میں مصلحت کے لحاظ سے نہ تھا میں نے
 کہیں "خدا" کا مسند میں اختیار کیا اور نہ ہندوستان سے آئے وہاں نے ہر چہ کا مسند میں "وفا
 ہنگامہ اللہ" (جہد)

ہر ایک حقوق حاصل ہیں۔ لیکن دستور ہے کہ وہاں مسلمانوں کو زمین پر چلنے کے یہ حقوق حاصل نہیں ہیں۔ اس لیے ہم آپ وہیں کی ٹکڑ ٹکڑ کریں، وہاں تو جو کچھ برہمن تھا، ہر چکا۔ دوسری بات میں لکھا ہوں کہ ایک ملک برصغیر میں بننا ہے وہاں سے یہ بننا ہے کہ ہر اسلام کا نام تو لیجئے ہیں لیکن اسے اپنی زندگی کا دستور حاصل نہیں دیتے۔ اگر یہاں ایک ترقی پسند ہی تھا تو انہیں ہر جگہ جو بے لوث اخراجات کے بل پر پڑے اور یہاں کی حکومت وہاں سے کی گئی ہو اور اپنے طرز عمل سے ثابت کر دے کہ اس کے تمام معاملات عدل و انصاف اور صداقت و ایمان پر مبنی ہو رہے ہیں تو میں لکھا ہوں کہ عربوں و ہندوستان کے مسلمانوں کی قسمت ہلگ اٹھے بلکہ ہندوستان کی قسمت ہلگ چل جائے۔ آخر پہلے یہ ہندوستان کے مسلمان کہاں سے آئے تھے؟ ہمیں کے ہندو ہی تو زیادہ تر مسلمان ہوئے تھے۔ تو ہجرات بھی اگر آپ دیکھا دیں کہ اسلام سے ملک کا انتظام کیا درست ہوتا ہے، مسلمان اور ماسٹر تو تھا کہ کتنے صلح ہو جاتے ہیں، ایسی کتنی ہے جگہ ہر جگہ ہے تو ہندوستان کے لوگ سوچتے تھے گے کہ آخر کون کی ذم داری اس نظام کو اختیار کریں۔ وہ آپ کے دشمن تو ہو سکتے ہیں، اگر اپنے دشمن نہیں ہیں، یہ بھی ایک صورت ہے جس سے ہماری خاطر سے مائتایاں میں یہ غلط فہمی پھیل گیا ہے، انہیں تو یہ کہہ سکتی ہے۔

ہندو اقلیت کا حذر

پھر یہ دیکھ لیا جاتا ہے کہ اسلام کی حکومت کو سندھو اقلیت کیسے گوارا کرے گی یہ غرضی ہل ہے۔ ابھی پہلے مذکور سرور اسلام میں کوئی دھم سے ایک دین پرورش پیش کیا ہے جس میں دھرم ایسی سے ظاہر کیا گیا ہے کہ اس دستور مذہبی کو سرور کے حرام کو اس خواہش سے ہٹا دے کہ اسے کہہ پاکستان میں اس نظام کی حاجت کو جواز دینا مذکور تھا ہے جس میں کیا مصلحتیں کے قوانین پر ہندو نظام فیضان دینا کے لیے ایک اصولی تفسیر مثال بنائے ہوگا۔

ہندو ہی مذہب پہلے سرور پاس ہوا ہے ایک خط آیا ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ "اسلام کا نظریہ پاسی" اور "مصلحتی مشاوری" کے اصول "میرے دین کے لیے پیش کیے گئے ہیں" ایک مسلم وافر ہندو نے کہا کہ ہر پہلو پر کچھ واضح نہیں کی گئی کہ پاکستان میں اس طرح کا مصلحتی نظام

دعوت یہ کر رہا ہے، بلکہ غیر مسلم حضرات کے لئے اس دعوت کو خود ہم تکسیطیجی ہی اور مشقتوں
 جانے والے غیر مسلموں میں سے ہزاروں اس کی گواہی دیں گے۔
 اسلامی حکومت کی کاروائی

اسلامی حکومت کی صورت میں یہاں وہ لکھنؤ دیکھنے کی وہاں ہی دولت نہیں، بلکہ خدا کی طرف
 کی طرف سے ہرگز۔ حضرت کے مخالفین کو یہ قیود کہ ہر غلطی و عہد کے قیامت کے بعد ہی خود
 اس کی طرف سے ہوں گا اور وہ جنت کی وہی نہ رہے گا۔ ہر حضرت کی آخری وصیت میں چنانچہ نماز
 اور حق کے حقوق کی تاکید تھی، وہاں انہیں کے حقوق کی پاسداری کا جو علم تھا، حضرت عیسیٰ کے زمانے کا
 واقعہ کہ ایک دفعہ ایک مسلمان نے ایک عورت سے پسپا ہونے پر آمادہ ہوئی تو انہوں نے غیر مسلموں
 کو نکال کر لے گئے۔ وہیں کہتے تھے کہ ہم نے آپ کی مخالفت کا قصد ہی کے خلاف کے طور پر
 یہ تھے اور یہ کتاب ہم مخالفت کی تہذیب کی تھی کہنے سے صاف ہے، اس لیے اس تہذیب کی
 اب ہمارا کوئی حق نہیں رہا، یہ تہذیب مخالفت کے پھیلنے لگی تھی۔ یہی غیر مسلم ہیوں سے کہیں گے کہ
 یہ نظام آپ کے لیے درست رہا، آپ اس کے قائم کرنے میں ہمارا مقصد بھی اور میں مدد بھی چاہتے۔
 اس نظام میں آپ کے لیے غزنی، فرانکستان، مجوریت کے مقابلے میں اپنی زیادہ برکات ہیں کہ
 اگر آپ ان کا انکار کرتے تو آپ غزنی مجوریت کی مخالفت اور اس کی حکومت کے قائم کے لیے
 مسخروں سے بدتر ہو کر لاکھنؤ کریں۔

دنیا کی حالت عام کے بگڑ جانے کا پھول

یہ خدا کی کاہنہ جہانگیر نے غزنی حکومت قائم کی تو دنیا کی حالت عام ہمارے مشفق
 خواہ ہو جاتے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کی وجہ سے ہیں اپنے اسلام پر شرمناک ہیں۔
 نیکو کہ ہیں کہ جس اسلام پر آج بھی ایمان نہیں، جتنا وہ دین میں سے کہ کچھ سنتوں کو کم از کم پر تھا۔
 وہ لوگ جب جگہ سے نکلے تھے تو کسی ماضی حالت تک نہ تھے، اس نظام میں ہر ہم خدا کی
 پاسوں کو تنگ و تنہی میں لیکن ہر آقا، آخری شکست خوردہ اور منست و رستہ مال تھی،
 اور بعد ازاں خدا کے آخری نظام کے قائم کے ماضی دنیا کی مادی سوسائٹی و مافوق میں کے خلاف
 ہو رہا تھا۔ لیکن وہ مادی باتوں کے حق میں قائم نہیں تھے، نظام ان کی وجہ سے ہر سوسائٹی و

